



مکتبہ اہل سنت و جماعت دہلی



مکتبہ اہل سنت و جماعت دہلی

مجموعہ

تحریر: علامہ محمد امجد علی
ترجمہ: علامہ محمد امجد علی
تصحیح: علامہ محمد امجد علی
تدوین: علامہ محمد امجد علی

تحقیقات علامہ امجد علی

پھر سے جیو، جیو، جیو! میں نے مسلمانوں کو قتل کرنے کے بعد مسلمانوں کو زندہ کر دیا ہے
میں نے ان کو زندہ کر دیا ہے کہ ان کا تحقیقی، علمی، علمی، علمی

حصہ اول

اولیائے کرام

ماہنامہ اہل سنت و جماعت دہلی

علامہ محمد امجد علی

مکتبہ اہل سنت و جماعت دہلی

مسئلہ صلوٰۃ و سلام قبل اذان اور بعد نماز جنازہ کا مفید ترین مفصل و مدلل

علمی و تحقیقی جائزہ *

تحفۃ المناظرین

فی اثبات

سجّات الدین



تصنیف *

عالم ربانی، عارف برائی، محقق لاثانی

حضرت مولانا علامہ محمد علی داتا گرامی

مہتمم دارالعلوم نوابیہ، صدر عید گاہ، چشتیان شریف، ضلع بہاول نگر

فہرست مضامین و عنوانات مخصوصہ کتاب تحفۃ المناظرین

صفحہ

5
5
6
6
6
8
9
11
15
17
18
19
20
20
20
23
24
33
34
36
37
41
41
43
45
46
48
49
53
57
61
61
62
63
71
72
73
75

مضمون

مسئلہ توحید کی لفظ تعبیر اور منافقین
منافقین کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر الزام شرک
خارجی فرقہ کی خارجیانہ توحید اور خلفائے راشدین پر الزام شرک و بدعت
خارجیت کی اصل عبداللہ کا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ناپاک اقام
گستاخ رسول علما و قاری خارجیت کی پیداوار ہیں
ظہریہ وہابیت و دیوبندیت ظہریہ خارجیت کی تعبیر ہے
حضرات انبیاء و اولیاء کے لئے لفظ ذیل ان کی گستاخی و کفر ہے
سنت کے بعد مستحب ایک شرعی مسلم حکم ہے
مستحب کی تعریف - مستحب نبوی و مستحب علما
امر مستحب ناکرنا بھی اولیٰ و افضل ہے
ادکام عمومی مخصوصی
صلوٰۃ و سلام قبل اذان مستحب ہے
حدیث نبوی بابت استحباب صلوٰۃ و سلام قبل اذان وغیرہ ہر امر خیر
کتاب و سنت میں وارد لفظ کل کا مفاد
حدیث نبوی بابت استحباب صلوٰۃ و سلام وغیرہ پر اعتراض اور اس کا جواب
حدیث ضعیف کی فضائل اعمال میں مقبولیت
اس حدیث پر تعالٰی اہل اسلام و تعالٰی علمائے دیوبند
نماز کی تکبیر و اقامت سے پہلے صلوٰۃ و سلام کا ثبوت
اقوال مفسرین بابت استحباب صلوٰۃ و سلام قبل ہر امر خیر
دیوبندی مولوی اشرف علی کا استحباب
ایک شبہ کا ازالہ
صلوٰۃ و سلام قبل اذان کا بلند آواز سے اجراء
مفسرین کا فریب کہ صحابہ کی اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام مذکور نہیں
عدم الذکر عدم الشیء کی دلیل نہیں ہو سکتا
کوئی فی نفسہ ایسا کام اگر حضور نے نہ بھی کیا ہو تو بھی اس کا کرنا مستحب ہوتا ہے
صلوٰۃ و سلام مکمل اذان کوئی اضافہ یا تحریف اذان نہیں
کسی بھی ماثور نبوی کلام میں تعلیم نبوی کے لئے اضافہ کیا جاسکتا ہے
فتنائے احناف و اکابر علمائے وہابیہ و دیوبند سے اس کا ثبوت
پردعت بری نہیں ہوتی - علمائے وہابیہ و دیوبند کا اقرار
قانونی صاحب کی بدعات اور ان کا قانونی حیلہ
مولوی محمد انور شاہ کشمیری شیخ دیوبند کے لئے مشکل اور اس کا حل
حدیث کل بدع ضلالہ اور علمائے وہابیہ و دیوبندیہ کی طوطا پختی
صحابہ کرام بدعت حسہ کرتے تھے
علمائے دیوبند کی مروجہ بدعت
بدعت نکوہہ تہذیب مساجد کے استحباب کے لئے دیوبندیوں کی دلیل
مذہب بدل رہا ہے ضرورت کے ساتھ ساتھ
نیکی کا کوئی کام خلاف سنت بھی ہو تو منع نہ کرو
کیا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کسی ترک کردہ فعل کا ترک کرنا سنت ہے ؟

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

پرشی کا تصور اللہ رحمن کے نشان رحیم کے ساتھ ہے

وہ رحیم تصور ذات حق کی جلی اول و نور القدم حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے

ابتدائیہ

مدعیان اسلام میں علماء سوء کا ایک گروہ صرف اپنے آپ کو اہل توحید و تہج شریعت سمجھ کر اور حضرات صوفیائے کرام و اولیائے عظام و جمہور مسلمین کو مشرک و بدعتی گردان کر بزم خود جہاد و خدمت دین میں مصروف ہے۔

منافقوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام شرک

اہل ایمان کو بتلائے شرک و بدعت سمجھ کر یا گردان کر انہیں مشرک و بدعتی کہنا اسلام میں یہ کوئی نیا فتنہ نہیں اور شرک و بدعت کے شکاریوں کے نشانے پر صرف امت محمدیہ کے خواص و عوام ہی نہیں بلکہ تاریخ کے اوراق شاہد ہیں کہ دیدہ و ناشہ طور پر مسئلہ توحید کی غلط تعبیر سے تو بعض اشیاء نے خود عنوان توحید حق حضور جان ایمان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ارتکاب شرک کا الزام لگانے سے بھی گریز نہیں کیا تھا۔ امام شباب الدین سید آوسی بغدادی متوفی 1270ھ آیت من یطعم الرسول فقد اطاع اللہ کی تفسیر میں لکھتے ہیں

عَنْ مُقَاتِلٍ أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقُولُ مَنْ أَحْبَبَنِي فَقَدْ أَحَبَّ اللَّهُ تَعَالَى مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهُ تَعَالَى فَقَالَ الْمُنَافِقُونَ أَلَا نَسْمَعُونَ إِلَى مَا يَقُولُ بَيْنَ الرَّجُلِ لَقَدْ قَارَفَ الشِّرْكَ وَهُوَ نَهَى أَنْ يُعْبَدَ غَيْرُ اللَّهِ مَا يَرِيدُ إِلَّا أَنْ نَحْنُجِدَهُ رَبًّا كَمَا نَحْنُجِدُ النَّصَارَى عِيسَى فَنَزَلَتْ - الخ (تفسیر روح المعانی ج 5 ص 81 طبع مصر) حضرت مقاتل سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے۔

جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کر لی اور جس نے میری تابعداری کی اس نے اللہ تعالیٰ کی تابعداری کر لی۔ تو منافقوں نے کہا۔ سنو تو سنی یہ مرد (محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کہہ رہے ہیں۔ یہ تو شرک کر رہے ہیں۔ حالانکہ یہ خود ہی روکتے ہیں کہ غیر اللہ کی عبادت نہ کرو۔ اب یہ خود ہی تقاضا کر رہے ہیں کہ ہم انہیں رب بنا لیں۔ جیسا کہ عیسائیوں نے حضرت عیسیٰ کو رب بنا لیا تھا

تب قرآن مجید کی یہ آیت من یطعم الرسول فقد اطاع اللہ نازل ہوئی۔

صفحہ

78

81

85

86

87

91

93

93

94

102

112

116

137

137

138

141

143

147

148

150

161

162

162

163

169

171

171

185

197

190

190

192

192

201

202

203

204

206

مضمون
حضور کا بڑک کر وہ نیک کام امت کے لئے مستحب ہو سکتا ہے
سنت کی تعریف

عاطی قادری نے مولوی محمد انور شاہ کشمیری کی تفسیر
کوئی نیک کام حضور سے ثابت نہ بھی ہو تو امت کے لئے مکروہ نہیں ہو سکتا
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین علیہم الرضوان جنتی ہیں
مسئلہ صلوٰۃ و سلام پر ایک غیر مقلد مولوی سے میری گفتگو

بیان استحباب دعا بعد نماز جنازہ

سنت کی ایک قسم سنت مستحبہ بھی ہے

دلائل دعا بعد نماز جنازہ از قرآن مجید

دلائل از احادیث نبویہ

خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی

مسئلہ حاضر و ناظر و علم غیب کلی

فقہاء نے نماز جنازہ کے بعد کس دعا سے منع کیا ہے

طبقات فقہاء و مسائل ظاہر الروایۃ و غیرہ

فقہاء نے بعد نماز جنازہ کہہ کر چھ بھی تجلیہ کے بعد دعا سے منع کیا ہے سلام کے بعد نہیں

فقہاء کے اختلافات

دعا منوع بعد نماز جنازہ کے متعلق فقہی عبارات

دعا بعد نماز جنازہ پر محرر سطور کا ایک دیوبندی مولوی سے مناظرہ کا معاملہ اور اس کی تحریر کہ میں تو ذکر فرمادعا مانگنا جائز ہے

منذی چشتیوں کے دیوبندی مولویوں کے فتویٰ کی نقل

فقہاء کی عبارات میں لایقوم بالدعا وغیرہ کا مطلب

صاحب رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" کا نقل عبارت میں صریح جھوٹ

فقہ کی کتاب البحر الرائق میں ابن تیمیہ کا سبق حکم

ابن تیمیہ کی فقہی غلطی پر دیوبندی انور شاہ کشمیری کی گرفت

ابن تیمیہ کی عبارت کلی طور بھی غلط ہے

ابن تیمیہ کی عبارت نقل کرنے میں علمائے دیوبند کی بددیانتی

دعا بعد نماز جنازہ پر محرر سطور کا علمائے دیوبند سے ایک تاریخی مناظرہ اور ان کی یادگار محنت

علمائے دیوبند کی کفریہ عبارات

کتاب البحر الرائق کی عبارت دیوبندی علماء کو لے ڈوبی

دعا بعد نماز جنازہ کے انکار کی اصل دیوبندی وجہ

بادیہ بدعت ہونے کے کسی نیک کام سے نہ روکا جائے

نماز جنازہ کے بعد دعا کے متعلق ایک غیر مقلد مولوی سے محرر سطور کی گفتگو

مستحب کاموں سے روکنے کے دیوبندی و وہابی ہمانوں پر ایک ضرب

اور مستحب سے منع کرنے کیلئے مولوی کفایت اللہ دہلوی کی نقل روایات و اقوال میں بددیانتی

الزام مالا یلزم کا دیوبندی ہمان اور اس کا حشر

دیوبندیوں کی تہذیبی جماعت کو الزام مالا یلزم کی بدیانت

صلوٰۃ و سلام نقل اذان و دعا بعد نماز جنازہ عبارات غیر موقوفہ ہیں انہیں موقوفہ بنانا مداخلت فی الدین ہے

اوقات مذہب

علمائے دیوبند مالداد آرمیوں کے جنازوں کے بعد دعا مانگتے ہیں مگر غریبا کے جنازوں پر اسے بدعت بنا دیتے ہیں

خارجیوں کی اصل عبداللہ تمیمی اور حرقوس کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر الزام گناہ و ناانصافی

مسئلہ توحید و اتباع شریعت میں غلط فہمی و غلو و افراط میں بدست تبلیغی خارجیوں کا نجس نمبر عبداللہ نامی شخص جو حقیقتاً منافق گستاخ رسول اور بظاہر لشکر اسلام کا انصاری صحابی رسول تھا اپنے زعم تقویٰ و تبلیغ دین میں جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے موقع پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے کھڑا ہو گیا تھا اور معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ظلم و ناانصافی کا مرتکب و حکم خداوندی راغبیوں کا نافرمان قرار دے کر اس عظیم پاک ذات و اندل اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تبلیغ کر رہا تھا کہ اِذَا عَلِمَ بِمَا مُحَمَّدٌ اَسَ مُحَمَّدٌ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) انصاف کیجئے یعنی معاذ اللہ آپ مال غلط تقسیم کر رہے ہیں۔ یہ روایت صحیح بخاری و مسلم و دیگر مورخین نے بھی مختلف الفاظ میں ذکر کی ہے۔ بخاری کی روایت میں قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الْأَنْصَارِ یَحْسِبُ۔ (الصارم المسلول ابن تیمیہ ص 225 طبع حیدر آباد دکن) یعنی وہ عبداللہ انصاریتہ کی جماعت سے تھا۔

سب گستاخ رسول علماء و قاری و متقی و مبلغین اسلام اسی گستاخ رسول عبداللہ کی جڑ سے نکلے ہیں

اس گستاخ رسول عبداللہ نے جب بار بار حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں یہ گستاخی کی کہ آپ مال صحیح تقسیم نہیں فرما رہے تو حضرت عمرؓ نے آپ سے اجازت مانگی تھی کہ اسے قتل کرویں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا دَعَا اَسَ اس کی حالت پر چھوڑ دو کیونکہ اس کی اصل سے بڑے بڑے نمازی اور روزہ دار و قاری پیدا ہوں گے ہونماز و روزہ و قراءت قرآن کے باوجود کافر ہوں گے (الصارم المسلول ص 219)

عبداللہ انصاری کی جڑ سے پیدا شدہ گستاخ رسول کافر نمازی و کافر روزہ دار و کافر قاری مسلمانوں میں قیامت تک چلیں گے

انہیں گستاخ رسول موحدین و مبلغین و قاری و علماء سوء مرتدین کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ:

لَا يَزَالُونَ يَخْرُجُونَ حَتَّى يَخْرُجَ آخِرُهُمْ مَعَ الْمَسِيحِ الدَّجَالِ (الصارم المسلول ص 17) یعنی میری امت میں ایسے گستاخ رسول علماء و قراء و مبلغین و نمازی پیدا ہوتے رہیں گے یہاں تک کہ ان کے آخری لوگ دجال کے ساتھ مل جائیں گے۔

مسئلہ توحید و تقویٰ و اتباع شریعت میں غلو بھی گستاخی رسول کا باعث بن سکتا ہے ابن تیمیہ صاحب کہتے ہیں فَإِنَّ الْقَوْمَ لَمْ يَتَعَرَّضُوا لِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَلَّ كَانُوا يُعْظِمُونَهُ وَيُعْظِمُونَ أَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَلَكِنْ غَلَوْا جَارُوا بِهِ حَدَّةً (الصارم المسلول ص 179) وہ گستاخ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منکر نہیں تھے بلکہ وہ آپ کی اور ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہم کی تعظیم بھی کرتے تھے مگر دین میں غلو و افراط کی وجہ سے آپ پر شرک و خلاف شریعت ہونے کا حکم کر کے آپ کو تبلیغ بھی کرتے تھے۔

عبداللہ و حرقوس کے اذتاب گستاخ مفتی نمازی و روزہ دار قاری کافر ہیں عبداللہ کی گستاخی اور حضرت عمرؓ کے اس کے قتل کی اجازت مانگنے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تھا کہ عبداللہ کی اصل یعنی گستاخی رسول سے ایک قوم پیدا ہوگی کہ ان کی نمازوں و روزوں کے سامنے تم اپنی نمازیں و روزے بچھا کر دو گے وہ قرآن بھی پڑھیں گے مگر دین سے باہر ہوں گے۔ (الصارم المسلول ص 219) یعنی کافر ہوں گے۔

عبداللہ و حرقوس گستاخوں کی جڑ سے پہلا گستاخ فرقہ "خارجی جماعت" پیدا ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خبر کے مطابق ان گستاخوں کے اثر سے صوفی نما۔ مولوی صورت۔ قنسوہ و دستار جب و رومال۔ تبلیغ و لوٹا نواز تہجد و نوافل کے پابند مبلغین و فقہ و حدیث کے علم بردار علماء و مقررین بے مثال مگر گستاخ رسول پیدا ہوتے رہے اور ہو رہے ہیں اور آمد دجال تک ہوتے رہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر شرک و ظلم کا فتویٰ دینے کے بعد انہوں نے اہل ایمان پر "بدعت" بازی کا سب سے پہلا حملہ امیر المؤمنین سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر کیا۔ ہم اپنی تالیف کتاب "دیوبندی مذہب" کی ابتدا میں "تاریخ اسلام" مؤلفہ حمید الدین ایم۔ اے۔ لکچرار پنجاب یونیورسٹی لاہور طبع فیروز سنز لاہور کے صفحہ 193 کے حوالہ سے اس کی یہ عبارت لکھ چکے ہیں کہ "(قاتلین عثمان) کا ساتواں الزام یہ تھا کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے مذہب میں بعض ایسی بدعتیں پیدا کیں جن کو اکثر صحابہ نے ناپسند کیا"۔ الخ (تاریخ اسلام ص 193)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرک اور حضرت عثمان غنی کو بدعتی قرار دینے والے ان بدنام مفتیوں نے بدعتی قرار دے کر حضرت عثمان کو شہید کرا دیا اور پھر حضرت علیؓ کو بھی مشرک

کہہ کر شہید کر ڈالا۔

اپنے آپ کو مؤید اور متقی و متبرک سمجھنے والے یہ اشیاء جنگِ مہین سن 37 ھ میں حضرت علی سے بغاوت کر کے آپ کی فوج سے خارج ہو گئے تو اس گستاخ رسول و گستاخ خلفاء و اولیاء کردہ کا نام "خارجی" مشہور ہوا۔ علامہ ابن کثیر دمشقی متوفی 774 ھ لکھتے ہیں کہ ان خارجیوں کا امیر المؤمنین حضرت علی پر یہ ہی الزام تھا کہ **يَا عَلِيُّ اَشْرَكَتَ بِفِي دِينِ النَّمِ الْبَرِّ جَالًا وَلَا حَكَمًا إِلَّا لِلَّهِ** (الہدایہ و التہایہ ج 7 ص 281 طبع مصر) اے علی تو نے اللہ کے دین میں مردوں کو اللہ کا شریک بنا لیا ہے اور اللہ کے سوا کسی کا حکم نہیں چل سکتا۔ وہابی دیوبندی فرقہ کے شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے یہ بات شرحِ حدیث سے قبول کی ہے کہ یہ گستاخ رسول و گستاخ خلفائے رسول "خارجی" فرقہ انہیں گستاخ رسول منافقین و عبد اللہ تمبی و حرقوس کی غلامت سے ہی پیدا ہوا تھا۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مخالف بدل و شریعت کہنے والے کا حلیہ خبیثہ ڈنگی آکھیں، اونچا ماتھا، بھاری داڑھی، موٹی کالیں، سر موڑا ہوا بیان کرنے کے بعد ہوالہ بخاری و مسلم لکھتا ہے **وَذَكَرَ الْحَدِيثَ فِي صِفَةِ الْخَوَارِجِ وَفِي آخِرِهِ يَقْتُلُونَ أَهْلَ الْإِسْلَامِ وَيَدْعُونَ أَهْلَ الْأَوْثَانِ**۔ (ابن الصارم المسلول ابن تیمیہ ص 220) یعنی اہل ایمان بلکہ جان ایمان صلی اللہ علیہ وسلم کو مشرک و ظالم قرار دینے والے یہ بد بخت لوگ "خارجی" فرقہ کے ہی پیشوا تھے۔

منافقین سے "خارجی" اور خارجیوں سے "وہابی" نمودار ہوئے

صحیحین کے حوالہ سے ابن تیمیہ نے خارجیوں کی علامت واضح طور پر بیان کر دی ہے کہ مسلمانوں کو قتل کرنا اور غیر مسلموں سے درگزر و محبت خوارج کا شیوہ ہے۔ حریم شریفین سے شرفاء مکہ و حکومت ترک کا انخلاء وہابیوں کے انگریزوں سے اتحاد اور اہل مکہ و مدینہ مؤمنین کے قتل سے ہی وقوع پذیر ہوا۔ اہل اسلام سے دشمنی اور عیسائیوں یودیوں سے مؤاخات وہابیوں کی ضرب المثل ہے اور گستاخی انبیاء و اولیاء میں وہابی اپنے پیشوا "خوارج" کے طابق النعل بالنعل ہیں اور مسلمانوں کو مشرک و بدعتی قرار دینے میں بیحد "خوارج" ہیں۔ چنانچہ خاتمہ منافقین امام الفقہاء الاحناف سید ابن عابدین شامی لکھتے ہیں کہ خارجی اور وہابی یہ دونوں فرقے اسلام کے باغی ہیں۔ **كَمَا وَقَعَ فِي رَمَانَا فِي أَتْبَاعِ عَبْدِ الْوَهَّابِ الَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ تَجْدٍ وَ تَغْلِبُوا عَلَى الْحَرَمَيْنِ** (رد المحتار علی الدر المختار ج 3 ص 319) یعنی باغی اسلام ہونا "خوارج" کا مسلم ہی ہے مگر محمد بن عبد الوہاب نجدی کے پیروکار "وہابی" بھی کفایت اسلام ہیں۔ پھر لکھتے ہیں

و حکم الخوارج عند جمهور الفقهاء والمحدثين حكم البغاة (رد المحتار ج 3 ص 319) اور خارجیوں کا حکم جمهور فقہاء و محدثین کے نزدیک یہ ہے کہ وہ باغیان اسلام ہیں۔

منافقین سے "خارجی" اور خارجیوں سے "وہابی" اور وہابیوں سے "دیوبندی" فرقہ پیدا ہوا

ابن تیمیہ کی الصارم المسلول کے حوالہ سے آپ پڑھ چکے کہ گستاخان رسول کسی غیر مذہب سے ہی نہیں بلکہ خود مسلمانوں سے بھی توحید و دین میں افراط و غلو کا شکار کافی علماء و متقیان ناخوار انبیائے کرام کی بے ادبی کی وجہ سے کافر ہو گئے ہیں یعنی مسئلہ توحید و اتباع شریعت میں غلطی انہماک ان کی بربادی ایمان کا سبب بن گیا اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و عظمت کے نشہ میں مدھوش ہو کر اللہ تعالیٰ کی تحمید و توصیف کے ساتھ ساتھ اللہ کی طرف غلط امور مثلاً ادکان کذب وغیرہ کی نسبت کر کے اور حضرات انبیائے کرام کی توہین و تذلیل کے مرتکب ہو کر مرتد ہو گئے۔ وہابیوں نے مسائل توحید کے بیان میں انبیائے کرام اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی ذلیل کیا۔

حریم شریفین پر قابض موجودہ سعودی وہابی حکومت کے جلالت الملك سعود بن عبد العزیز کے حکم سے مطبوعہ رسالہ (الملك الواضح اللطيف في ارشاد الحاج الى هدى النبي الخيت ص 30) میں واضح طور پر لکھا گیا ہے۔

فالدعاء والندب والنذر وغير ذلك من العبادات إنما هو لله وحده لا يجوز صرف شئ منه للنبي ولا لولي ولا لملك فلهو لا كلهم عبدة أولئك مملوكون لله تعالى الخ (ص 30) یعنی یہ نبی ولی فرشتے سب کے سب ذلیل بندے ہیں اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں۔

دیکھئے وہابی فرقہ کی حکومتی کتاب المنسك الواضح جس کے ناسخ پر اتر بوضعه صاحب الجلالة سعود بن عبد العزيز طبع شدہ ہے۔ میں انبیائے کرام کو اولاد جس کا ترجمہ ذیل ہے لکھا گیا ہے۔ اس کتاب میں درج مسئلہ نذر وغیرہ اور اس کی عبارت کی فنی حیثیت پر گفتگو بڑی طویل بھی ہو سکتی ہے۔ ایک آدمی کے لئے لفظ جلالت کا استعمال بھی خارجی نجدی اصول سے چیلنج کیا جاسکتا ہے۔ مگر ہم اس وقت یہ بتانا چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کاتبوں کے لئے یا نبیوں کا اپنے لئے تمام الفاظ کا استعمال امت کے لئے جائز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو **فَعَصَى آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَى** فرمایا۔ نور آدم علیہ السلام نے اپنے لئے ظلمنا انفسنا میں لفظ ظلم

استعمال فرمایا مگر کوئی امتی حضرت آدم کو عاصی، نافرمان اور ظالم کہے تو کفر ہے۔ اسی طرح انبیاء علیہم السلام کو ذلیل کہنا ان کی بارگاہِ عزت پناہ میں گستاخی و کفر ہے۔ کیونکہ لفظ ذلیل ہمارے محاورہ میں توہین کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ تو جس طرح وہابی گستاخ ہیں دیوبندی علماء بھی ان گستاخیوں میں وہابیوں سے متحد ہیں۔ چنانچہ امام الاشقیاء گستاخ انبیاء مولوی محمد اسماعیل دہلوی نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب "تقویت الایمان" میں خارجیوں وہابیوں کی طرح غلط توحید کے نشہ میں بدست ہو کر منافقوں خارجیوں وہابیوں کی طرح حضرات انبیائے کرام علیہم السلام کی شان میں لبراً اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں خصوصاً کثیر گستاخانہ الفاظ کے استعمال نے مانہ وہابیوں کی طرح ذلیل کا لفظ بھی بکا وہ شقی تقویت الایمان میں کہتا ہے "یقین جان لینا چاہئے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے ہمارے بھی زیادہ ذلیل ہے (تقویت الایمان ص 16)۔

وہابیوں نے الملک الواضح میں اذلاء یعنی ذلیل کہا اور اسماعیل نے ہمارے زیادہ اہل کہا اور دیوبندی فرقہ کے سب آوے کے مرکزی تمام گیر امام ربانی رشید احمد گنگوہی نے اہیت الایمان کی ان ایمان سوزیوں کو عین ایمان اور منافقوں خارجیوں اور وہابیوں کی گستاخیوں کی اس پٹاری اور اس کے کفریات میں ان سے متحد ہونے کا کھلا اقرار کیا ہے۔ گنگوہی صاحب نے ہیں۔

1- عقائد میں سب متحد مقلد و غیر مقلد ہیں (فتاویٰ رشیدیہ ج 2 ص 10)

2- محمد بن عبد الوہاب کے مقتدیوں کو وہابی کہتے ہیں ان کے عقائد عمدہ تھے (فتاویٰ رشیدیہ ص 111)

3- کتاب تقویت الایمان نہایت عمدہ کتاب ہے (الی قولہ) اس کا رکھنا اور عمل کرنا عین ایم ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ ج 1 ص 20)

منافقوں خارجیوں وہابیوں کے توحید میں مفرطانہ غلو اور دین کی غلط تعبیر و سنت و بدعت کی ساختہ میزان کی حمایت میں علمائے دیوبند ان کے شریک کھاتے ہوئے۔ بلکہ بعض اشقیاء نے تو عقین و خوارج و وہابیہ کے گستاخانہ اصول یعنی حضرات انبیائے کرام کی بے ادبی کو عین ایمان و ایم قرار دیا ہے۔ اس گستاخ فرقہ کے پیشوا تھانوی صاحب لکھتے ہیں "وہابی کے معنی ہے با ایمان اور بدعتی کے معنی ہیں با ادب بے ایمان" (افاضات الیومیہ ج 4 ص 170)۔ تاریخ رسول خارجیوں کے نئے ایڈیشن ہے ادب وہابیوں کو با ایمان اور بے ادبی کو ایمان قرار دینے والے بس فرقہ کی حقیقت و سریرت پر مزید روشنی ڈالنے کی ضرورت نہیں۔ بے ادب با

ایمان اور با ادب بے ایمان کے اس دیوبندی فیصلہ کو بار بار پڑھئے اور شیطانی سازش کے اس گورکھ دھندا کو از خود پہچان لیجئے کہ

کہاں اگلی غلاظت کفر نے بدبو کہاں تک ہے

اہل ایمان پر شرک کے لفظ کا استعمال منافقوں نے چالو کر کے سب سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مشرک کہا پھر خارجیوں نے حضرات خلفائے راشدین پر شرک کی پریکٹس کے ساتھ ساتھ مسلمانوں پر بدعت کے لفظ کا مزید اضافہ کر کے انہیں مشرک بھی کہا اور بدعتی بھی۔ بعد وہابیوں نے منافقوں و خارجیوں کی شاگردی میں حضرات انبیاء و اولیاء کے غلاموں پر یہ سیف بے نیام استعمال کر کے اپنی عاقبت برباد کی اور پھر علمائے دیوبند نے ان منافقانہ و خارجیانہ نیزوں کو تمام اولیائے کرام اور ان کے پیروکاروں کے سینوں میں پیوست کر کے اپنا ایمان برباد و خاتمہ خراب کر لیا۔ علمائے دیوبند اور غیر مقلد وہابیوں و نجدیوں کی وحدت خارجیانہ کے متعلق مزید تفصیل کے لئے میری تالیف کتاب "دیوبندی مذہب" کا ضرور مطالعہ کیجئے۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ حنفیہ کے بہروپ میں ملت اسلامیہ کے لئے عذاب الہی خروج و نفاق کا سراسر تعفن اور بظاہر شریعت و حقیقت زہر ہلاک گرہ بجالی و مظاہر شیونائے الہی کی ہر تخلیقی منظری و عطائی شان کو شرک اور معمولات اولیائے کرام کے ہر مستحب و مباح امر کو بدعت میں قرار دے کر کس طرح نفاق و خارجیت کی نمک حلائی کر رہا ہے۔

منافقانہ و خارجیانہ سازش کا عبرتناک انجام

اہل سنت و جماعت اور خارجیانہ سازش کا شکار وہابی اور دیوبندی یہ تینوں فرقے اہل سنت ہونے کے مدعی چلے آ رہے ہیں مگر منافقانہ و خارجیانہ توحید و سنت کی بنیاد پر اہل سنت و جماعت جمہور اہل اسلام پر وہابیوں و دیوبندیوں کے فتاویٰ شرک و بدعت نے وحدت ملی کو تار تار کر کے جس تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے وہ کسی سے بھی مخفی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے خلفائے حق پر شرک و بدعت کے الزامات کی طرح آپ کی امت مقبولانِ بارگاہِ الہی عاشقانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و ادب گسترانِ بارگاہِ رسالت و جمہور مسلمین پر وہابیوں و دیوبندیوں کی شرک و بدعت باری سے ہر شر و قریہ میں آئے دن جنگ و جدال، مناظرے و مجادلے اور فریقین کے باہمی دست و گریبان ہونے کے حادثات روزمرہ کا معمول بن چکے ہیں۔ خصوصاً آج کل صلوٰۃ و سلام علی خیر الانام قبل اذان اور دعاء بعد سلام نماز جنازہ پر مخر سطور کے منکرین سے کئی مناظرے ہوئے۔ بعض خیر خواہوں اور مریدین و تلامذہ کا بدت سے اصرار تھا کہ

جن دلائل قاہرہ سے میں نے مختلف مناظرین کو لاجواب شکستوں سے دوچار کیا وہ ایک رسالہ کی صورت میں قلمبند کردوں - رسالہ پیش خدمت ہے - اس کو پڑھئے اور وہابیوں دیوبندیوں خارجیوں کو راہ راست دکھائیے اور میرے لئے دعائے خیر بھی فرمائیے -

طالب وعام

غلام مہر علی

خطیب جامع مسجد غلہ منڈی چشتیاں شریف

مہتمم دارالعلوم عربیہ اسلامیہ نور الدارس صدر عید گاہ ہائی وٹے روڈ چشتیاں شریف

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على مظهر محموديته سيدنا محمد العالمين وعلى آله واصحابه اجمعين -

ان اعمال و افعال کو جو اپنی انفرادی حیثیت سے شرعاً مستحسن اور نیک کام ہوں مگر کسی زمانہ میں کسی دینی مصلحت کیلئے عملاً ان کی اجتماعی صورت پیدا ہو گئی ہو یا وہ امور خیر نسکی فضیلت و ترغیب عمل تو شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام سے موجود ہو مگر آپ کا کرنا ثابت نہ ہو - ایسے امور کو مطلقاً بدعت و مذموم و حرام قرار دیکر شیرازہ امت کو تار تار کرنا یہ ایک فتنہ ہے - جس کا دھندا بعض فریب خوردہ خارجیت علماء بڑے ولولے سے چلانے میں مصروف ہیں - گویا کہ باوجود کتب فقہ میں روزمرہ مستحبات و حظروااحت کی اباحت پڑھنے پڑھانے کے فرض و واجب و سنت کے علاوہ مستحب یا مباح نام کا کوئی فعل ان کے نزدیک کوئی شرعی حکم رکھتا ہی نہیں -

حالانکہ احکام شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی جو تقسیم علمائے اصول یا فقہائے کرام نے اپنی اصطلاح میں کی ہے - سب کے نزدیک استحباب احکام شریعہ میں سے ایک منقسم شرعی حکم ہے - علمائے اصول نے اپنی اصطلاح میں احکام شریعت کی تقسیم یوں کی ہے -

امام الاصولین علامہ ابوالوہید محمد بن رشد قرطبی اپنی مستند کتاب بدایۃ الہتد میں لکھتے ہیں :
وَأَمَّا الْمَعْنَى الْمَتَدَاوِلَةُ مِنْ هَذِهِ الطَّرَفِ اللَّفْظِيَةِ لِلْمُكْتَلِفِينَ فَهِيَ أَيْتَانِ : بِشَيْءٍ وَإِمَّا نَهَى عَنْهُ وَإِمَّا تَخْيِيرٌ فِيهِ وَالْأَمْرُ أَنْ فُهِمَ مِنْهُ الْجَزْمُ وَتَعْلُقُ الْعُقَابُ بِتَرْكِهِ سُمِّيَ وَاجِبًا وَإِنْ فُهِمَ مِنْهُ الثَّوَابُ عَلَى الْفِعْلِ وَانْتَفَى الْعُقَابُ مَعَ التَّرْكِ سُمِّيَ تَذْبِئًا وَالتَّخْيِيرُ أَيْضًا أَنْ فُهِمَ مِنْهُ الْجَزْمُ وَتَعْلُقُ الْعُقَابُ بِالْفِعْلِ سُمِّيَ مُحَرَّمًا وَ مُحْظُورًا وَأَنْ فُهِمَ مِنْهُ الْحَثُّ عَلَى تَرْكِهِ مِنْ غَيْرِ تَعْلُقِ عُقَابٍ بِفِعْلِهِ سُمِّيَ مَكْرُوهًا فَتَكُونُ أَصْنَافُ الْأَحْكَامِ الشَّرْعِيَّةِ الْمُلْتَقَاةِ مِنْ هَذِهِ الطَّرِيقِ خَمْسَةً وَاجِبٌ وَ مُتَنَلِّوٌّ وَ مُحْظُورٌ وَ مَكْرُوهٌ وَ مُخَيَّرٌ فِيهِ وَهُوَ الْمَبَاحُ - (بدایۃ الہتد و نہایتہ المقصد ج ۱ ص ۵ طبع مصر)

واجب - وہ ہے کہ اس کے کرنے کا حکم قطعی ہو اور نہ کرنے پر سزا کی وعید ہو -

حرام - وہ ہے کہ اس سے قطعی طور پر منع کر دیا گیا ہو اور کرنے پر سزا کی وعید ہو -

مُتَنَلِّوٌّ - مستحب وہ ہے کہ اس کے کرنے کی ترغیب دی گئی ہو اور نہ کرنے پر سزا نہ ہو -

مکروہ۔ وہ ہے کہ اس کے کرنے سے منع کیا جائے مگر کر لینے پر سزا نہ ہو۔

مباح۔ وہ ہے کہ امت کو اس کے رکھنے یا نہ کرنے میں اختیار ہو۔

اہل غواہر غیر مقلدین کے مسلم فقہ و محدث صدیق حسن صاحب بھوپالی اپنی کتاب "مسک الحتام شرح بلوغ النعمان" میں احکام شریعت کی اسی تقسیم کو تسلیم کرتے ہوئے صاحب بلوغ الامام شیخ الاسلام ابن حجر مقدسی کے الفاظ "للا احکام الشرعیۃ کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں (احکام) مع حکم است و آن نزد اہل اصول خطاب خدا است کہ متعلق باشد بافعال من حیث ہو ملک و آن بخ است۔ وجوب۔ تحریم۔ مذہب۔ کراہت۔ اہانت۔ (مسک الحتام ج 1 ص 10)

اب فقہائے اسلام نے احکام مشروع کی یہ تعریف اپنی اصطلاح میں کی ہے ملاحظہ ہو۔ خاتمة الفقہاء امام ابن عابدین کہتے ہیں۔

اعلم ان المشروعات اربعة اقسام فرض و واجب و سنت و نفل (رد المحتار ج 1 ص 72 طبع مصر) جان لے کہ شریعت میں مشروع افعال کی چار قسمیں ہیں۔ فرض، واجب، سنت، نفل۔

علمائے اصول نے استحباب کو مذہب اور فقہاء نے اسی استحباب کو نفل کی تعبیر سے علم شرعی تسلیم کیا ہے۔

آپ نے واضح طور پر بڑھ لیا کہ مذہب و امر مندوب و نفل و مستحب اجمالاً سب علماء امت کے نزدیک ایک مسلم شرعی حکم ہے اور علماء ماہرین احکام شریعت اسی امر مستحب کو مختلف الفاظ سے تعبیر کرتے ہیں۔ امام الفقہاء محمد علاؤ الدین صکنی در مختار میں لکھتے ہیں۔

و مستحب و یُسَمَّى مَتْلُوباً و اَدْباً و فَضِيلَةً۔ مستحب کو مندوب و ادب و فضیلت بھی کہتے ہیں۔

صاحب در مختار کے ان الفاظ کی شرح میں خاتمة المحققین امام ابن عابدین شامی رد المحتار میں لکھتے ہیں۔

زاد غیرہ و نفل و تطوعاً و قد جرى ما اليه الاصوليون من عدم الفرق بين المستحب و المتدوب و الادب كما في حاشية نوح آفندي على النور فسَمَّى مُسْتَحَبّاً من حيث ان الشارع يُحِبُّهُ و يُؤَيِّدُهُ و مَتْلُوباً من حيث انه يَسَّرُ ثَوَابَهُ و فَضِيلَتَهُ من ثَلَبِ الْمَتِّ و هو تعديد محاسنه و نفل من حيث انه زائد على الفرض و الواجب و يزيد به الثواب و تطوعاً من حيث ان فاعله يفعلُه تَبَرُّعاً من غير ان يُؤْمَرَ به حتماً (الى قوله) و قد يُطلق عليه اسم السُنَّةِ

و صرح القهستاني بانه دون سنن الزوائد قال في الامداد و حكمه الثواب على الفعل و عَدَمُ التَّوَمُّعِ عَلَى التَّرَكِّ (الى قوله) و لا شك ان تَرَكَ الْمَتْلُوبَ خِلَافُ الْأَوَّلِ (رد المحتار ج 1 ص 87)

امام صکنی و علامہ شامی طبعاً الرحمة کی عبارات کا خلاصہ یہ ہوا کہ مستحب کو ہی مندوب اور ادب اور فضیلت اور نفل و تطوع بھی کہتے ہیں۔ اسے مستحب اس لئے کہا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے محبوب جانا۔ امام طحاوی در مختار کی شرح میں لکھتے ہیں کہ لفظ مستحب میں حرف سین اور حرف تا معنی طلب کے لئے ہیں۔ اصل لفظ محبت ہی ہے اور اس مستحب کو مندوب اس لئے کہا جاتا ہے کہ یہ لفظ مذہب سے لیا گیا ہے۔ کسی آدمی کی وفات کے بعد اس کے محسن و خوبیاں بیان کرنے کو مذہب میت کہتے ہیں تو چونکہ شارع علیہ السلام بھی مستحب فعل کی خوبیاں بیان فرما دیتے ہیں۔ اس لئے اس کو مندوب بھی کہہ دیا جاتا ہے اور اسے نفل اس لئے کہتے ہیں کہ یہ مستحب فعل فرض و واجب سے زائد ہوتا ہے۔ نیز اس کے کرنے سے ثواب میں زیادتی بھی ہوتی ہے۔ اور اسے تطوع پائیں وجہ کہا جاتا ہے کہ فعل مستحب کرنے والا اسے کسی حتمی حکم کے بغیر تبرعاً کرتا ہے۔ اور بعض فقہاء اسے سنت بھی کہہ دیتے ہیں۔ علامہ قہستانی نے کہا ہے کہ اسے سنت کہنے کی صورت میں یہ سنت سنن زوائد سے کم مرتبہ کی سنت ہوگی۔ اور مستحب کرنے والے کو ثواب ملتا ہے اور نہ کرنے پر ملامت نہیں ہوتی مگر مستحب کام نہ کرنا بہتر نہیں یعنی کرنا چاہئے۔

امام شمس الدین قہستانی کے مطابق سنت کی تین قسمیں ہوں گی۔ سنت مذکورہ۔ سنت غیر مذکورہ۔ سنت مستحب۔

مستحب کی تعریف علماء نے مستحب و مندوب کی کئی تعریفیں کی ہیں۔ فقہ کی مشہور کتاب در مختار میں علامہ صکنی نے مستحب کی تعریف یہ کی ہے۔ و هو ما فعله النبي صلى الله عليه وسلم مَرَّةً وَ تَرَكَهُ آخَرَى وَمَا أَحَبَّهُ السَّلَفُ۔ (در مختار علی ما مش رد المحتار ج 1 ص 111) یعنی مستحب وہ فعل ہوتا ہے جسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کبھی کیا اور کبھی چھوڑ دیا اور وہ فعل بھی مستحب ہوتا ہے جسے سلف مشائخ نے محبوب جانا۔

دیوبندی فرقہ کے مشہور پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی مستحب کی اس دوسری قسم یعنی فعل محبوب مشائخ کو ان الفاظ سے تسلیم کرتے ہیں۔ سَمَّى مُسْتَحَبّاً باعتبار انه أَحَبَّهُ عُلَمَاءُنا (بوادر النوار تھانوی ص 777) یعنی نماز کی نیت کرتے وقت منہ سے بھی نیت ادا کر لینا یہ مستحب پائیں معنی ہے کہ ہمارے علماء نے اسے اچھا جانا ہے۔ نہ بایں معنی کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایسا کیا ہے یا اس کی ترغیب فرمائی ہے۔

مواوی عبدالحی صاحب کھنوی بھی یہی لکھتے ہیں کہ نماز کی نیت دل میں کرنا تو ضروری ہے مگر زبان سے بھی کہہ لینا محبوب علماء کی رو سے مستحب ہے۔

وَمُسْتَحَبٌّ عَلَى مَافِي الْمَنِيَةِ أَيْ بِمَعْنَى مَا فَعَلَهُ الْعُلَمَاءُ وَاسْتَحَبُّوا لَا بِمَعْنَى مَا فَعَلَهُ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ رَغَبَ إِلَيْهِ فَإِنَّهُ لَمْ يَثْبُتْ - (عمدة الرعاية) زبان سے نماز کی نیت کرنا مستحب ہاں طور ہے کہ اسے علماء و مشائخ نے محبوب سمجھا اور کیا۔ اس معنی میں یہ مستحب نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے کیا یا اس کی ترغیب دی۔ کیونکہ آپ کا زبان سے نیت کرنا یا امت کو ترغیب دینا ثابت نہیں۔ صاحب در مختار و عمدة الرعاية و بواور النواور کی ان عبارات سے مستحب کی دو قسمیں ثابت ہو گئیں۔

1۔ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے محبوب جانا اور کبھی خود بھی کیا اور اس کی ترغیب بھی فرمائی۔

2۔ نہ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود کیا اور نہ ہی ترغیب دی بلکہ علماء نے اسے محبوب جانا اور کیا۔

اب مستحب کی تیسری تعریف جو سب سے زیادہ صحیح ہے امام ابن ہمام صاحب فتح القدیر شرح ہدایہ کی زبانی سنئے۔

فَلَاؤَلَى مَافِي التَّحْرِيرِ أَنْ مَا وَاطَّبَ عَلَيْهِ مَعَ تَرْكِي مَا بِلَا عَذْرٍ سَنَةً وَمَالَمْ يُوَاطَّبَ عَلَيْهِ مَتَلُوبٌ وَمُسْتَحَبٌّ وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْهُ بَعْدَ مَا رَغِبَ فِيهِ (روا المختار ج 1 ص 87)

سنت اور مستحب کے درمیان فرق کے لئے مستحب کی بہترین تعریف یہ ہے کہ جس کام کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمیشہ کیا مگر بغیر کسی عذر کے کبھی اسے ترک بھی فرمایا وہ سنت ہے اور جس کام پر مواظبت نہ فرمائی بلکہ اس کام کو خود کبھی نہ کیا صرف اس کی ترغیب فرمادی تو یہ مستحب ہے۔ امام ابن ہمام نے اپنی کتاب التحریر میں مستحب کی یہی تعریف کی ہے اور یہی اولیٰ ہے۔

ظاہر ہے کہ علماء و مشائخ کے محبوب فعل کو در مختار و عمدة الرعاية و بواور النواور کے مطابق مستحب قرار دینا اس کے لغوی معنی یعنی محبوب فعل کے لحاظ سے مستحب کہا جاتا ہے جیسا کہ فقہاء متقول عن العلماء کو بھی سنت کہہ دیتے ہیں۔ جیسا کہ دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب لکھتے ہیں: "سنت کے کئی معنی ہیں۔ 1۔ منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ 2۔ منقول عن الخلفاء الراشدين۔ 3۔ منقول عن الرسول صلی

اللہ علیہ وسلم او الصحابة او التابعين۔ الخ 4۔ منقول عن العلماء۔ الخ (بواور النواور تھانوی ص 778 طبع دیوبند) یعنی سنت کے تیسرے معنی بھی الطریقة المسلوكة فی الدین کے لحاظ سے جس طرح متقول عن العلماء کو سنت کہہ دیا جاتا ہے اسی طرح فعل محبوب علماء و مشائخ کو بھی فقہاء مستحب کہہ دیتے ہیں ورنہ مستحب کی اولیٰ واضح تعریف وہ ہی ہے جو امام ابن ہمام نے کی ہے یعنی مستحب دو قسم کا ہوتا ہے۔

مستحب نمبر 1۔ جس کام کی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضیلت بیان فرمائی اور امت کو اس کے کرنے کی تحریص و ترغیب فرمائی مگر وہ کام کرنا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہونا ثابت نہ ہو جیسے کہ جمعہ کے دن کثرت سے درود شریف پڑھنا اور خود اذان پڑھنا کہ یہ اور اس قسم کی بے شمار عبادات کی آپ نے ترغیب فرمائی مگر سنت نہیں ہیں اور بوجہ آپ کی ترغیب کے مستحب ہیں اور اذان کے متعلق امام ترمذی کی روایت میں جو آدھ وار ہے وہ اسی راوی سے دوسری مفصل حدیث روایت کردہ امام احمد میں فَاَمَرَ بِإِذَانِ کے الفاظ میں وارد ہے دیکھو فتح الباری شرح بخاری ج 2 ص 79 طبع لاہور ہے۔

فَعَرَفَ أَنَّ فِي رِوَايَةِ التِّرْمِذِيِّ لِحَيْصَارَ أَنْ مَعْنَى قَوْلِهِ إِذْنٌ أَعْرَبَ لَا لَمْ يَمْ - الخ۔ یعنی امام ترمذی کی روایت میں جو لفظ اذن ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود اذان پڑھی۔ یہ حدیث مجمل ہے اور امام احمد کی روایت میں جو الفاظ فَاَمَرَ بِإِذَانِ ہیں یعنی بلال کو حکم فرمایا تھا کہ اذان پڑھو یہ روایت مفصل ہے اور مجمل مفصل پر محمول ہے تو خود اذان پڑھنا سنت نہیں مستحب ہے۔

مستحب نمبر 2۔ جس کام کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فضیلت بیان فرمائی اور امت کو ترغیب فرمائی اور وہ کام کبھی خود بھی کیا جیسے کہ دعا بعد نماز جنازہ کہ نماز جنازہ بھی نماز ہے اور عمومی ترغیب ہر نماز کے بعد دعا مانگنے کی احادیث میں وارد ہے اور نماز جنازہ کے بعد کبھی کبھی دعا مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت بھی ہے جیسا کہ جنگ موتہ کے شہداء کی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا اور ایک بچے کی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے۔ جس کی تفصیل آئندہ انشاء اللہ آپ دعا بعد نماز جنازہ کی بحث میں پڑھنے والے ہیں۔ تو یہ مستحب کہلاتا ہے اور امام ابن ہمام کی تعریف مستحب کے الفاظ وَإِنْ لَمْ يَفْعَلْهُ بَعْدَ مَا رَغِبَ فِيهِ سے مستحب کی دونوں تعریضیں اور دونوں قسمیں واضح طور پر عیاں ہیں۔ جو بد بخت یہ کہتے ہیں کہ جو کام سنت نہ ہو بس وہ بدعت مذمومہ ہی ہوتا ہے ان کے لئے نازیباں عبرت ہے۔ مستحب کا کرنا اولیٰ (افضل) ہے۔ شریعت مطہرہ کی رو سے جو کام کو فرض واجب یا سنت تو نہ ہو مگر مستحب ہو اس کو چھوڑنا بہتر نہیں ہوتا بلکہ اس کا کرنا افضل و اولیٰ ہوتا ہے۔ اس

مسئلہ کے متعلق خاتمہ المحققین راء من الفقهاء امام سید ابن عابدین فقہ کی مستند و متداول کتاب رد المحتار شرح در مختار میں مختلف اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

ولا شك ان لزوم المندوب خلاف الأولى (رد المحتار ج 1 ص 87 طبع مصر)

اس میں کوئی شک نہیں کہ مستحب کا نہ کرنا اولیٰ و افضل کے خلاف ہے یعنی بہتر یہی ہے کہ مستحب و مندوب کام کرنا چاہئے۔

احکام و ترغیبات عمومی و خصوصی

آپ محقق الفقہاء ابن ہمام کی تعریف سنت و تعریف مستحب پر یہ ہے کہ سنت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرنا ضروری ہوتا ہے مگر مستحب کے لئے آپ کا ترغیب فرما دینا ہی کافی ہوتا ہے کرنا ضروری نہیں ہوتا اور گو کہ محدثین و علمائے اصولین کے نزدیک سنت کی اپنی اصطلاحات کتب علماء میں اور بھی موجود ہیں مگر فقہاء کے نزدیک سنت و مستحب کے فرق کے لئے یہی تعریف معتبر ہے جو امام ابن ہمام کی کتاب "التحریر" سے گزر چکی ہے کہ مستحب کے لئے شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ترغیب فرما دینا ہی کافی ہوتا ہے کرنا شرط نہیں۔ اور اہل علم و دانش پر یہ بھی مخفی نہیں کہ احکام و ترغیبات کی دو قسمیں ہیں۔ عمومی و خصوصی۔ فرائض ہوں یا واجبات، سنن ہوں یا مستحبات قرآن مجید و احادیث نبویہ میں بعض احکام تو افراد و اشیاء کو مخصوص و نامزد کر کے دیئے جاتے ہیں مگر بعض احکام افعال کے لئے مطلق و عام قواعد کلیہ سے ذکر کئے جاتے ہیں اور اس مطلق و عام کے تمام افراد اس حکم میں داخل ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں عمومی و خصوصی احکام | قرآن مجید میں نماز کے لئے وضو فرض ہونے کا حکم سورۃ بقرہ 238 میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ أَلَيْسَ الْأِيمَانُ وَالْوَجوب ثم نماز پڑھنے کا ارادہ کرو۔ پس دھو اپنے موہوں کو اور ہاتھوں کو، کوٹھنوں اور پاؤں کو ٹٹھوں سمیت اور صبح کرو اپنے سروں پر۔

اس آیت کریمہ میں ہر نماز کے لئے وضو کا فرض ہونا اور وضو کے لئے منہ، ہاتھوں، پاؤں کا دھونا اور سر کا مسح کرنا، یہاں عموم حکم اور خصوص حکم دونوں موجود ہیں۔ نماز کے لئے فرضیت وضو کا حکم مطلق و عام لفظ سے دیا گیا ہے یعنی لفظ صلوٰۃ جس کا معنی ہے نماز۔ تو نماز کے تمام افراد نماز ظہر۔ نماز عصر۔ نماز مغرب۔ نماز عشاء۔ نماز فجر۔ نماز جنازہ۔ نماز جمعہ۔ نماز عید وغیرہ سب افراد کو یہ حکم عام ہے اور گو کہ لفظ صلوٰۃ میں نماز ظہر وغیرہ کسی نماز کا نام تو نہیں لیا گیا مگر یہ حکم عام سب افراد کے لئے قطعی ہوگا۔ اسی آیت میں خصوصی حکم بھی دیکھئے کہ وضو

میں دھونے اور مسح کے اعضا کا خصوصی نام لے کر ذکر فرمادیا گیا ہے۔

حدیث نبوی میں عمومی و خصوصی احکام | ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے:

«أَفْرِغْ أَحَدَكُمْ مِنْ صَلَاتِهِ فَلْيَدْعُ بَارِبِعَ» الخ (سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 154 طبع دکن حیدر آباد)

تم میں سے کوئی جب اپنی نماز سے فارغ ہو تو چار چیزوں کی دعا مانگے۔ عذاب جنم۔ عذاب قبر۔ زندگی و موت اور دجال کے قتل سے پناہ مانگے پھر جو چاہے اور دعا کرے۔ مفصل حدیث، لفظ ہم بحث دعا بعد نماز جنازہ میں ذکر کریں گے۔

دیکھئے یہاں بھی نماز کے بعد دعا کا عمومی حکم ہے جو کہ ہر نماز ظہر۔ عصر۔ مغرب۔ عشاء۔ فجر۔ فجر۔ جمعہ۔ عیدین۔ اشراق۔ چاشت۔ نماز جنازہ۔ نماز اوائین۔ وتر۔ نوافل سب کو عام ہے اور سب کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے اور اسی حدیث میں خصوصی حکم بھی ہے کہ جن چیزوں سے بچنے کی دعا مانگنی ہے ان کا نام بھی ذکر فرمادیا گیا ہے اور پھر عام دعا کا ارشاد فرما کر ہر نماز کے بعد حسب فضا دعا مانگنے کا استحباب بھی ذکر فرمادیا گیا ہے۔

دعویٰ خاص و دلیل عام | مذکورہ بالا ذکر احکام کی وضاحت کے بعد اگر کوئی ہٹ و ہرم یا جاہل شخص یہ کہے کہ مثلاً مغرب کی نماز کے لئے وضو فرض نہیں اور اسے مغرب کی نماز کے لئے وضو کی فرضیت کے لئے ارشاد الہی اِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ سنایا جائے تو کہہ دے آیت میں لفظ صلوٰۃ ہے نہ کہ عام ہے اور میرا دعویٰ خاص نماز مغرب کے لئے ہے یا کوئی بے عقل یہ کہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مستحب نہیں اور اسے اِذَا فَرَغَ أَحَدُكُمْ مِنْ صَلَاتِهِ فَلْيَدْعُ الخ۔ سنایا جائے تو کہہ دے کہ یہاں تو لفظ صلوٰۃ عام ہے اور میرا دعویٰ خاص نماز جنازہ کے بعد دعا کے مستحب نہ ہونے کا ہے اور دعویٰ خاص عام دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتا تو ایسے متنازع للیبرالہ کا علاج سوائے سفسمہ علی الخرحطوم کے کسی کے پاس نہیں ہے کیونکہ اس طرح تو کتب اصول فقہ میں عام و خاص کی ساری ابحاث ہی معطل ہو کر رہ جائیں گی۔

صلوٰۃ و سلام قبل اذان و دعا بعد سلام نماز جنازہ

عمومی ترغیب نبوی سے مستحب ہیں

اس تمہید و توضیح کے بعد اب ہم صلوٰۃ و سلام قبل اذان اور دعا بعد فراغ از سلام نماز جنازہ کا مستحب ہونا دو وصلوں میں بیان کرتے ہیں۔ وصل اول در بیان استحباب صلوٰۃ و سلام قبل اذان اور وصل دوم در بیان استحباب دعا بعد نماز جنازہ ہے۔

وصل اول در بیان استحباب صلوٰۃ و سلام قبل اذان

مستند علمائے اصول احکام شریعت و فقہائے احناف کے اقوال کی روشنی میں مستحب کے احکام شریعت سے قرار دینے اور ضرور کو یقین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امت کو کسی کام کی ترغیب فرما دینے اور خود وہ کام نہ کرنے کے باوجود اس کام کے مشہود و مستحب ہونے کے متین ہو جانے کے بعد ہمارا دعویٰ ہے کہ اذان - تکبیر - تلاوت قرآن مجید - وضو - نماز - طواف کعبہ و دیگر ہر اہم و نیک کام سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے - پڑھنے والے کو ثواب ملتا ہے اور نہ پڑھنا خلاف کوئی ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بطور ارشاد عمومی اذان تکبیر وغیرہ سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا ترغیبی ارشاد فرمایا ہے - آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں -

كُلُّ امْرِئٍ ذِي بَالٍ لَا يُبْتَلَاءُ فِيهِ بِحَمْدِ اللَّهِ وَ الصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَهُوَ أَقْطَعُ مَخْشَوْفٍ مِنْ كُلِّ بَرَكَةٍ الرَّهَادِي مِنْ أَبِي هُرَيْرَةَ (جامع صغير امام سیوطی ج 2 ص 92 طبع مصر) یعنی ہر اہم امر و نیک کام جس کی ابتدا میں حمد الہی اور مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ ناقص اور ہر برکت سے محروم ہوگا -

اس حدیث کو محدث رہادی نے اپنی کتاب "الاربعین" میں حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے -

اس فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے واضح ہے کہ ہر نیک و اہم کام سے پہلے حمد الہی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے اور اذان و تکبیر بھی بہت بڑے اہم و نیک کام ہیں - لہذا بطور شمول حکم کل امیر ذی بَالٍ ان سے پہلے بھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے -

اذان امر ذی بَالٍ ہے | اذان کے امر ذی بَالٍ یعنی اہم و مہتم بالشان کام ہونے کے متعلق حدیث شریف ملاحظہ ہو - الْمُؤَذِّنُونَ أَطْلُوهَا النَّاسَ اعْتِقَاقاً يَوْمَ الْقِيَمَةِ : رواه مسلم (معاذہ ص 63) یعنی قیامت کے دن اذان پڑھنے والوں کی گردنیں دوسرے لوگوں سے بلند ہوں گی -

خبر صادق صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد کے بعد یہ واضح ہے کہ اذان امر ذی بَالٍ اور اہم کام ہے - اور جب یہ کام ذی بَالٍ و اہم کام ہے تو ضرور بے مضرب کے حافظ کسی عالم یا مفتی کو یہ حق کس نے دیا ہے کہ اس سے پہلے صلوٰۃ و سلام کو بدعت مذمومہ یا اضافہ قرار دے کر نشاء نبوی سے تصادم کرے -

لفظ کل کا مفاد | لسان عرب میں عموم اور شمول حکم کے لئے الفاظ و حروف موضوع ہیں جن میں سے کل - اذا - من - ما وغیرہ کا استعمال عموم کے لئے ہوتا ہے - کتاب و سنت میں اس کا ذخیرہ موجود ہے - کسی کثیر الافراد امر کے لئے جب کوئی ارشاد فرماتا ہوتا ہے تو لفظ کل سے حکم

عامی فرما دیا جاتا ہے تاکہ جو افراد اس کلیہ کے دائرے میں آئیں وہ حکم ان سب افراد پر نافذ ہو جائے - قرآن مجید میں اس کی ایک مثال دیکھئے - زمین و آسمان کی ہر شے کا اندراج کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں ہے - اللہ تعالیٰ اس امر واقع کی خبر دینے کے لئے اگر ہر شے کا نام لے کر خبر دیتے تو دفتر بھی ناکافی ہوتے اس لئے لوح محفوظ میں ہر شے کے اندراج کی خبر اس طرح دی و کل شئی احصینہ فی کتاب مبین - ہر شے کو ہم نے کتاب مبین میں ضبط کر دیا ہے - اب وہ بھی شے ہے وہ کتاب مبین میں ہے کے اعلان کے بعد کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ یہ نہ فلاں چیز کا نام لے کر نہیں کہا گیا کہ وہ بھی کتاب مبین میں درج ہے لہذا میں نہیں مانتا کہ وہ بھی وہاں درج شدہ ہے - اسی طرح حمد الہی و صلوٰۃ والی مذکور حدیث میں واقع لفظ کل سے ارشاد نبوی کہ ہر نیک کام کی ابتداء میں حمد و صلوٰۃ اگر نہ پڑھی گئی تو برکت نہ ہوگی کے فرمان سے بعد کوئی عالم یا مفتی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اذان کا چونکہ حدیث میں نام نہیں ہے لہذا اس سے پہلے صلوٰۃ و سلام نہیں پڑھا جاسکتا -

حدیث مذکور میں ہر اہم اور اہم کام کی ابتداء میں صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا ارشاد کل امیر ذی بَالٍ سے فرمایا گیا ہے - اصول فقہ کی متعدد و متداول کتاب منار تصنیف عبداللہ بن احمد ابو البرکات نسفی صاحب کنز الدقائق متوفی سن 710ھ میں تصریح سے یہ حکم موجود ہے -

و کل للا حاطة علی سبیل الافراد وہی نصحب الاسماء فتعمرها - لفظ کل اپنے مدخول کے تمام افراد کے احاطہ کے لئے آتا ہے - اسوں پر داخل ہوتا ہے اور اس کے ہر فرد کو عام ہوتا ہے - اس کی شرح نور الانوار میں امام الاصولین الشیخ احمد لکھتے ہیں -

فهذا یسمى عموم الافراد - لفظ کل کے اپنے مدخول کے تمام افراد کے احاطہ کو عموم الافراد کہتے ہیں -

فان دخلت علی المشرک أوجب عموم أفرادہ - جب کل اسم نکرہ پر داخل ہو تو ضروری ہے کہ اس کے مدخول کے تمام افراد اس کے حکم میں ہوں -

نور الانوار کے محشی شاہ عبدالعظیم لکھنوی اس کے حاشیہ میں لکھتے ہیں -

لان عموم أفراد مدخول کل مدلول کلمة کل لغة - اس لئے کہ تمام افراد کو عام ہونا کل کا لغت مدلول ہے - (نور الانوار ص 76 طبع کراچی)

حدیث نبوی مذکور میں "کل" امیر ذی بَالٍ میں لفظ کل امیر ذی بَالٍ نکرہ پر داخل ہوا ہے - لہذا ہر کام ذی بَالٍ و اہم کی ابتداء میں صلوٰۃ و سلام کے استحباب کا حکم یقیناً اصولاً و لغت اذان کو شامل ہے اور اذان کی ابتداء میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا بدعت نہیں بلکہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل ہوگی -

حکم عام کی تخصیص | ہر نیک کام کی ابتداء میں صلوٰۃ و سلام کا یہ ترتیبی و استنباطی فرمان شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صادر فرمایا ہے کسی بھی حکم کے عام حکم کو خود منظم کے سوا کوئی دوسرا شخص خاص نہیں کر سکتا۔ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذان کو اس عام سے خارج نہیں فرمایا تو کسی مولوی عالم یا مفتی کو ہرگز ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ اپنی فرقہ دارانہ و خارجیانہ ذہنیت کی بناء پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام حکم سے اذان کو خاص کرے اور اس سے پہلے صلوٰۃ و سلام بدعت قرار دے کر مداخلت فی الدین کرے۔

ایک اعتراض | کہ رہاوی نے یہ حدیث اربعین میں تخریج کر کے کہا ہے کہ اس حدیث کا راوی اسماعیل بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ لہذا اس حدیث سے استدلال نہیں کیا جاسکتا۔ نیز یہ کہ امام سیوطی نے اس کے صحیح ہونے کی علامت (صح) نہیں لکھا لہذا یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس اعتراض کا جواب | یہ ہے کہ یہ عذر لنگ قطعاً لغو اور بیودہ ہے۔

جنت المحدثین امام جلال الدین سیوطی عموماً جامع صغیر میں جب کوئی حدیث درج کرتے ہیں تو اگر ان کے نزدیک اس حدیث کا مرجع منقولہ محدثین صحیح ہونا یقین ہو جائے تو وہ اس حدیث کے بعد (صح) صحیح ہے لکھ دیتے ہیں اور اگر اس کا ضعیف ہونا یقینی ہو تو حدیث کے آخر میں (ض) ضعیف ہے لکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اسی حدیث بابت ہر اہم امر سے پہلے صلوٰۃ و سلام سے قبل ہر اہم امر سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کی حدیث ہو کہ حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے اسی رہاوی سے درج کی اور اس کے آخر میں لکھ دیا۔ (ض) یعنی ہر اہم امر سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنے کی حدیث ضعیف ہے۔ مگر ہر اہم کام سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کی حدیث مذکور کے آخر میں نہ تو صحیح ہے لکھا اور نہ ہی ضعیف ہے لکھا۔ غالباً صحیح تو اس لئے نہیں لکھا کہ سیوطی صاحب نے یہ حدیث رہاوی کی اربعین سے لی ہے اور رہاوی کے خیال میں اس کی روایت کی سند میں ایک راوی اسماعیل بن ابی زیاد ضعیف ہے۔ محض رہاوی کے قول کا لحاظ کرتے ہوئے خاموشی اختیار کی اور ضعیف اس لئے قرار نہیں دیا کہ اسماعیل بن ابی زیاد کا منظم فیہ ہونا علمائے رجال کے نزدیک درست نہیں اور یہ حدیث بہ چند وجوہ ضعیف نہیں بلکہ صحیح ہے۔ 1۔ اسماعیل بن ابی زیاد ثقہ راوی ہے۔ شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں۔

اسماعیل بن زیاد و یقال لہ اسماعیل بن ابی زیاد السکونی قاضی الموصل (الی قولہ) وقد ذکرہ الدار قطنی ان اسم ابی زیاد مسلم و سیاتی بیان ذلک فی اسماعیل بن مسلم۔ (تقریب التذیب ج 1 ص 298 طبع حیدرآباد دکن) یعنی اسماعیل بن زیاد اسے ہی اسماعیل بن ابی زیاد کہتے ہیں یہ سکون کا رہنے والا شہر موصل کا قاضی تھا۔ دار قطنی نے کہا ہے کہ اسماعیل کے باپ ابی زیاد کا نام مسلم ہے اور عقیقہ ہم اسماعیل بن مسلم کے تہمہ

میں اس کا بیان کریں گے۔ پھر اسماعیل بن مسلم کے ترجمہ میں لکھتے ہیں۔

قال البوری عن ابن معین ثقہ (الی قولہ) قال النسائی فی التعلییز ثقہ ذکرہ ابن حبان فی الشقات (تقریب التذیب ج 1 ص 333)

بوری نے ابن معین سے نقل کیا ہے کہ اسماعیل بن مسلم معتبر راوی ہے۔ امام نسائی نے التعلییز میں اسے ثقہ قرار دیا ہے اور ابن حبان نے بھی اسے ثقہ راویوں میں ذکر کیا ہے۔

اس وجہ سے امام سیوطی نے اس حدیث کو ضعیف تسلیم نہیں کیا۔

2۔ یہ کہ خود رہاوی نے باوجود خود ایک راوی کے ضعیف ہونے کے قول کے اس حدیث کو ضعیف نہیں کہا بلکہ غریب کہا ہے اور غریب حدیث صحیح بھی ہوتی ہے۔ امام ترمذی نے سنن ترمذی میں بہت سی احادیث کو غریب کہا اور قدوة المحدثین شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے مقدمہ مشکوٰۃ میں تصریح کی ہے کہ:

ولا شبهة فی جوار اجتماع الحسن والصحة بان یکون حسناً الذانہ وصحیحاً بالغیرہ و كذلك اجتماع الغرابة والصحة كما سلفنا۔ (مقدمہ مشکوٰۃ ص 5)

اس میں کوئی شک نہیں کہ ایک ہی حدیث حسن بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی کہ وہ لذایہ تو حسن ہو لیکن صحیح ہو اس طرح ایک ہی حدیث غریب بھی ہو سکتی ہے اور صحیح بھی۔

اسی وجہ سے اس حدیث کُلُّ امر ذی بال لا یدأ فیہ بالحمد والصلوٰۃ علی الخ۔ کو نہ تو رہاوی نے ضعیف کہا اور نہ امام سیوطی نے ضعیف قرار دیا۔

3۔ اس حدیث کے ضعیف نہ ہونے کی تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس حدیث کو صرف رہاوی نے ہی اپنی سند سے جس میں اسماعیل بن ابی زیاد ہے روایت نہیں کیا بلکہ اسے بہت سے محدثین نے اپنی اپنی سندوں سے روایت کیا ہے۔ امام ابو موسیٰ مدینی نے اسے اپنی سند سے تخریج کیا۔ امام دہلی نے مسند فردوس میں۔ محدث محامی نے الارشاد میں اور محدث شبیر عمرو بن ہندہ نے اپنی کتاب المستخرج میں اپنی اپنی سندوں سے تخریج کیا۔ دیکھو (القول البدیع للہدای ص 240 طبع مدینہ منورہ)

اور محدثین کے نزدیک کوئی حدیث اگر اس کے کسی ایک طریق روایت میں کوئی راوی ضعیف بھی ہو۔ جب وہ کثرت طرق سے مروی ہو جائے تو پھر وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی بلکہ وہ حدیث حسن ہو جاتی ہے۔

چنانچہ امام ابن ہمام حدیث ثریف أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یسجد علی کتف عماتہ (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ وابن عدی فی الکامل) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دستار شریف کے بل پر سجدہ فرمایا کرتے تھے کے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ حدیث راوی

عمر بن شمر کے ضعیف ہونے اور جابر جعفی کے کذاب ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ:

ولو تم تضعیف کلہا کانت حسنة لتعدد الطرق وكثرتها (فتح القدیر ج 1 ص 215)
اور اگر اس حدیث کے طرق روایت تمام کے تمام ہی ضعیف ہوں تب بھی یہ حدیث ضعیف نہیں ہو سکتی بلکہ حدیث حسن کہلائے گی کیونکہ یہ حدیث متعدد و کثیر سندوں سے روایت ہوئی ہے
اسی طرح حدیث لا وضو الحسن لم يذكر اسم الله عليه (رواہ ابوداؤد)
یعنی وضو کی ابتدا میں جو شخص بسم اللہ نہ پڑھے اس کا وضو کامل نہیں ہے۔

کے طرق روایت کے ضعف و انقطاع پر بحث کرنے کے بعد ابن ہمام لکھتے ہیں کہ اس کے تمام طرق روایت کے ضعف کے باوجود یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ درجہ حسن پر فائز ہے۔ کیونکہ کثرت طرق روایت نے اس حدیث کو حسن بنا دیا ہے۔

بناء على ان كثرة الطرق ترقية الى ذلك (فتح القدیر ج 1 ص 14) یعنی کثرت طرق سے مروی ہونے کی وجہ سے یہ حدیث حسن کے مرتبہ پر فائز ہو چکی ہے۔

لذا اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام والی حدیث کے کسی ایک طریق میں اگر کسی راوی کا ضعیف ہونا کوئی تسلیم بھی کر لے تب بھی اس حدیث کے کثرت طرق سے روایت ہونے کی بنا پر یہ حدیث ضعیف نہیں بلکہ حدیث حسن ہے۔

4۔ تعال اہل اسلام | اس حدیث کے ضعیف نہ ہونے کی چوتھی وجہ یہ بھی ہے کہ کسی حدیث پر اگر تعال اہل اسلام ہو یعنی تمام امت کے علماء کا اس پر عمل ہو تو وہ حدیث باوجود ضعیف ہونے کے ضعیف نہیں رہتی بلکہ حدیث مقبول ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیوبندی محدث مولوی محمد انور شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

اذا تأيد العمل ارتقى من حال الضعف الى مرتبة القبول قلت وهو الا وجهه عندى (فیض الباری ج 3 ص 409) یعنی کسی حدیث ضعیف پر امت کا اگر تعال ہو جائے تو وہ حدیث ضعیف نہیں رہتی بلکہ حدیث مقبول کہلاتی ہے۔ میرے نزدیک یہی درست ہے۔

اب اس حدیث ہر اہم امر سے پہلے صلوٰۃ و سلام پر تعال امت دیکھئے۔ علامہ عبدالرؤف مناوی اس حدیث کی شرح میں مختلف علماء کے اقوال ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ اس حدیث کے متعلق علماء کی ناقدانہ آراء کے باوجود اس حدیث کی مقبولیت اور تمام امت کے اکابر و اصاغر علماء کے اس پر عمل کی یہ شان ہے کہ:

وفيه كذا في قبله تعليل حسن و توقيف على ادب جميل و نبغ على التيسر بالذكر والتبرك بهما والا سنظها بمكانهما على قبول ما يلقى

الى السامعين و اصغائهم اليه و انزاله في قلوبهم المنزلة التي ينبغيها المستمع وقد توارث العلماء والخطباء والوعاظ كابر اعرن كابر هذا الادب فحمدوا الله و صلوا على نبيه امام كل علم مفاد و قبل كل عظة و تذكرة وفي مفتوح كل خطبة و تبعهم المنسربون فاجروا عليه وائل كتبهم من الفتوح و التهاني و غير ذلك من الحوادث التي لها شان - ذكره كله الرمخشري - (فيض القدیر شرح جامع صغیر ج 4 ص 14)

اس ہر اہم امر سے پہلے حمد و صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے ارشاد نبوی میں اس سے پہلے ہر اہم امر سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کے ارشاد کی طرح اچھائی کی تعلیم ہے اور خوب ادب کی رہنمائی ہے کہ ہر اہم امر سے پہلے بسم اللہ شریف بھی پڑھنی چاہئے۔ حمد الہی بھی ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بھی پڑھنا چاہئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حمد الہی و ذکر نبی دونوں ذکروں سے تیز حاصل کرنے کی ترغیب فرمائی ہے کہ ان دونوں ذکروں حمد الہی و صلوٰۃ و سلام کی مدد سے کلام سننے والوں کے متوجہ ہونے اور ان کے دلوں میں کلام کے اتارنے میں کامیابی ہوگی۔ تمام امت کے علماء و خطباء و اعلیٰین کا یکے بعد دیگرے یہ عمل جاری ہے کہ سب کے سب اسی حدیث و اسی فرمان نبوی کی وجہ سے ہی اپنی ہر علمی گفتگو ہر تقریر و وعظ ہر ذکر و خطبہ کی ابتدا میں حمد الہی اور صلوٰۃ و سلام پڑھتے چلے آ رہے ہیں اور پھر مصنفین کا بھی اسی پر تعال ہے کہ ہر اچھے مضمون کی کتب کی ابتدا حمد و صلوٰۃ سے ہی ہوتی ہے۔ علامہ زرخیری نے یہ سب کچھ ذکر کیا ہے۔

علامہ عبدالرؤف مناوی کی اس ساری گفتگو سے یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ ہر اہم امر سے پہلے حمد و صلوٰۃ پڑھنے کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تعلیم و ترغیب فرمائی ہے اور باوجود اس کے بعض روایات کے متکلم فیہ ہونے کے تعال امت سے یہ حدیث مقبول ہو چکی ہے بلکہ اس حدیث پر پوری امت کا عملی اجماع ہو چکا ہے کہ کسی بھی مسلک و مذہب سے تعلق رکھنے والا کوئی عالم یا مصنف اپنی تقریر یا تصنیف و تحریر کی ابتدا میں نحمدہ و نصلی علیہ و آلہ و سلم و الحمد لله و الصلوٰۃ والسلام الخ۔ یا کسی اور عبارت سے حمد و صلوٰۃ و سلام پڑھے بغیر نہ تو کوئی وعظ و بیان کرتا ہے نہ کوئی اس حدیث پر عمل کئے بغیر کتاب و رسالہ لکھتا ہے۔ یہاں تک کہ ہر اہم امر کی ابتدا میں بسم اللہ شریف پڑھنے کی حدیث کی نسبت بھی اس حدیث حمد و صلوٰۃ پر زیادہ تعال جمیع ملل و خل ہے۔ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کے منکرین خود بھی اسی حدیث پر عمل پیرا ہو کر ہی ہر اہم امر وعظ و تصنیف سے پہلے حمد و صلوٰۃ پڑھتے چلے آ رہے ہیں۔

تعال علماء دیوبند | کتاب "تبلیغ نصاب" تمام اکابر و اصاغر علمائے دیوبند کچھ نزدیک مستند

معمول یہ ہے اور یہ کتاب ہر تبلیغی مبلغ کی در بغل و حرز جان ہوتی ہے۔ اس کے مصنف مولوی محمد زکریا صاحب کاندھلوی نے فضائل درود میں صلوة علی النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تقریباً 100 مواقع لکھے ہیں۔ جن میں یہ بھی ہیں۔

اور عکس کے وقت۔ اور ہر کلام کی افتتاح میں۔ اور جن اوقات میں بھی پڑھ سکتا ہو پڑھنا مستحب ہے۔ (تبلیغی نصاب ص 750) اور اہم امور کے شروع کے وقت (تبلیغی نصاب ص 751) دیکھئے کاندھلوی صاحب کے الفاظ ”اور اہم امور کے شروع کے وقت“۔ یہ اسی حدیث کُلِّ امر ذی بال لا یبدأ فیہ بحمد اللہ والصلوة علی الخ۔ کا ہی ترجمہ ہے اور اذان کی ابتداء میں حمد و صلوة کی دلیل ہماری پیش کردہ حدیث کو کاندھلوی صاحب نے اپنا و علمائے دیوبند کا معمول یہ اور حجت تسلیم کیا ہے۔ اذان اہم امر ہے اور ہر اہم امر سے پہلے خود علمائے دیوبند کے نزدیک درود مستحب ہے تو اذان سے پہلے درود و سلام کو بدعت قرار دینا ان کا خود اپنی تکذیب کرنا ہے۔

تعال علمائے وہابیہ! اہل غلو ہر غیر مقلدین علماء کے مستند پیشواؤں کے نزدیک یہ حدیث جنت و معمول یہ اور صحیح و مستند ہے۔ اور وہ اسی ہر اہم امر کی ابتداء میں حمد و صلوة والی حدیث پر عمل کر کے ہی اپنی تصنیفات و تقریرات کی ابتداء حمد و صلوة سے کرتے چلے آئے ہیں اور کرتے چلے جارہے ہیں۔ تو اذان سے پہلے حمد و صلوة پڑھنے پر ہنگامہ کیوں؟

علمائے وہابیہ کے نزدیک ابن تیمیہ سے بڑھ کر نہ کوئی سنت و بدعت کا واقف ہے اور نہ کوئی نقاد حدیث۔ غیر مقلدین اسے شیخ الاسلام بناتے ہیں۔ ابن تیمیہ نے اپنی کتاب ”منتقى الاخبار“ کے خطبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوة اس طرح پڑھی۔

وصلی اللہ علی محمد النبی المرسل الخ۔ اور صلوة ہو محمد نبی مرسل پر متقی الاخبار کی مشہور شرح اس نجدی مسلک کے عظیم محدث محمد علی شوکانی نے ”نیل الاوطار“ کے نام سے لکھی ہے۔ شوکانی صاحب ابن تیمیہ کے خطبہ منتقى الاخبار میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر استحباب صلوة کی دلیل دیتے ہوئے لکھتے ہیں

وَلِحَدِيثِ ابْنِ هُرَيْرَةَ عَنِ الرَّهَوِيِّ بِلَفْظِ كُلِّ امْرِئٍ ذِي بَالٍ لَا يَبْدَأُ فِيهِ بِحَمْدِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ عَلَىٰ فَهوَ أَقْطَعُ۔ (نیل الاوطار ج 1 ص 7)

ابن تیمیہ نے متقی الاخبار کی ابتداء میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوة اس لئے پڑھی ہے کہ رہاوی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر اہم امر جس کی ابتداء میں حمد و صلوة نہ پڑھی گئی وہ کام ناقص رہے گا۔ دیکھئے جس حدیث کے عموم کی رو سے سنی مسلمان اذان سے پہلے صلوة پڑھتے ہیں اسی حدیث کے عموم حکم سے ہی شوکانی صاحب کتاب کی ابتداء سے پہلے صلوة پڑھنا ثابت کر رہے ہیں۔ اگر وہاں اذان کا

نام نہیں تو یہاں بھی ابتداء کتاب کا ذکر نہیں ایک جگہ کل کے عموم سے حکم ثابت ہے تو دوسری جگہ بھی ثابت ہے۔ شوکانی نے اس حدیث کی مقبولیت و حجت پر مہر ثبت کر دی ہے کہ اس حدیث کے بعض روایات کے متکلف فیہ ہونے کے باوجود یہ اکابر وہابیہ کے نزدیک معمول یہ و مقبول ہے ناقابل عمل نہیں ہے۔

ابن قیم جوزی کا عمل | اسی جماعت ظاہریہ کے مشہور پیشوا محمد بن ابی بکر دمشقی المعروف بابن قیم جوزی متوفی 751ھ اپنی مشہور کتاب ”جلاء الافہام“ میں درود و سلام کے استحباب کے مواقع و مواظن ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

المواظن الاربعون من مواظن الصلاة عليه صلى الله عليه وسلم عند كل كلام خبير ذي بال يعني حضور صلي الله عليه وآله وسلم پر صلوة پڑھنے کے مواقع میں سے چالیسواں موقع یہ ہے کہ ہر اچھے کلام کی ابتداء میں صلوة پڑھنی چاہئے۔

فانه يبدأ بحمد الله والثناء عليه ثم بالصلاة على رسول الله صلى الله عليه وسلم ثم يذكر كلامه بعد ذلك یعنی ہر اچھے کلام کے پڑھنے کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد ثناء کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوة و سلام پڑھے۔ اس کے بعد کلام شروع کرے۔

پھر اس کی دلیل دیتے ہوئے کہ ہر اچھے کلام کی ابتداء میں حمد و صلوة کیوں پڑھنی چاہئے، ابن قیم صاحب لکھتے ہیں:

واما الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم فزوى ابو موسى المديني عن حديث اسماعيل بن ابي زياد عن يونس بن يزيد عن الزهري عن ابي سلمة عن ابي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم كل كلام لا يذكر الله فيه فيبدأ به والصلاة على فهو مقطوع موقوف من كل بركة۔ (جلاء الافہام ص 301)

یعنی ہر اہم کلام کی ابتداء میں حمد و صلوة اس لئے پڑھنی چاہئے کہ اسماعیل بن ابی زیاد کی حدیث میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ہر وہ کلام خیر جس کی ابتداء میں حمد الہی اور مجھ پر صلوة نہ پڑھی گئی وہ ناقص اور بے برکت ہے۔

دیکھئے امام زہری و ابو سلمہ جیسے معتد راویوں سے اسماعیل نے یہ حدیث روایت کی اور ماہر صحت و ضعف احادیث ابن قیم جوزی نے کسی جرح و تنقید کے بغیر اس پر اعتماد کیا اور اس کی صحت قبول کر کے اس سے استدلال کیا ہے۔ جس سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ رہاوی کے نزدیک اس کے راوی متکلف فیہ ہونے کے باوجود چونکہ یہ حدیث کثرت طرق سے مخرج ہے اور تعامل امت سے مؤید و مقبول ہے اس لئے معمول یہ و معیار استدلال و حجت ہے۔ تو اذان

بھی چونکہ بلا ریب امر ذی بال و کلام خیر ہے لہذا اس سے پہلے بھی حمد الہی و صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب و باعث برکت ہے۔

حافظ الحدیث امام سخاوی کا اس حدیث پر اعتماد | حافظ الحدیث امام سخاوی تلمیذ شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی نے اپنی کتاب مستجاب "القول البدیع فی الصلوٰۃ والسلام علی الحبیب الشفیع" (جس کے بار بار حوالے مولوی محمد زکریا کاندھلوی دیوبندی نے اپنی کتاب شیفی نصاب میں بھی دیئے ہیں) میں الصلوٰۃ علیہ عند افتتاح الکلام کا عنوان ہاتھ کر ابن قیم کی نقل کر دی ہے۔

و اما الصلوٰۃ علیہ عند افتتاح کل کلام فعن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کل کلام لا یدکر اللہ تعالیٰ فیہ فیبداء بہ و بالصلاۃ علیٰ فہو اقطع ممحوق من کل برکۃ اخرجه الدیلمی فی مسند الفردوس و ابو موسیٰ المدینی والمحاملی فی الارشاد و من طریقہ الرہاوی فی الاربعین لہ و سندہ ضعیف و ہو فی الثانی من فوائد عمرو بن ہنلۃ بلفظ کل امر ذی بال لا یبداء فیہ بذکر اللہ ثم الصلاۃ علیٰ فہو اقطع ممحوق من کل برکۃ و الحدیث مشہور لکن بغير هذا اللفظ وقد قال الشافعی احب ان یقدم المرئین یدی خطبته وکل امر طلبہ حمد اللہ والتسلیٰ علیہ سبحانہ و تعالیٰ و الصلاۃ علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ (القول البدیع ص 246 طبع مدینہ منورہ)

ہر کلام کی ابتداء میں صلوٰۃ پڑھنا اس بارے میں حضرت ابو ہریرہ سے روایت موجود ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ ہر وہ کلام جس کی ابتداء میں ذکر الہی اور مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ ناقص اور برکت سے خالی ہے۔ اس حدیث کو حافظ الحدیث امام دہلوی نے مسند الفردوس میں تخریج کیا اور محدث اصفہان ابو موسیٰ مدینی متوفی 581ھ نے اپنی سند سے روایت کیا۔ اور امام الرجال ابن ابی حاتم کے استاذ ابو الحسن سلیمان الرہاوی محدث جزیرہ متوفی 261ھ نے اسے اربعین میں تخریج کیا۔ صرف رہاوی کی سند میں ضعف ہے اور اسے حافظ الحدیث حسین بن اسماعیل بغدادی حاکمی استاذ دار فتنی متوفی 320ھ نے الارشاد میں روایت کیا۔ اور محدث شبیر ابو عمرو بن مندہ نے المستخرج میں تخریج کیا اور ابو موسیٰ مدینی نے انہیں ابو عمرو بن مندہ سے لیا ہے۔ جس کی مخرج حدیث کے لفظ یہ ہیں:

کل امر ذی بال لا یبداء فیہ بذکر اللہ ثم الصلوٰۃ علیٰ فہو اقطع ممحوق من کل کلام یعنی ہر اتم کلام جس کی ابتداء میں حمد الہی اور مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ ناقص اور ہر برکت

سے محروم ہے۔

یہ حدیث نبوی الفاظ کل امر ذی بال لا یبداء فیہ باسم اللہ سے تو مشہور ہے مگر ان الفاظ سے بھی ان پانچ محدثین نے اسے تخریج کیا ہے اور اسی حدیث کی بناء پر حضرت امام شافعی نے فرمایا ہے کہ میرے نزدیک یہی امر پسندیدہ ہے کہ کوئی بھی آدمی جب بھی کوئی مطلوب کام کرنے لگے یا خطبہ دے تو پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد کرے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ پڑھے۔

حضرت امام شافعی اور حدیث صلوٰۃ و سلام | امام سخاوی نے پانچ ثقہ محدثین سے حدیث کل امر ذی بال لا یبداء فیہ بذکر اللہ ثم الصلوٰۃ علیٰ مذکور کو ثابت کیا ہے اور ساتھ ہی حضرت امام شافعی کا اس حدیث پر عمل ذکر کر کے کہ ان کے نزدیک اس حدیث پر عمل کرنا مستحب ہے اس حدیث پر تعامل ائمہ و فقیہ کر دیا ہے۔

محدث العصر مولانا عبدالعزیز مصنف نبراس شرح شرح عقائد کا اس حدیث سے استناد و استدلال | علامہ عبدالعزیز علماء متاخرین سے فقیہ المثل تبحر و نابغہ روزگار امام الفنون مسلم ہیں

صاحب شرح عقائد نے اس کی ابتداء میں و الصلوٰۃ علی نبیہ الخ لکھا۔ علامہ عبدالعزیز صاحب نبراس میں لکھتے ہیں کہ صاحب شرح عقائد نے خطبہ میں بسم اللہ و حمد الہی کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر صلوٰۃ اس لئے پڑھی ہے کہ ایک حدیث بسم اللہ شریف کے بارے میں اور دوسری حمد الہی کے بارے میں اور تیسری صلوٰۃ کے بارے میں آئی ہے۔

ثالثہا کل کلام لا یبداء فیہ بالصلوٰۃ علیٰ فہو اقطع رواہ ابو موسیٰ المدینی (نبراس ص 4)

تیسری حدیث یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس کلام کی ابتداء میں مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ ناقص ہے۔ اس حدیث کو امام ابو موسیٰ مدینی نے روایت کیا ہے۔

دیکھئے علامہ عبدالعزیز جیسی عبقری شخصیت نے اسی حدیث صلوٰۃ و سلام سے جو اصول حدیث روایت بالمعنی کے لحاظ سے کل امر ذی بال اور کل کلام حبیب ذی بال کے الفاظ سے مقبول عندا محدثین ہے، سے استناد و استدلال کیا اور خطبہ کی ابتداء میں کل کے عموم سے استدلال کر کے صلوٰۃ کو مستحب قرار دیا۔

امام قاضی عیاض کی طرف سے توثیقی صراحت | پانچویں صدی کے عظیم محدث امام قاضی عیاض متوفی 544ھ جنہیں ناقد الرجال امام ذہبی عالم الغرب و امام الحدیث فی وقتہ کہتے ہیں (دیکھو تذکرہ الحفاظ ج 4 ص 98 طبع حیدر آباد دکن) اپنی کتاب الشافی حقوق المسلمین میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام پڑھنے کے مواقع گناتے ہوئے لکھتے ہیں۔

وَعِنْدَ الْأَخْلَافِ (الاضواء ج 2 ص 88 طبع مصر) اور اذان کہتے وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا چاہئے۔
عذر کا معنی وقت ہے۔ جیسا کہ منہ الملح میں باب صفت الصلوٰۃ میں ہے۔ وَاخْرَجَ يَدَيْهِ مِنْ كُمَيْتِهِ عِنْدَ التَّكْبِيرِ۔ یعنی تکبیر کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ آستینوں سے نکال لے تو یہاں بھی یہ معنی ہوگا کہ اذان پڑھنے سے پہلے صلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم پڑھ لے کہ اذان تک کام ہے اور ہر ایک کام سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے۔ واضح رہے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا عموم کل واقع حدیث مذکور سے ثابت ہے اور اذان کے بعد بھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا دوسری حدیث سے ثابت ہے وہ یہ ہے:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص أنه سمع رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول إذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما يقول ثم صلوا على فانه من صلى على فانه من صلوٰۃ صلى الله عليه بها عشر آراء مسلم (القول البدیع للخواص ص 186) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص سے روایت ہے کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا۔ آپ نے فرمایا۔ جب تم اذان سنو تو مؤذن کے ساتھ ساتھ وہی کلمے پڑھتے جاؤ۔ جب اذان ختم ہو جائے تو مجھ پر صلوٰۃ پڑھو۔ جس نے مجھ پر ایک دفعہ صلوٰۃ پڑھی اللہ تعالیٰ نے اس پر دس رحمتیں نازل فرمادیں (صحیح مسلم)

حدیث مذکور "کل امرؤی بال" اور اس حدیث "اذا سمعتم المؤذن" سے ثابت ہوا کہ اذان سے پہلے بھی اور اذان کے بعد بھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے۔
حدیث ضعیف بھی صحیح ہوتی ہے غلط نہیں ہوتی | حدیث صحیح یا ضعیف اثبات حکم شرعی وجوب و استحباب کے لئے محدثین کی مراتب حدیث کی ایک اصطلاح ہے۔ بعض جملاء و گستاخان حدیث کسی حدیث کے ضعیف ہونے سے جملاء کو یہ تاثر دینے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاذ اللہ حدیث ضعیف غلط۔ و بے کار۔ و ناقابل عمل ہوتی ہے۔ حالانکہ ایسا سمجھنا سراسر جہالت و شقاوت ہے۔ حدیث ضعیف کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ یہ حدیث من گھڑت موضوع یا باطل ہے۔ محقق احناف امام ابن ہمام کہتے ہیں۔

وه يقوى ظن صحة المرفوعات اذ ليس معنى الضعيف الباطل في نفس الامر بل ما لم يثبت بالشروط المعتمدة عند اهل الحديث مع نجوز كونه صحيحاً في نفس الامر فيجوز ان تقترب قربة تحقق ذلك و ان الراوى الضعيف ايجاد في هذا المتن المعين (فتح القدير شرح ہدایہ ج 1 ص 215 طبع مصر)
یعنی مرفوع احادیث کے متعلق قوی ظن یہی رکھنا چاہئے کہ ان کی اسناد میں روات کے ضعف یا جہالت کے باوجود وہ حدیثیں صحیح ہی ہوتی ہیں کیونکہ کوئی گناہ گار مسلمان بھی اپنی من گھڑت بات

کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بنانے کی جرات نہیں کر سکتا اور ضعیف کا یہ مطلب ہی نہیں کہ وہ حدیث باطل ہوتی ہے بلکہ حدیث ضعیف محدثین کے چند مقرر کردہ شرائط پر پوری نہ اترنے والی حدیث کو کہتے ہیں۔ حالانکہ اگر قریبہ موجود ہو تو ضعیف حدیث بھی فی نفسہ صحیح اور حید ہوتی ہے اور راوی ضعیف مضبوط متون احادیث بھی بیان کر دیتے ہیں۔

حدیث عام شامل صلوٰۃ قبل اذان حدیث جید المتن ہے | محقق ابن ہمام کے مطابق حدیث کل امرؤی بال لا یندأ فیہ بال محمد والصلوٰۃ علی الخ۔ حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً روایت ہے اور قریبہ و درایہ جید المتن ہے کیونکہ حمد الہی ہر وقت مطلوب ہے۔ اور صلوٰۃ علی النبی مشتمل بر حمد الہی بھی ہے اور اشد مؤکد از جمیع مؤکدات نبویہ ہے اور فضائل صلوٰۃ و سلام کا قریبہ مریحہ اکثر من الشمس ہے۔

حدیث ضعیف سے استحباب ثابت ہونا شرعی مسلم حکم ہے | آپ پڑھ چکے ہیں کہ حدیث مذکور حدیث حسن و مقبول ہے۔ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ اس کے راوی اسماعیل بن ابی زیاد کے متعلق امام رباعی کا خدشہ ضعف صحیح نہیں کیونکہ محقق علمائے رجال اس کی توثیق کرتے ہیں۔ نیز یہ کہ یہ حدیث کثرت طرق سے مروی ہے اور تعامل علماء امت سے حسن و مقبول ہے۔ مگر بصورت لا نسلم جیسا کہ فضائل مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں وارد احادیث کے متعلق مکررین کی عادت ثانیہ ہے۔ علی سمیل النزل اگر یہ حدیث ضعیف بھی ہو تب بھی ہمارے مدعی کے اثبات کے لئے کافی ہے۔ کیونکہ اسے امام سیوطی نے جامع صغیر میں درج کیا اور امام سیوطی نے اس بات کی ضمانت دی ہے کہ انہوں نے جامع صغیر میں کوئی جعلی یا جو بھی حدیث درج نہیں کی۔

وَصُنَّتُهُ عَمَّا تَقَرَّدَ بِهِ وَضَاعَ كَوْنُ كَذَابٍ (جامع صغیر ج 1 ص 3) یعنی میں نے اپنی اس کتاب جامع صغیر میں منقول وضاع یا جھوٹے راوی کی کوئی جو بھی یا موضوع حدیث درج نہیں کی۔
اور باجماع علماء محدثین ضعیف حدیث سے مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے تو چونکہ حدیث مذکور موضوع نہیں لہذا اس سے استحباب ثابت ہے۔

علمائے دیوبند کا فیصلہ کہ حدیث ضعیف سے مستحب ثابت ہوتا ہے | دیوبندی فرقہ کے علم پیشوا مولوی شبیر احمد صاحب عثمانی لکھتے ہیں

والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (فتح الملہم شرح مسلم مقدمہ) یعنی حدیث جعلی نہ ہو ضعیف ہو تو بھی مستحب ثابت ہو جاتا ہے۔

الحدیث کمالانے والے علمائے غیر مقلدین کا فیصلہ | دیوبندی فرقہ کے عثمانی صاحب کا اہل آپ پڑھ چکے ہیں اب مسلمانوں کو بدعتی و مشرک بنانے میں دیوبندیوں کی پیٹی بھائی بلکہ استاز

جماعت غیر مقلد و باپیوں کے سب سے بڑے محدث مولوی نذیر حسین دہلوی کا فیصلہ بھی ملاحظہ کر لیجئے۔ نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کی حدیث کے متعلق سید نذیر حسین صاحب لکھتے ہیں: اس حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمن اگرچہ مشکلم فیہ ہے۔ جیسا کہ ”میان الاعتدال“ وغیرہ میں مذکور ہے۔ لیکن اس کا مشکلم فیہ ہونا جواز و استحباب کے منافی نہیں کیونکہ حدیث ضعیف سے جو موضوع نہ ہو استحباب و جواز ثابت ہوتا ہے۔

قال فی فتح القدیر فی الجنائز والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (فتاویٰ ثنائیہ بحوالہ فتاویٰ نذیریہ ج 1 ص 316) یعنی نماز کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے متعلق حدیث کے راویوں میں سے ایک راوی عبدالعزیز بن عبدالرحمن کے متعلق جرح ہوئی ہے۔ مگر اس راوی کے مجروح و ضعیف ہونے کے باوجود اس حدیث سے بعد نماز ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کا جواز و استحباب ثابت ہوتا ہے۔ جیسا کہ امام احناف ابن ہمام نے فتح القدیر شرح ہدایہ کے باب الجنائز میں ذکر کیا ہے کہ حدیث ضعیف سے استحباب ثابت ہو جاتا ہے۔

غیر مقلدین کے پیشوا شوکانی کی تصریح | نوافل اوائین کے متعلق ضعف احادیث کا ذکر کرتے ہوئے شوکانی صاحب لکھتے ہیں۔

وان کان اکثرھا ضعیفا فہی منتھضۃ بمجموعھا لا سیما فی فضائل الاعمال (نیل الاوطار ج 3 ص 56) نوافل اوائین کے متعلق اکثر احادیث ضعیف ہیں مگر چند ضعیف روایات مل کر بلند مرتبہ ہو کر مستحب اعمال میں کام دیتی ہیں۔

علمائے احناف کا فیصلہ | امام ابن ہمام فقہائے احناف میں سے مسلم محقق فقیہ ہیں۔ ان کی کتاب فتح القدیر شرح ہدایہ کے باب الجنائز کا حوالہ خود مولوی نذیر حسین غیر مقلد کی زبانی آپ پڑھ چکے ہیں کہ:

والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (فتح القدیر باب الجنائز) یعنی حدیث موضوع سے تو نہیں البتہ حدیث ضعیف سے کسی امر کا مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

حدیث نبوی کے حوالہ سے اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے حدیث شریف: کُلُّ اَمْرِ ذی بَالٍ لَا یُبْدَا فِیْہِ بِالْحَمْدِ وَالصَّلٰوۃِ عَلٰی فِہِوَ اَقْطَعُ مَمْحُوقٍ من کل برکت یعنی ہر نیک و اہم کام جس سے پہلے حمد و صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ ناقص اور ہر برکت سے محروم ہے۔ اب پڑھ چکے ہیں اور یہ بھی پڑھ چکے ہیں کہ حدیث میں لفظ کُلُّ اَمْرِ ذی بَالٍ جس کا معنی ہر

اہم کام کا ہے لفظ کل اپنے مدخل کے تمام افراد کے لئے حاوی اور محیط ہوتا ہے۔ اذان بھی بلا ریب اہم و نیک کام ہے اور یہ حدیث باوجود کسی راوی کے مشکلم فیہ ہونے کے اس راوی کی دشمنی بھی ہو چکی اور حدیث متعدد محدثین سے متعدد سندوں سے روایت ہو کر اور تعادل امت سے مؤید ہو کر حدیث حسن و مقبول ثابت بھی ہو چکی ہے۔ مزید برآں باجماع محدثین حدیث ضعیف سے بھی مستحب ثابت ہونا واضح ہو چکا۔ اب کسی بھی ذی شعور و ایمان آدمی کو اس میں ذرہ برابر بھی تردد نہیں ہو سکتا کہ اذان و تکبیر و دیگر کسی بھی نیک کام سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا خواہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عملاً ثابت ہو یا نہ ہو یہ تقاضائے عمومی ترقیبی ارشاد نبوی مستحب ہے اور مستحب ہونے کے لئے سنت نبوی ہونا شرط نہیں ہے۔ جیسا کہ کتب فقہ سے مستحب کی تعریف سے عیاں ہو چکا ہے تو سنت صحابہ ہونا تو بطریق اولیٰ شرط نہیں ہوگا۔ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کے سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا سنت صحابہ ہونے کا ہمارا دعویٰ نہیں ہے، ہم اس کے مستحب ہونے کے مدعی ہیں، نہ ہم نے بدلائل باہرہ ثابت کر دیا ہے۔ کسی مستحب و محبوب نبوی کو بدعت مذمومہ و حرام کہنا خدا تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا اور کسی نئی شریعت کی ایجاد ہے جو کہ سراسر جہالت و شقاوت ہے۔

اقامت صلوٰۃ یعنی جماعت نماز کے لئے تکبیر پڑھنے سے پہلے بھی صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے

امام شمس الدین سخاوی متوفی مدینہ منورہ 902ھ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کے اوقات مستحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَفِی الصَّلٰوۃِ وَعَقِبَہَا وَعِنْدَ اَقَامَتِہَا اِنْ (القول البدیع ص 370)

نماز کے اندر یعنی تشہد کے ساتھ اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور نماز کے لئے تکبیر کتنے وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے۔

دیوبندی فرقہ کے گھر سے ثبوت | مواقع خیر و برکت میں صلوٰۃ و سلام کو یہ کہ کر کہ سنت نہیں بدعت و ناجائز کہنے کا چارج دیوبندی مولوی صاحبان کے پاس ہی ہے۔ مگر دیکھئے ان کے مایہ ناز مولوی محمد زکریا صاحب مصنف تبلیغی نصاب نے فضائل درود شریف کے جہاں تقریباً ایک سو مواقع ذکر کئے ہیں، یہ بھی لکھا ہے کہ:

اذان کے جواب کے بعد اور تکبیر کے وقت اور دعا مانگنے کے شروع میں (تبلیغی نصاب ص 750) دیکھ لیا آپ نے؟ کہ خود علمائے دیوبند کے نصاب دین کی رو سے نماز باجماعت کی تکبیر کے وقت صلوٰۃ و سلام پڑھنا چاہئے۔ اب ان سے دریافت طلب امر یہ ہے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و

سلام سے تو تمہاری حالت غیر و علم نزع کی سی کیفیت صرف اس لئے ہوجاتی ہے کہ یہ سنت نہیں بدعت ہے تو پوری دنیا کے علمائے دیوبند تکبیر کے وقت درود و صلوٰۃ کسی حدیث سے کیا سنت نبوی و سنت ہلال دکھا سکتے ہیں؟ اور اگر سنت تو نہیں مگر تکبیر کے اہم و نیک امر ہونے کی وجہ سے مستحب ہے تو اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنے پر ہی یہ زہرا نشانی کیوں؟ جس دلیل سے تکبیر سے پہلے صلوٰۃ و سلام مستحب ہے اسی دلیل سے اذان سے پہلے بھی صلوٰۃ و سلام مستحب ہے۔ اور وہ یہی حدیث نبوی ہے جس کی رو سے ہر اہم امر سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے۔

ہر اہم و نیک کام اذان وغیرہ سے پہلے صلوٰۃ و سلام اور مفسرین کرام مستحب کا احکام شرع سے ہونا اور مستحب کی اصح تعریف کہ مستحب امر کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرنا ضروری نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جس کام کی امت کو ترغیب فرمادیں خود نہ بھی کریں تو بھی وہ مستحب ہے اور حدیث نبوی کہ ہر اہم کام سے پہلے صلوٰۃ پڑھو اور اذان کا اہم کام ہونا دلائل سے ثابت کرنے کے بعد اب ہم قرآن مجید میں ارشاد ربانی یا ایہا الدین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما - پارہ 22 میں وارو حکم صلوٰۃ و سلام شامل جمع اوقات مکملہ حاوی ہر وقت قبل اذان و جمع مواقع حسنہ مستحبہ کے متعلق مفسرین کرام و علماء و فقہاء کی چند تفسیرانہ آراء مبارکہ بھی ذکر کرتے ہیں۔

ارشاد الہی ہے - ان الله و ملائکته یصلون علی النبی - یا ایہا الدین آمنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما (سورہ احزاب پارہ 22)

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے صلوٰۃ بھیجتے ہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ اے ایمان والو تم صلوٰۃ بھیجو اور خوب سلام پڑھو۔

مفسرین کے مطابق اس آیت کریمہ میں ان الله و ملائکته یصلون علی النبی جملہ اسمیہ ہے۔ جو کہ استمرار و دوام پر دلالت کرتا ہے یعنی جملہ اسمیہ سے جو خبر دی جائے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ کام ہمیشہ ہوتا رہتا ہے۔ اسی لئے مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ سے اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمیشہ اور ہر وقت صلوٰۃ و سلام بھیجنے کی دلیل قائم کی ہے۔

کتب تفسیر میں سے تفسیر روح المعانی علمائے دیوبند کے نزدیک بھی مستند و معتد تفسیر ہے۔ ان کے مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری کی تفسیر مشکات القرآن کے مقدمہ یتیمہ البیان میں ہے و عندی بمنزلۃ فتح الباری لصاحب البخاری الخ (مقدمہ مشکات القرآن ص 24) یعنی جس طرح فتح الباری سے بڑھ کر بخاری کی کوئی معتد علیہ شرح نہیں اسی طرح روح المعانی سے بڑھ کر قرآن مجید کی بھی کوئی تفسیر نہیں ہے۔

یہ مذکورہ کی تفسیر میں علامہ سید آلوسی بغدادی صاحب روح المعانی لکھتے ہیں:

والتعبیر بالجملة الاسمية للدلالة علی... والتمس استمرار و ذکر ان الجملة نفید لایوم نظرا الی صدرها - من حیث انها جملة - یة و نفید التجدد نظرا الی تجزئها من حیث انه جملة فعلیة فیکون مفادها استمرار الصلاة و تجددھا وقتاً بوقتاً الخ (روح المعانی ج 22 ص 75 طبع مصر)

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے درود بھیجنے کے بیان ان اللہ سے علی النبی تک کی عبارت میں جملہ اسمیہ کا استعمال اس لئے کیا گیا ہے کہ جملہ اسمیہ دوام و استمرار کا فائدہ دیتا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر مسلسل و ہر وقت صلوٰۃ بھیجتے رہتے ہیں۔ اور علماء نے یہ بھی کہا ہے کہ اس جملہ اسمیہ کے پھر دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ ان کے اسم کا ہے جو کہ اللہ و ملائکته معطوف علیہ و معطوف دونوں ہی اسم ہیں یہ پہلا حصہ بوجہ اسماء پر مشتمل ہونے کے دوام صلوٰۃ پر دلالت کر رہا ہے اور اس جملہ کا پچھلا حصہ جو کہ ان کی خبر ہے جملہ فعلیہ یصلون فعل سے لایا گیا ہے اور یہ فعل تہدو پر دلالت کرتا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی طرف سے صلوٰۃ ہر وقت نو بہ نو جاری رہتی ہے

یا ایہا الدین آمنوا صلوا علیہ ای عظیموا شانہ عاطفین علیہ فانکم اولیٰ

بشئک - و ظاہر سوق الایۃ لا یجاب اقتداءً بہ تعالیٰ فیناسب اتحاد المعنی

مع اتحاد اللفظ و قرآن ابن مسعود صلوا علیہ کما صلی علیہ (روح المعانی ج 22

ص 76)

اے ایمان والو۔ اس نبی پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ بھیجو کا مطلب یہ ہے کہ ان کی راہی اور فضیلت و عظمت شان ہی بیان کرتے رہو، انہیں کی طرف جھکے رہو، انہیں کے در پر رہو، انہیں کے تصور میں مت اور انہیں کے ذکر سے رطب اللسان رہو۔ ان کی طرف متوجہ رہنے اور ہر وقت انہیں کا ذکر کرنے کے تم تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں سے بھی زیادہ حق دار ہو کہ تمہارا تو ان کے بغیر کوئی سہارا ہی نہیں ہے۔

آیت کریمہ کی روانگی و طرز بنا رہے ہیں کہ اے ایمان والو۔ تم بھی اللہ تعالیٰ کی طرح ہر وقت تہدو و نو بہ نو صلوٰۃ و سلام بھیجتے رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ کے لئے اور مومنوں کے لئے ایک ہی لفظ صلوٰۃ آیا ہے تو اس کا مفہوم درود بھیجنا بھی ایک طرح کا دواہی و مسلسل و ہمہ وقتی ہونا چاہئے۔ واللہ بن مسعود تو اس آیت میں صلوا علیہ کے ساتھ کما صلی علیہ ملا کر پڑھا کرتے تھے۔ کہ خدا تعالیٰ کے ہمہ وقتی درود کی طرح ہی تم بھی ہمہ وقتی صلوٰۃ و سلام پڑھتے رہو۔

بندوں کے لئے ہمہ وقتی اوقات | اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے لئے تو دائماً ہر وقت صلوٰۃ و سلام کے لئے کوئی موقع بھی نامناسب نہیں مگر بندوں کے لئے بعض مواقع و حالات ذکر کے لئے نامناسب بھی ہوتے ہیں جو کہ ایسے مسائل میں عرفاً از خود مستثنیٰ شمار ہوتے ہیں اور وہ کل آٹھ مواقع ہیں۔ جماع کے وقت۔ کسی دنیاوی مقصد۔ فرد تنگی مال۔ قدم بگھسنے ہوئے۔ تعجب۔ ذبح جانور۔ چھینک کے بعد (ردالمحتار ج 1 ص 314) تلاوت قرآن مجید کے درمیان (تبلیغی نصاب ص 751) ان آٹھ مواقع کے علاوہ اذان یا تکبیر سے پہلے صلوٰۃ و سلام منع ہونے کا موقع نہ فقہاء نے لکھا نہ ہی مولوی محمد ذکریا دیوبندی نے اپنے تبلیغی نصاب میں ذکر کیا۔ لہذا ثابت ہوا کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنے کا موقع تمام علماء کے نزدیک اللہ تعالیٰ کے فرمان یا ایہا الذین آمنوا صلوٰۃ علیہ کے ہمہ وقتی استجاب صلوٰۃ میں داخل ہے اور بلا ریب اذان و تکبیر وغیرہ غیر ممنوعہ مواقع میں صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے۔ جسے فقہاء نے اس تصریح سے ذکر کر دیا ہے۔

و مستحبۃ فی کل اوقات الامکان (ردالمحتار ج 1 ص 514) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام ہر ممکن وقت میں پڑھنا مستحب ہے۔

جن اوقات میں درود شریف پڑھنا منع نہیں وہ سب اوقات امکان ہیں اور اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام اوقات ممنوعہ سے نہیں۔ لہذا اب کسی عالم یا مفتی کو کوئی نئی خانہ ساز شریعت بنا کر اپنی طرف سے اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام کا وقت اوقات ممنوعہ سے بنا کر مداخلت فی الدین کرنے کا قطعاً کوئی حق نہیں ہے۔

دیوبندی حکیم الامت کا استدلال | اسی آیت مذکورہ میں فرمان الہی یا ایہا الذین آمنوا صلوٰۃ علیہم وسلموا نسلیم کی تفسیر کے تحت دیوبندی فرقہ کے حکیم الامت و مجدد مولوی تھانوی صاحب لکھتے ہیں:

(صلوٰۃ و سلام) عمر میں ایک بار تو فرض ہے (القول) اور جس مجلس میں آپ کا ذکر مبارک ہو وہاں نظر آلی الوعید الوارد فی الاحادیث والی دلائل النافیۃ للحرج ایک بار واجب ہے اور اس سے زیادہ نظر آلی الفضائل مستحب ہے (بیان القرآن ج 9 ص 63 طبع تھانہ بھون)

تھانوی صاحب کے الفاظ ”اس سے زیادہ“ میں کسی وقت کی کوئی قید نہیں اور نہ ہی اس امر کی پابندی ہے کہ صلوٰۃ و سلام کے لئے کسی وقت میں پڑھنے کا ثبوت بھی درکار ہے۔ لہذا سوائے چند اوقات ممنوعہ مقررہ فی کتب الفقه و کتب دیوبندیہ کے اذان سے قبل ہو یا بعد شرعاً و اصولاً صلوٰۃ و سلام پڑھنا مستحب ہے۔

ایک شبہ کا ازالہ | بعض معاندین صلوٰۃ و سلام کے متعلق یہ مغالطہ دینے کی کوشش بھی

کرتے ہیں کہ اگر حدیث کی رو سے یہ مستحب ہے تو اسے بعض علماء نے زاد بعض الخلف یا احداث المؤذنون یا ہی بدعة حسنة کی تعبیرات سے زیادتی یا احداث یا بدعت کیوں کہا۔ جیسا کہ امام سخاوی اور امام ابن حجر عسقلانی نے کہا۔

قد احدث المؤذنون الصلاة والسلام علی رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للمفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيها علی الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلاً لضيق وقتها الخ

امام سخاوی و ابن حجر کی طویل مٹی جلتی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مؤذنین نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام کی یہ نئی صورت جاری کی ہوئی ہے کہ وہ صبح اور مغرب کی اذانوں کے علاوہ ظہر، عصر اور عشاء کی اذانوں کے بعد بلند آواز سے صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں جبکہ فجر و بعد کی اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہیں اور مغرب کی اذان سے پہلے یا بعد تنگی وقت کی وجہ سے پڑھتے ہی نہیں۔ (معلوم ہوا کہ اہتمام و التزام سے جہراً صلوٰۃ و سلام قبل و بعد اذان کی یہ صورت 564 ھ سے آج 1417 ھ تک جاری ہے) اور اس کے آغاز کی وجہ یہ ہوئی کہ 564 ھ سے قبل یہاں مصر میں روافض کی حکومت تھی اور والی مصر ابو الفاضل حاکم بامر اللہ کو جب قتل کر دیا گیا اور اس کا بیٹا ظاہر تخت نشین ہوا تو حاکم بامر اللہ کی بہن نے مؤذنین کو حکم جاری کیا تھا کہ ظاہر کے عوام میں رعب کے لئے ہر مؤذن اذان سے قبل ظاہر کو سلام کہے۔ پھر یہ سلام ہر حاکم مصر کے لئے جاری چلا آ رہا تھا کہ 564 ھ میں سلطان نور الدین زنگی کے تعاون سے سلطان صلاح الدین ایوبی مصر پر حملہ کر کے اور رافضی حکومت کا قلع قمع کر کے خود مصر پر قابض ہو گیا اور اس طرح جب مصر پر اہل سنت کی حکومت ہو گئی تو سلطان صلاح الدین نے اذان کے ساتھ امر اچر سلام کی رسم بد کو ختم کر کے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترغیبی ارشاد کل امر ذی دل لا یبدا فیہ بالحمد والصلوة علی فہو اقطع الخ۔ یعنی ہر اہم کام جس کی ابتداء میں حمد الہی اور مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ ناقص ہے کے مطابق اذان سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بلند آواز سے بھی جاری کر دیا جو کہ آج تک ساری دنیائے اسلام میں زندہ باوید و جاری و ساری ہے۔

امام سخاوی نے یہ واقعہ لکھ کر آخر میں لکھا ہے جَوَزِي خَيْرًا اللهُ تَعَالَى اِذَانٌ سَبَقَ سَلَامُهُ وَ سَلَامٌ كَسَلَامِهِ اِذَانٌ سَبَقَ سَلَامُهُ وَ سَلَامٌ كَسَلَامِهِ (القول البدیع ص 193)

امام ابن حجر کی نے بھی صلاح الدین کو دعا دی فَجَزَاهُ اللهُ خَيْرًا پس اللہ تعالیٰ صلاح الدین کو صلوٰۃ و سلام قبل اذان جاری کرنے کی جزائے خیر عطا فرمائے (فتاویٰ کبریٰ ابن حجر ج 1)

اسی طرح حضرت امام شعرانی بھی صلوٰۃ و سلام قبل اذان کے بار مضر میں سلطان صلاح الدین ایوبی کے ہاتھوں احیاء و اجراء کا واقعہ لکھ کر کہتے ہیں فَجَزَاهُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ تَعَالَى صلوٰۃ و سلام قبل اذان کے اجراء پر صلاح الدین کو جزائے خیر دے (کشف الغم ج 1 ص 78) علی رغم انہماک کہ یہ اس کو بدعت سیئہ و گناہ کہہ کر عاقبت خراب کر رہے ہیں۔ نقد اسلام کی معروف کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ کے مولفین عبدالرحمن حنفی، محمد باہی شافعی، محمد سیح حنبلی، محمد سلاطین مالکی وغیرہم اعظم فقہائے وقت مذاہب اربعہ اہل سنت بھی صلوٰۃ و سلام قبل و بعد اذان کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

زاد بعض الخلف عقب الاذان وقبله امورا منها الصلاة على النبي صلى الله عليه وسلم (الى قولهم) وهى بدعة حسنة لانه لم يرد فى الشرع ما يمنعها و عموم النص يقتضيها (انقد على المذاهب الاربعه ج 1 ص 238)

پچھلے زمانہ کے بعض مؤرخین اذان سے پہلے اور اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام (بلند آواز سے) پڑھتے ہیں۔ یہ اچھی اور نیک بدعت ہے۔ کیونکہ شریعت میں اس کی منع کی کوئی دلیل نہیں اور عموم نص یعنی کتاب و سنت میں حکم عام استحباب صلوٰۃ و سلام جمیع اوقات شامل وقت اذان کا تقاضا ہے کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھا جانا چاہئے۔

امام سخاوی نے القول البدیع میں اذان سے قبل صلوٰۃ و سلام کو مستحب اور بدعت حسنہ قرار دیا اور دعائے خیر کی۔ ابن حجر نے نعم ما فعل کہہ کر دعائے خیر کی۔ مصنفین الفقہ علی المذاهب الاربعہ نے بھی بدعت حسنہ ہونے کی تصریح کی اور امام شعرانی نے امرأ و سلاطین مصر پر سلام کو بدعت کما تکرر صلوٰۃ و سلام علی خیر الانام قبل اذان کو بدعت شکیں امر قرار دیا اور پھر سب نے صلوٰۃ و سلام قبل اذان کو صراحت اور اس کے اس صورت میں اجراء و احیاء پر صلاح الدین ایوبی کے لئے نیک دعائیں کی ہیں ان کی پوری عبارات یہ ہیں

امام سخاوی صاحب کی مفصل عبارت یہ ہے۔

قد احدث المؤمنون الصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للمفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيها على الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه اصلاً لضيق وقتها و كان ابتداء حدوث ذلك من ايام السلطان الناصر صلاح الدين ابى المظفر يوسف بن ايوب و أمّره - واما قبل ذلك فانه لما قتل الحاكم بن العزيز امرت اخته بنت الملك بن يوسف على ولده الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام على الامام

الظاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده خلفاً بعد سلف الى ان ابطله الصلاح المذكور جورى خيراً: وقد اختلف فى ذلك هل هو مستحب او مكروه او بدعة او مشروع و استدلل للاول بقول تعالى و افعلوا الخير و معلوم ان الصلاة والسلام من اجل القرب لا سيما وقد تواردت الاخبار على الحث على ذلك مع ما جا فى فضل الدعاء عقب الاذان والثلث الاخير من الليل و قرب الفجر والصواب انه بدعة حسنة يؤجر فاعله بحسن نيته - (القول البدیع ص 193)

امام حجر بتی لکھتے ہیں

قد احدث المؤمنون الصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم عقب الاذان للمفرائض الخمس الا الصبح والجمعة فانهم يقدمون ذلك فيهما والا المغرب فانهم لا يفعلونه غالباً لضيق وقتها و كان ابتداء حدوث ذلك فى ايام السلطان الناصر صلاح الدين بن ايوب و بامرہ فى مصر و اعمالها و سبب ذلك ان الحاكم المخلول لما قتل امرت اخته المؤمنین ان يقولوا فى حق ولده السلام على الامام الظاهر ثم استمر السلام على الخلفاء بعده حتى الى ان ابطله الصلاح الدين المذكور و جعل بدله الصلاة والسلام على النبي صلى الله عليه وسلم فنعّم ما فعل فجزاه الله خيراً (فتاوى كبرى ابن حجر ج 1 ص 131)

حضرت امام شعرانی صاحب لکھتے ہیں

قال شيخنا رضى الله عنه لم يكن التسليم الذى يفعله المؤمنون فى ايام حياته صلى الله عليه وسلم ولا الخلفاء الراشدين و قال كان فى ايام الروافض بمصر شرعوا التسليم على الحليقة و ورائه بعد الاذان الى ان توفي الحاكم بامر الله و وُلّوا اخته فسلموا عليها و على ورائها من النساء فلما تولى الملك العادل صلاح الدين بن ايوب فابطل هذه البدعة و امر المؤمنین بالصلاة والسلام على رسول الله صلى الله عليه وسلم بدله تلك البدعة و امر بها اهل الامصار و القرى فجزاه الله خيراً (كشف الغم امام شعرانی ج 1 ص 78)

تو ان علماء کے کلام میں لفظ زاولا احدث یا بدعت سے مراد بلند آواز صورت محدث حسنہ ہے نہ کہ اصل صلوٰۃ و سلام کیونکہ نفس صلوٰۃ و سلام عقب اذان کو تو خود امام سخاوی بروایت مسلم

مستحب لکھ چکے ہیں۔ وہ خود ہی اسے بدعت مطلقہ نہ کہ مکروہ کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ ہر فی نفس نیک کام کی ہر صورت محدث بدعت مذمومہ نہیں ہوتی بلکہ جو امر محدث مغیر سنت ہو وہ بدعت مذمومہ ہوتا ہے۔

دیوبندی جماعت کی استاذ جماعت وہابیہ غیر مقلدین کے پیشوا صدیق حسن خان صاحب بھوپالی لکھتے ہیں وہ امر محدث و بدعت کے مخالف سنت و سبب تغیر آن باشد باعث ضلالت و گمراہی است۔ (مسک الحتام شرح بلوغ المرام ج 2 ص 84) یعنی وہ ہر نو پیدا شدہ امر اور بدعت جو سنت کے مخالف اور سنت کو بدلے وہ باعث گمراہی ہوتا ہے۔

تو امام سخاوی و ابن حجر و مؤلفین اللہ علی المذاہب الاربعہ کی عبارات میں اگر کہیں لفظ بدعت حسنہ ہے تو اس سے مراد بدعت حقیقیہ نہیں بلکہ بدعت صوریہ ہے جو کہ مختیر سنت نہیں ہوتی بلکہ سنت کے ساتھ جمع بھی ہو سکتی ہے۔ دیوبندی پیشوا مولوی اشرف علی صاحب جو کہ بدعت گردوں میں سب سے بڑے ماہر بدعت گرد ہیں خود لکھتے ہیں:

پس سنت حقیقیہ و بدعت حقیقیہ جمع نہیں ہو سکتیں لیکن بدعت صوریہ سنت حقیقیہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے چنانچہ تلفظ بنیۃ الصلوۃ کو سنت کہا گیا ہے۔ بعض معنی کے اعتبار سے کہ وہ معانی ایک قسم ہے سنت حقیقیہ کی۔ اور بدعت بھی کہا گیا ہے بعض معانی سنت کے مقابلہ کے اعتبار سے۔ (بواور النوار ص 778 طبع دیوبند)

اور یہ دعویٰ کہ امام سخاوی و مؤلفین اللہ علی المذاہب الاربعہ کے اطلاق بدعت حسنہ سے مراد محض بدعت صوری ہے اس پر مؤلفین اللہ علی المذاہب الاربعہ کا فقرہ و عَمُّومُ النِّصْنِ يَفْتَضِيهَا قَرِينَهُ صَرِيحاً موجود ہے۔ کیونکہ وہ صلوۃ و سلام قبل اذان کو اقتضاء النس سے ثابت مان رہے ہیں اور اصول فقہ کی مستند کتاب نور الانوار میں ہے۔

والثَّابِتُ مِنْهُ كَالثَّابِتِ بِدَلَالَةِ النِّصْنِ لَا عِنْدَ الْمَعَارِضَةِ (نور الانوار ص 151)

جب تک کوئی امر مقابل و مانع نہ ہو اقتضاء النس سے ثابت امر کا حکم ولالت النس سے ثابت کی طرح قطعی ہوتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ صلوۃ و سلام قبل اذان جب اقتضاء النس سے ثابت ہے تو بوجہ امر مانع و معارض نہ ہونے کے ولالت النس سے ثابت قطعی مستحب کی طرح قطعی مستحب ہے۔ اور کسی بھی امر خیر کی ہر صورت جدیدہ نہ بدعت مذمومہ ہے نہ امر ممنوع بلکہ باعث جزائے خیر و برکت ہے۔ پندرہویں صدی کے کسی نام نہاد عالم کو ہرگز یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ علماء محققین کے نزدیک مستحب یا بدعت حسنہ و امر باعث جزائے خیر کو اپنی طرف سے کوئی چونکہ چنانچہ لگا کر بدعت ضلالت و ناجائز و منع قرار دے۔

صلوۃ و سلام قبل اذان زمانہ قدیم سے شروع اور تمام ائمہ سلف اہل سنت کے نزدیک مقبول ہے

یہ کتنا بالکل غلط ہے کہ صلوۃ و سلام قبل اذان کوئی چودھویں صدی کا نیا عمل مشروع ہے۔ ہم نے سلف صالحین و ائمہ محققین کی تصریحات سے واضح کر دیا ہے کہ اس مستحب امر بحديث نبوی کا بلند آواز سے اجراء چھٹی صدی کی ابتدا میں ممالک عرب مصر وغیرہ میں ہوا۔ اور آج پندرہویں کی ابتدا ہے۔ تقریباً ایک ہزار سال سے عالم اسلام کے مختلف ممالک (سوائے خارجیت و وہابیت زدہ ممالک کے) میں جاری و ساری ہے اور اس کے اجراء کے بعد سے آج تک تمام ائمہ ائمہ و علماء و فقہاء نے اسے سراہا اور اسے مستحب و محبوب جانا۔ امام سخاوی و ابن حجر کی و امام العلماء الربانین امام عبدالوہاب شعرانی اور پورے عالم اسلام میں شائع مذاہب الاربعہ اہل سنت و جماعت حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی کے معتد علماء و مؤلفین "اللہ علی المذاہب الاربعہ" کی تصریحات کے بعد کسی ایرے غیرے مولوی و مفتی کا اسے بدعت یا اضافہ یا ناجائز کہنا سورج کی طرف تھوکنے سے زیادہ کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

اندھیرا بچھتا جاتا ہے اجالا ہوتا جاتا ہے

محمد مصطفیٰ کا بول بالا ہوتا جاتا ہے

مفسرین کا شبہ کہ صحابہ کی اذان کے بیان کے ساتھ صلوۃ و سلام مذکور و منقول نہیں ہے۔ شبہ بھی جاہلانہ و سراسر لغو و بیہودہ ہے کہ چونکہ حضرت بلال بن رباح و دیگر مؤذنین سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبداللہ بن قیس معروف بہ عبداللہ بن ام مکتوم و سعد بن عائد و اس بن بقیعہ معروف بہ ابو مخزومہ و زیاد بن حارث کی اذان کے ساتھ صلوۃ و سلام مذکور و منقول نہیں لہذا یہ مستحب نہیں اور اگر مستحب ہوتا تو وہ ضرور اذان سے پہلے صلوۃ و سلام پڑھتے اور اذان والی حدیثوں میں کلمات اذان سے پہلے اس کا ذکر بھی ہوتا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مفسرین کا یہ اعتراض بہ چند وجوہ مردود ہے۔

۱۔ لا تو اس لئے کہ کسی فعل یا معاملہ کا کسی جگہ ذکر نہ ہونا اس بات کی دلیل بن ہی نہیں سکتا کہ وہ فعل ہوا ہی نہ تھا۔ فرض و واجب ضروری ہوتے ہیں ان کی سنتیں و مستحبات ان کے متعلقات و قربات ہوتے ہیں۔ مسائل کے بیان میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کسی واقعہ کا راوی نظریہ ضرورت کے تحت کسی اہم امر کا ذکر تو کر دیتا ہے مگر اس فرض یا واجب کے سنن یا مستحبات کا ذکر نہیں کرتا۔

۲۔ وضو سے پہلے بسم اللہ شریف پڑھنا سنت ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو کے متعلق جو صحیح حدیث حضرت عثمان و حضرت علی سے مروی ہے اس میں آپ کا وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مذکور و منقول نہیں۔ اس لئے صاحب ہدایہ نے اس کے سنت ہونے کی بجائے یہ کہ دیا

کہ والصحيح انه مستحب يعني صحیح یہ ہے کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا بوجہ صحیح احادیث میں ذکر نہ ہونے کے سنت نہیں بلکہ مستحب ہے۔ صاحب عنایہ شرح ہدایہ لکھتے ہیں کہ اس کا مستحب ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک کلی ترغیبی عمومی ارشاد سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے کل امر ذی بال لم یبدأ فیہ بسم اللہ فهو ابتر (عنایہ علی ہامش فتح القدیر ج 1 ص 14 طبع مصر) یعنی ہر اہم کام جس کی ابتداء میں بسم اللہ نہ پڑھی گئی وہ ناقص ہے۔

جیسا کہ اہل سنت و جماعت کہتے ہیں کہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام مستحب ہونا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک کلی عمومی ترغیبی ارشاد سے ثابت ہے اور وہ یہ ہے

کل امر ذی بال لا یبدأ فیہ بحمد اللہ والصلاۃ علیٰ فهو اقطع الخ (جامع صغیر ج 2 ص 92) یعنی ہر اہم کام جس کی ابتداء میں حمد الہی اور مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ ناقص ہے۔

محقق علی الاطلاق فقہاء احناف امام ابن ہمام فتح القدیر شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں کہ یہ صحیح ہے کہ ان عثمان و علیاً رضی اللہ عنہما حکمیا وضو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم ینقل عنہما التسمیۃ۔ (عنایہ حوالہ مذکورہ) یعنی حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وضو جو بیان کیا ہے اس میں وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا مذکور و منقول نہیں اور جن احادیث میں بسم اللہ کا ذکر ہے وہ ضعیف ہیں۔ اس لئے صاحب ہدایہ نے کہا ہے کہ یہ سنت نہیں مستحب ہے۔

و مستندہ فیہ ضعف الاحادیث (فتح القدیر ج 1 ص 14)

تو چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وضو سے پہلے آپ کا بسم اللہ پڑھنا حضرت عثمان و علی والی صحیح احادیث میں تو منقول و مذکور نہیں دوسری جن احادیث میں بسم اللہ مذکور و منقول ہے وہ احادیث ضعیف ہیں اور احادیث ضعیف سے مستحب ہی ثابت ہوتا ہے سنت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ لہذا صاحب ہدایہ نے اسے مستحب قرار دیا ہے پھر امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ حضرت عثمان و حضرت علی والی صحیح روایہ میں وضو سے پہلے بسم اللہ کے ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وضو سے پہلے بسم اللہ پڑھنا سنت ہی نہ ہو۔

و عدم نقلہما فی حکایتہما اما لا نہما حکمیا الافعال النی ہی الوضو و التسمیۃ لیست من نفسہ (فتح القدیر ج 1 ص 14)

اور حضرت عثمان و حضرت علی نے وضو سے پہلے بسم اللہ اس لئے ذکر نہیں کیا کہ وہ وضو تیار ہے ہیں اور بسم اللہ وضو نہیں بلکہ اس کی سنتوں سے ہے۔ پھر امام ابن ہمام کہتے ہیں کہ

اذ قد ینقل بعض الاحادیث اشتغالا بالمہم۔ راویان حدیث کسی مشغولیت کی بنا پر واقع کا کچھ حصہ بیان کر دیتے ہیں تمام ذکر نہیں بھی کرتے پھر امام ابن ہمام اس شبہ عدم ثبوت بوجہ

عدم ذکر کا قلع قمع کرتے ہوئے لکھتے ہیں

و بالجملة عدم النقل لا ینفی الوجود (فتح القدیر ج 1 ص 14)

خلاصہ کلام یہ کہ کسی جگہ کسی چیز کا کسی فعل کے ساتھ ذکر و منقول نہ ہونا اس بات کی قطعاً دلیل نہیں بن سکتا کہ وہ چیز اس فعل کے ساتھ ہوئی ہی نہ تھی۔ بنابرین ہم بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہیں کہ حضرت بلال یا کسی بھی مؤذن کی اذان سے پہلے یا بعد کسی راوی حدیث کے صلوٰۃ و سلام ذکر نہ کرنے سے ہرگز لازم نہیں آتا کہ وہ اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھتے ہی نہ تھے۔

اور دیکھئے۔ سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے دونوں صاحبزادوں حضرت اسماعیل و حضرت اسحاق علی نبینا و علیہما الصلوٰۃ و السلام میں سے ذبح اللہ کون ہے۔ اس میں اکابر اسلام کا اختلاف ہے۔ اور گو کہ جمہور کا قول یہی ہے کہ حضرت اسماعیل ہی ذبح اللہ تھے مگر جو حضرات حضرت اسحاق کو ذبح اللہ قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ واقعہ ذبح سے پہلے بشارت کا ذکر قبشرناہ بعلامہ حلیم سے قرآن مجید میں آیا ہے اور پھر مشربہ کا ذکر و بشیرناہ باسحاق نبیا من الصالحین سے بھی بصراحت حضرت اسحاق علیہ السلام کے ذکر سے آیا ہے۔ تو چونکہ ذبح ہونے والے کی بشارت اور حضرت اسحاق کی بشارت ہر دو قرآن مجید میں مذکور ہیں لیکن حضرت اسماعیل علیہ السلام کا نام لے کر ان کی بشارت قرآن مجید میں مذکور نہیں اس لئے غالب یہی ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسحاق علیہ السلام ہی تھے۔

خاتمہ المحققین و عمدة البدیعین علامہ ابو الفضل شہاب الدین السید محمود آلوسی بغدادی متوفی 1270ھ اپنی تفسیر روح المعانی میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے ذکر کے ساتھ ان کی بشارت کے ذکر نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کی بشارت ہوئی ہی نہ تھی ثم عدم الذکر لا ینکض علی عدم الوجود (روح المعانی ج 23 ص 35 طبع مصر) یعنی کسی جگہ کسی چیز کا ذکر نہ ہونا اس امر کی دلیل نہیں بن سکتا کہ وہ چیز ہوئی ہی نہ تھی۔

دیکھئے کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنا فرمان نبوی بھی ہے اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل مبارک بھی انظر من الشئ ہے مگر بعض مواقع میں راویان حدیث نے آپ کے کھانے کے ساتھ کھانے سے پہلے بسم اللہ پڑھنے کا ذکر نہیں کیا۔

حضرت جابر فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صحابیہ کے گھر تشریف لے گئے۔ اس نے بکری کا گوشت پکایا فَأَکَلَ مِنْهَا آپ نے اس سے تناول فرمایا و أَنْتُمْ یَقْنَعُ مِنْ رَطَبِ فَاکَلِ مِنْهُ وہ کھجوروں کا طہاق لائی اس سے بھی آپ نے تناول فرمایا۔ پھر آپ نے وضو فرمایا اور نماز ظہر پڑھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ صحابیہ اس گوشت کا پکایا ہوا کچھ حصہ

پڑھنے کا ارشاد نبوی وارد ہے۔ اسم اللہ۔ حمد الہی۔ صلوة وسلام علی خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم۔ افضل تو یہی ہے کہ تینوں چیزیں پڑھے۔ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلٰی الْکَ وَاَصْحَابِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ جیسا کہ ہمارے ہاں ہر اذان و تکبیر سے پہلے صدر عید گاہ چشتیاں شریف میں معمول ہے۔ لیکن اگر کوئی صرف صلوة وسلام ہی پڑھے تو اسم الہی و حمد الہی معنی دیا ہو جائیں گے۔ یا رسول اللہ میں اللہ کا اسم اللہ ذکر ہو گیا اور صلوة یعنی طلب رحمت الہی سے اللہ کی تعریف بھی نمٹنا ہو گئی۔ اسلئے اگر کسی وجہ سے اختصار مطلوب ہو تو الصلاۃ والسلام ضرور پڑھا جائے تاکہ فرامین نبوی کی تعمیل ہو۔

صلوة وسلام قبل اذان بدعت یا اذان میں اضافہ و تحریف اذان نہیں بلکہ تعمیل فرمان نبوی ہے

شیطان جب بھی کسی نیک کام سے لوگوں کو محروم کرنے کی سازش کرتا ہے تو کسی نہ کسی مسئلہ کی آڑ میں بھی امور خیر و برکت سے متنفر کرتا ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام و حضرت نوح کے جنت سے نکلنے اور شجرہ ممنوعہ سے کھانے کے لئے اس نے قسمیں اٹھا کر جنت میں ہمیشہ رہنے کا مسئلہ بنا کر ہی جنت سے نکلوا یا۔ وہی منکرین صلوة وسلام کو اس کے بدعت محرمہ یا اضافہ یا تحریف اذان ہونے کا وسوسہ ڈال کر ہی صلوة وسلام قبل اہم امر اذان کی برکت سے محروم کر رہا ہے۔ پاک زوجہ نبی کو وسوسہ میں ڈال لینے کے بعد علماء و مفتیان و شیخ الحدیث و حکیم الامت قسم کے حضرات کو وسوسہ بدعت میں دھکیل دیتا۔ تم کون؟ میں معمول۔ میں کون؟ تم عامل۔ دن تو تھری کا کرتب اس کے پائیں ہاتھ کا کھیل ہے جو تقریباً ایک صدی سے پاک و ہند میں مخراب و منبر کے رنگ میں کھینچا جا رہا ہے۔ ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد کہ "ہر اہم امر جس کی ابتداء میں حمد و صلوة نہ پڑھی گئی ہو ناقص ہے" اذان یا کسی بھی نیک کام سے پہلے صلوة وسلام پڑھنا ہرگز بدعت مذمومہ نہیں بلکہ تعمیل فرمان مصطفیٰ ہے، صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور اسے بدعت و امر بزم کتنا فشاء نبوی سے تصادم و بغاوت کی وجہ سے گستاخی بھی ہے۔

اذان سے پہلے اپنی طرف سے کچھ پڑھ لینا اضافہ نہیں بلکہ سنت صحابہ ہے | اذان اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذنین کو اللہ اکبر سے ہی اذان سکھائی گئی اور کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اذان سے پہلے انہیں کوئی دعا وغیرہ سکھائی ہو۔ مگر حضرت بلال اپنی طرف سے اذان سے پہلے بلند آواز سے ایک دعا مانگا کرتے تھے۔

اللھم انی احمدک و استعینک علی قریش ان یقیموا ربک (ابوداؤد شریف ج 1 ص 77) یعنی اے اللہ میں تیری حمد کرتا ہوں اور قریش کے ہمارے تیری مدد مانگتا ہوں کہ وہ تیرے

دین کو قائم کریں۔

اور یہ دعا مانگ کر پھر اذان پڑھتے اللہ اکبر اللہ اکبر الخ۔ اس حدیث کی راوی صحابہ کئی ہیں کہ چونکہ میرا مکان مسجد نبوی کے متصل مکانوں میں سے سب سے اونچا تھا اس لئے بلال پیش صبح کی اذان میرے مکان کی چھت پر پڑھتے تاکہ اذان دور تک سنائی دے۔ وہ صحابہ کئی ہیں کہ مجھے اللہ کی قسم کہ یہ دعا بلال نے کبھی نہ چھوڑی (بیشہ باہتمام و بالالتزام پڑھتے تھے)

اگر بغیر فرمان نبوی اپنی طرف سے اذان سے پہلے کچھ پڑھنا اضافہ و گناہ ہوگا تو معاذ اللہ حضرت بلال بھی بدعت قبیحہ و تحریف و اضافہ کے مرتکب ہوں گے۔ اور جب کہ بغیر سنت و فرمان نبوی کے اپنی طرف سے دعا مانگ کر اذان پڑھنا جائز ہے تو درود و سلام دعا سے بھی زیادہ محبوب عند الہی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔ اس کا اذان سے پہلے پڑھنا کسی عالم کی خانہ ساز شریعت سے منع نہیں قرار دیا جاسکتا۔ بلکہ بحدیث مذکور کل امر ذی بال الخ۔ دعا سے زیادہ مستحب ہے۔ صلوة وسلام کی اہمیت اس حدیث سے ملاحظہ کریجئے۔ حضرت ابی بن کعب کہتے ہیں۔ میں نے ارگاہ اقدس میں عرض کیا:

یہی اکثر الصلاۃ علیک فکم اجعل لک من صلاتی فقال ما شئت قلت الربع قال ما شئت فان زدت فهو خیر لک قلت النصف قال ما شئت فان زدت فهو خیر لک قلت فالثلثین قال ما شئت فان زدت فهو خیر لک قلت اجعل لک صلاتی کلھا قال اذنک ففی ھمک ویکفیر لک ذنبک (مشکوٰۃ ص 86)

یا رسول اللہ میں آپ پر کثرت سے درود پڑھنا چاہتا ہوں تو کتنا وقت پڑھا کروں۔ فرمایا کہ جتنا دل چاہے پڑھ لیا کرو۔ میں نے عرض کیا کل وقت فارغ کا چوتھا حصہ پڑھ لیا کروں۔ فرمایا جتنا چاہے پڑھ لیا کرو اس چوتھائی وقت سے زیادہ پڑھے گا تو بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ آدھا وقت پڑھ لیا کروں۔ فرمایا کہ جتنا چاہے پڑھ لیا کرو اس نصف وقت سے زیادہ درود پڑھے گا تو بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ دو تہائی وقت صلوة پڑھ لیا کروں۔ فرمایا جتنا دل چاہے پڑھ لیا کرو اس دو تہائی وقت سے زیادہ پڑھے گا تو بہتر رہے گا۔ میں نے عرض کیا کہ پھر میں سارا وقت درود شریف ہی پڑھتا رہوں گا۔ فرمایا کہ اس طرح ہر وقت صلوة وسلام پڑھنے سے تیری تمام مرادیں پوری ہو جائیں گی اور تیرے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔

امت انس سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

من صلی علیّ واحدۃ فتقبلت منہ محالہ عنہ ذنوبہ ثمانین سنۃ (روا البخاری ج 1 ص 1) یعنی جو مجھ پر ایک دفعہ صلوة پڑھے اور قبول ہو جائے تو اس کے اسی (80) سال کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں

خاتمة المحققین سید ابن عابدین لکھتے ہیں

والذی یظهر من ذلك ان المراد بقبولها قطعاً انها لا ترد اصلاً مع ان كلمة الشهادة قد ترددت (الى قوله) والدعاء منه المقبول ومنه المردود (الى قوله) خبر جت الصلاة من عموم الدعاء (رد المحتار ج 1 ص 365)

اس سے جو بات ظاہر ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ کلمہ شہادت بھی کبھی رد ہو جاتا ہے مگر صلوٰۃ و سلام قطعاً قبول ہو جاتا ہے۔ دعا بھی کبھی قبول ہوتی ہے کبھی نہیں مگر ہر صلوٰۃ قبول ہوتی ہے۔

صلوٰۃ و سلام کسی وقت بھی منع نہیں صرف بعض مواقع و حالات میں منع ہو جاتا ہے

مذکورہ بالا کے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ صلوٰۃ و سلام ہر وقت مستحب ہے صرف چند نامناسب حالات میں پڑھنا منع ہے جو کہ فقہاء کی زبانی آپ پڑھ چکے ہیں۔ مگر کسی بھی حالت و فعل کے لئے چونکہ وقت ظرف ہوتا ہے۔ لہذا بعض علماء مجازاً بمعاذ ظرف و ظروف فلاں کام فلاں وقت منع ہے کہہ دیتے ہیں حقیقت میں وقت منع نہیں ہوتا، موقع و حالت ممنوع ہوتے ہیں۔ اذان سے قبل درود و سلام کے مناسب ترین موقع و حالت سے بڑھ کر اور کون سا موقع احسن و انسب ہو سکتا ہے کہ مؤذن با وضو قبلہ رو ہو کر پاک مقام میں کھڑا اہم امر اذان سے مشرف ہو رہا ہوتا ہے اس سے بڑھ کر اس کے لئے صلوٰۃ و سلام علی خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اور کیا موقع غنیمت ہو سکتا ہے؟

کسی ماثور در حدیث کلام میں تعظیم نبوی کے لئے اضافہ بھی کیا جاسکتا ہے | اس وضاحت کے بعد کہ کلام ماثور و مننون کے اول یا آخر میں کسی فرمان نبوی کے ترغیبانہ تقاضے پورے کرنے کے لئے کچھ پڑھ لینا قطعاً اضافہ و تحریف نہیں بلکہ فرمان نبوی کی تعمیل ہوتی ہے، یہ مسئلہ بھی ذہن نشین رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کی ماثور و منقول عبارت میں بھی شرف و تعظیم نبوی کے لئے تعظیمی لفظ کا اضافہ کر لینا محبوب و مستحب ہے۔ چنانچہ فقہائے احناف بلکہ پیشوایان وہابیہ نے بھی خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمائے ہوئے الفاظ درود میں آپ کی تعظیم کے لئے لفظ "سیدنا" کا اضافہ مستحب قرار دیا ہے۔ در مختار فقہ احناف کی معتد و مفتی بہ کتاب ہے۔ دیوبندی بھی اس پر فتویٰ دیتے ہیں۔ اس کے مصنف امام علاء الدین مصلکی و مشقی متوفی 1088ھ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کتاب کے لکھنے کی اجازت لے کر آپ کے روضہ انور کے زیر سایہ آپ کے مواجہہ شریفہ کے سامنے اسے شروع کیا۔ اس مقدس کتاب کے مصنف نماز کے تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودہ الفاظ درود ابراہیمی کے جملہ اللہم صلی علی محمد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسم پاک محمد سے پہلے لفظ "سیدنا" کا اضافہ کر کے اللہم صلی علی سیدنا محمد پڑھنا

مستحب قرار دے رہے ہیں:

ونذنب السيادة لان زيادة الاخبار بالواقع عين سلوك الادب فهو افضل من تركه ذكره الرملي الشافعي (در مختار مع رد المحتار ج 1 ص 360) درود ابراہیمی میں سیدنا کا لفظ پڑھنا ہی طریق ادب ہے۔ پس یہ لفظ پڑھنا نہ پڑھانے سے افضل ہے امام خیر الدین رملی شافعی نے ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

مسلمانوں کو بدعتی و مشرک بنانے میں دیوبندی جماعت کی پیٹی بھائی بلکہ استاذ جماعت غیر مقلدین مابینہ کے سب سے بڑے محدث قاضی شوکانی صاحب لکھتے ہیں۔

وقد روى عن ابن عبد السلام انه جعل من باب سلوك الادب - ابن عبد السلام سے روایت کیا گیا ہے کہ انہوں نے (تشہد نماز والے درود ابراہیمی میں لفظ سیدنا کے اضافے کو) ادب کا طریقہ قرار دیا ہے:

پھر شوکانی صاحب اس اضافے کے متعلق ابن عبد السلام کے قول کی تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں وہو مبني على ان سلوك طريق الادب احب من الامتنال ويؤيده حديث ابى بكر حين امره رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يثبت مكانه فلم يتمثل وقال ما كان لابن ابي قحافة ان يتقدم بين يدي رسول الله صلى الله عليه وسلم وكذلك امتناع علي عن محو اسم النبي صلى الله عليه وسلم من الصحيفة بعد ان يأمره بذلك وقال لا محوا اسمك جدا وكلا الحديثين في الصحيح فتقرره صلى الله عليه وسلم على الامتناع من امتثال الامر ناديا مشعراً بأولويته (نيل الاوطار ج 2 ص 286)

اس لفظ سیدنا کے درود ابراہیمی میں اضافہ کر لینے کے استحباب کی بنیاد یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان کی بیدہ تعمیل سے آپ کا ادب کرنا زیادہ محبوب ہے اور اس اصول ادب کی تائید خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء راشدین کے واقعات سے ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مرض کے ایام میں آپ کے ہی حکم سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز کی جماعت کر رہے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز کی جماعت کے دوران نماز کے لئے مصیٰ کی طرف تشریف لائے۔ حضرت ابوبکر کو محسوس ہوا تو وہ ادباً مصیٰ امامت سے پیچھے ہٹنے لگے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں پیچھے ہٹنے سے روکا تو وہ نہ رکے اور پیچھے ہٹ گئے۔ نماز سے فراغت کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ وہیں کھڑے رہو تو تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی۔ حضرت ابوبکر صدیق نے عرض کی۔ یا رسول اللہ! ابو قحافہ کے بیٹے (ابوبکر) کے لئے یہ لائق نہ

تھا کہ رسول اللہ کے آگے مصیٰ پر کھڑا رہے۔ دیکھئے یہاں حضرت صدیق اکبر نے فرمان کی تعمیل پر ادب کو ترجیح دی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی یہ بات سن کر اس کو رد نہیں فرمایا۔ اس کو محدثین تقریری سنت کہتے ہیں کہ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کا رد نہ فرما کر اس عمل کو مقرر رکھا اور پسند فرمایا۔ یہ حدیث مفصل صحیح مسلم میں موجود ہے۔

2۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر صلح نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے تحریر کیا۔ انہوں نے صلح نامہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو محمد رسول اللہ کہا۔ کفار مکہ نے آپ کے اسم مبارک کے ساتھ لفظ رسول اللہ پر اعتراض کیا کہ ہم آپ کو رسول اللہ نہیں مانتے۔ یہ لفظ مٹا دو ورنہ ہم صلح نامہ پر دستخط نہیں کرتے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کو حکم دیا کہ اے علی! یہ لفظ کاٹ دو! مگر حضرت علی نے عرض کی کہ یا رسول اللہ میں آپ کو رسول اللہ مانتا ہوں۔ میں یہ لفظ نہیں مٹا سکتا۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی سے صلح نامہ لے کر خود وہ لفظ مٹایا مگر حضرت علی کی اس تعمیل حکم کی بجائے ادب و تعظیم کی ترجیح کو رد نہ فرمایا اور اس ادبی و تعلیمی عمل کو مقرر و پکا فرمایا۔

ان دونوں واقعات کی دلیل دے کر شوکانی صاحب کا یہ کہنا کہ مُشعر بآلوتہ یعنی فرمان نبوی کی بعیدہ تعمیل کی بجائے امتی کا اپنی حیثیت کے لحاظ سے ادب کو ترجیح دینا ادبی و محبوب و مستحب ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے نزدیک بھی یہ اضافہ افضل ہے۔

آپ نے اپنی آنکھوں سے پڑھ لیا کہ فقہاء کے نزدیک کسی ماثور کلام نبوی میں تعظیم و ادب کے لئے اضافہ بھی مستحب ہے۔ فقہ کی مستند کتاب درمختار اور شوکانی کی نیل الاوطار کی عبارات کے علاوہ درمختار کے شارح خاتم المحققین امام فقہائے احناف سید ابن عابدین صاحب درمختار کے قول ذکر الہی الشافعی کی شرح کرتے ہوئے روا مختار میں لکھتے ہیں:

ای فی شرحہ علی منہاج النووی ونصہ والافضل الاتیان بلفظ السیادة کما قالہ ابن ظہیریہ وصرح بہ جمع و بہ افقی الشارح لان فیہ الاتیان بما أمرنا بہ الخ (روا مختار ج 1 ص 360)

امام رمی نے شرح منہاج میں اور ابن ظہیریہ و فقہاء کی جماعت نے ایسا ہی کہا ہے (کہ سیدنا کا لفظ بڑھانا مستحب ہے) اور یہی لٹوی صاحب درمختار نے دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم کے پابند ہیں اور سیدنا کے لفظ کے اضافے سے امر ربانی کی تعمیل ہی ہوتی ہے کوئی غلط کام نہیں ہو رہا ہے نیز امام غزالی نے بھی درمختار کی شرح میں یہی راخبار عن الواقع ہی کہ کر اس اضافہ کی تائید کی ہے۔

دیوبندیوں کی مستند کتاب تبلیغی نصاب میں ان کے محدث کاغذ حلوی صاحب اسی درمختار کے حوالہ

سے اس موقع پر اس اضافہ کے متعلق لکھتے ہیں۔

سیدنا کا لفظ بڑھا دینا مستحب ہے (تبلیغی نصاب ص 761 طبع ملتان)

اب صلوٰۃ و سلام قبل اذان یا بعد اذان تو اذان سے پہلے یا بعد ہی پڑھا جاتا ہے اذان سے اندر یہ کوئی اضافہ نہیں بن سکتا۔ اصلی حنفی جینے والے دیوبندی علماء بتائیں کہ صاحب درمختار امام حنفی جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقرر فرمودہ الفاظ درود ابراہیمی کے درمیان لفظ سیدنا کا اضافہ مستحب بتا رہے ہیں اور امام خیر الدین و ابن ظہیریہ اور وہ سب فقہاء جنہیں امام ابن عابدین شامی و صرح بہ جماعت سے اس کا قائل بتا رہے ہیں۔ خود امام شامی و غزالی اور غیر مقلدین کے پیشوا قاضی شوکانی جو مُشعر بآلوتہ سے اس اضافہ کو ادبی و افضل قرار دے ہیں۔ جمیع مولوی زکریا کاغذ حلوی دیوبندی کیا یہ سب بدعتی اور بدعت گرتے؟ ان سب کو بدعتی کہنے کا یہ ثار موقع ہے۔ بڑے شوق سے فتویٰ بازی کی عادت پوری کر سکتے ہیں۔

ہر بدعت بری نہیں ہوتی | بدعت کے سوا اگر جس دیدہ دلیری سے ہر بدعت کو برا کہہ کر دین میں بددیانتی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شعوری یا لاشعوری طور پر گستاخی کر رہے ہیں ہمیں حیرت ہے کہ علماء کلام ان کے دماغ اس قدر اندھے کیوں ہو گئے ہیں۔ کتب اصول شریعت میں عموم و خصوص کیبحاث سے سب علماء کو معلوم ہے کہ شارع علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ و السلام کو یہ حق ہے کہ وہ کسی بھی اپنے عام فرمان کو جب چاہیں منسوخ یا علیحدہ کسی ارشاد میں خاص کر سکتے ہیں اور اس کی مثالیں کتب اصول فقہ میں بے شمار موجود ہیں۔ کسی عام کو خصوص اگر منسوخ لائق ہو جائے تو اسے تخصیص اور اگر اس عام حکم کو خصوص کسی علیحدہ ارشاد سے لاحق ہو تو اسے نسخ کہتے ہیں۔ پہلی صورت میں اس عام کو خصوص عنہ البعض اور دوسری صورت میں اس کو حکم عام کا عموم منسوخ کہتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے ہی کسی عام حکم کو خصوص یا منسوخ فرمادینے کے بعد اس سے مستفاد امر خاص کو نظر انداز کر کے اس کے عموم کا ہی ذکر کرتے چلے جانا یہ از حد درجہ بے ایمانی و بددیانتی بھی ہے اور بارگاہ نبوت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی بھی۔

بدعت کے متعلق عام حکم اور پھر اس کی تفسیح | احادیث نبویہ میں بدعت کے متعلق آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا عام حکم کل بدعة ضلالة یعنی ہر بدعت گمراہی ہے اور پھر اس عام حکم کے عموم کو منسوخ کرنے والا حکم ومن اتبع بدعة ضلالة لا یرضاه الله ورسوله کان علیہ من الاثم الخ۔ اور جس نے بری بدعت پیدا کی جسے اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول پسند نہ کریں اس کا گناہ پیدا کرنے والے پر ہوگا۔ الخ (مشکوٰۃ ص 30)

حدیث اول کُلُّ بَدْعٍ ضَلَالَةٌ ہر بدعت گمراہی ہے۔ جس کا علماء وہابیت و دیوبندیت ہر وقت وظیفہ کرتے رہتے ہیں میں لفظ ضلالۃ کل بدعة کی خبر ہے۔ مگر حدیث دوم ومن ابدع بدعة ضلالۃ لا یرضاهما اللہ ورسولہ میں لفظ ضلالہ بدعت کی صفت ہے اور لا یرضاهما اللہ ورسولہ پھر صفت بعد صفت ہے۔ پہلی حدیث میں ہر بدعت کو گمراہی کا کام فرمایا گیا ہے مگر دوسری حدیث میں ہر بدعت کو گمراہی نہیں فرمایا بلکہ بری بدعت کو اور ایسی بدعت کو گناہ قرار دیا گیا ہے جس پر اللہ اور رسول راضی نہ ہوں۔ یعنی جو بدعت بری نہ ہو بلکہ نیک بدعت ہو اور اللہ اور رسول اس بدعت کو اچھا سمجھیں وہ بدعت گناہ نہیں ہوتی بلکہ کارِ ثواب ہوتی ہے۔

دیکھئے پہلی حدیث میں حکم عام ہے اور دوسری حدیث میں اس عام کو پہلے عام حکم سے مستثنیٰ نہیں بلکہ علیحدہ ارشاد میں خاص فرمادیا گیا ہے اور اصول فقہ کی مسلم و معتد علیہ کتاب نور الانوار میں یہ شرعی ضابطہ واضح طور پر موجود ہے۔

و کذا ان لم یکن موصولاً بل کان مترخیا لا یسمی تخصیصاً بل نسخاً علی ما سیجیئی تفصیلہا (نور الانوار ص 71) یعنی کسی حکم عام کو تخصیص اگر متعلق لاحق نہ ہو بلکہ علیحدہ لاحق ہو تو اسے تخصیص نہیں بلکہ نسخ کہتے ہیں۔

بدعت کے متعلق ان دونوں حدیثوں سے واضح ہے کہ یہ دونوں ارشادات علیحدہ علیحدہ وارد ہوئے ہیں۔ پہلی حدیث حضرت عریض سے اور دوسری حدیث حضرت بلال سے روایت ہے تو کل بدعة ضلالۃ کے عموم کو بدعة ضلالۃ کا خصوص تراخی سے لاحق ہوا ہے۔ لہذا کل بدعة ضلالۃ کا عموم منسوخ ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اپنے ارشاد سے اسے منسوخ فرمادینے کے بعد ہر بدعت کو گمراہی و گناہ کہنا شرعاً حرام اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی بھی ہے اور انکار اجتماع امت بھی۔

اجماع امت کہ ہر بدعت گناہ نہیں | امت محمدیہ کے مدعی تمام مسالک و مذاہب کے نزدیک بدعت حسہ امر مسلم ہے یعنی ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ کئی بدعات کارِ ثواب بھی ہوتی ہیں۔

مذاہب اربعہ اہل سنت و جماعت احناف۔ شوافع۔ حنابلہ۔ مالکیہ۔ کے نزدیک اتفاقاً بدعت حسہ امر مسلم ہے

چاروں مذاہب کی متفقہ فقہ کی معروف کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ میں استغاثات و صلوة و سلام قبل اذان و بعد اذان کے متعلق چاروں مذاہب کے نمائندہ معتد فقہا کا یہ فیصلہ موجود ہے کہ وہی بدعت حسنۃ یہ بری بدعت نہیں اچھی اور نیک بدعت ہے۔ مفصل عبارت الفقہ علی المذاہب الاربعہ ج 1 ص 238 طبع مصر کے حوالہ سے ہم

لکھ آئے ہیں۔

اس سے صاف عیاں ہے کہ اہل سنت و جماعت کے تمام مسالک کے اعیان علماء کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی ارشاد ومن ابدع بدعة ضلالۃ میں بدعت ممنوعہ کو بری بدعت سے خاص کر دینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کل بدعة ضلالۃ کا عموم منسوخ ہو چکا ہے اور ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ کئی بدعات اچھی بھی ہوتی ہیں اور ان کا کرنا کارِ ثواب ہوتا ہے

فقہاء اسلام کے نزدیک بدعت کی پانچ قسمیں تسلیم شدہ ہیں | جملائے زمانہ کا یہ ہدیان ہے جو شے سنت نہ ہو وہ بدعت محرمہ ہی ہوتی ہے اور پھر بعض بدعات حسہ کو بدعت کے لفظ سے حرام یا ممنوع کام مشہور کر کے خارجیت کی نمک حلائی کرنا اور سنت کے بعد مستحب و مباح کا نام تک نہ لینا یہ ایک شیطانی سازش ہے کوئی دینی یا شرعی مسئلہ نہیں ہے کیونکہ اسلام کے تمام مسالک حقہ کے فقہاء کے نزدیک ہر بدعت حرام و ممنوع کام نہیں ہوتی بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں ہیں۔ جن میں سے بدعت واجبہ جس کا کرنا ضروری ہے اور بدعت مندوبہ مستحبہ جس کا کرنا کارِ ثواب ہے اور بدعت مباحہ یعنی جائز کام بھی تسلیم شدہ ہیں۔ فقہ حنفی کی معتد و معمول بہ کتاب رد المحتار معروف بہ فتاویٰ شامی بحث امامت نماز میں ہے۔

(قولہ صاحب بدعتہ) ای محرمة والا فقد نکون واجبة کنصب الأدلة للرد علی اهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب والسنة و مندوبة كاحداث نحو رباط و مدرسة و كل احسان لم یکن فی الصلوة الاول و مکروهة کزخرفة المساجد و مباحة کالتوسع بلذیدا لماکل والمشارب والشیاب الخ (رد المحتار ج 1 ص 393 طبع مصر)

اسی صاحب رد مختار نے جو یہ کہا ہے کہ صاحب بدعت کی نماز کے لئے امامت درست نہیں ان کی مراد یہ ہے کہ بدعت محرمہ کرنے والے کی امامت درست نہیں ورنہ بدعت تو واجبہ بھی ہوتی ہے اور مندوبہ مستحبہ بھی مکروہہ بھی اور مباحہ بھی۔ ان بدعات کرنے والے کی امامت بلاشبہ درست ہوتی ہے۔

دعوت کی پانچ قسمیں بھی اکابر اہل سنت نے تسلیم کی ہیں۔ دیکھو اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج 1 ص 110 الطحاوی للقاوی امام سیوطی فتح الباری شرح بخاری امام ابن حجر عسقلانی وغیرہم رحمہم اللہ۔

غیر مقلد وہابیوں کے نزدیک بھی ہر بدعت بری نہیں بلکہ بدعت حسہ بھی ہوتی ہے غیر مقلدین اہل ظواہر اہل بدعت کہلاتے ہیں۔ شریعت کی فہرست سے مستحب و مباح کو خارج کر کے جو سنت نہ ہو اس کو بدعت محرمہ و امر ممنوع و حرام بنانے کا اصل بیوی کی ہیں۔ اور گو

کہ آج کل ان کے جگری بھائی دیوبندی فرقہ کے علماء نے گستاخی خاصان حق اور تفریق بین المسلمین کے شوق میں عام مسلمانوں کو مشرک و بدعتی بنانے میں وہابیوں سے مکمل چارج لے کر انہیں ہر قسم کی زحمت سے فارغ کر دیا ہے تاہم عصائے وحدت ملی کے پرچے اڑانے میں اس گینگ کی مسلسل تباہ کاری کسی سے مخفی نہیں۔ آپ یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ ان کے اکابر کے نزدیک بھی ہر بدعت بری نہیں بلکہ بدعت اچھی اور کار ثواب بھی ہوتی ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک قاضی شوکانی ان کے بہت بڑے محقق و محدث و معتد علیہ فیعل عالم ہیں وہ لکھتے ہیں:

قال في الفتح البدعة اصلها ما أحدث على غير مثال سابق و تطلق في الشرع على مقابلة السنة فتكون مذمومة والتحقيق انها ان كانت مما يندرج تحت مُسْتَحْسَن في الشرع فهي حَسَنَةٌ و ان كانت مما يندرج تحت مُسْتَقْبَح في الشرع فهي مُسْتَقْبَحَةٌ و لا فهي من قسم الثباج وقد تنقسم الى الأحكام الخمسة (میل الاوطار شوکانی ج 3 ص 53)

شیخ الاسلام امام ابن حجر عسقلانی شافعی نے فتح الباری شرح بخاری میں کہا ہے کہ بدعت کا اصل لغوی معنی تو ہے "نئی چیز کا پیدا ہونا" اور علمائے شریعت سنت کے مخالف فعل کو بدعت مذمومہ کہتے ہیں اس کی تفصیلی تحقیق یہ ہے کہ وہ نیا کام جو دین میں کسی پسندیدہ فعل کی نئی صورت ہے تو وہ بدعت حسنہ ہوگی اور اگر وہ نیا کام دین میں کسی ناپسندیدہ کام کی نئی صورت پیدا کرتا ہے تو وہ بدعت قبیحہ ہوگی اور اگر وہ نیا کام نہ تو کسی نیک کام سے میل کھاتا ہے اور نہ ہی کسی برے کام سے ملتا جلتا ہے تو وہ بدعت مباحہ ہوگی اور بدعت پانچ قسموں 1۔ بدعت محرمہ 2۔ بدعت مندوبہ مستحبہ 3۔ بدعت مکروہہ 4۔ بدعت واجبہ 5۔ بدعت مباحہ پر مشتمل ہوتی ہے۔ دیکھا آپ نے۔ اہل حدیث کھلانے والے غیر مقلدین وہابیوں (جو کہ ہر نئی صورت میں کسی بھی اصلاح نیک کام کو بدعت قبیحہ کہتے ہوئے ہزار دانہ کی تیج پوری کر کے سانس لیتے ہیں) کے امام نے بدعت واجبہ و بدعت مندوبہ و حسنہ مان کر کتاب و اشعاع طور پر سنی بریلوی مسلک کو صحیح تسلیم کیا ہے اکابر علمائے دیوبند کے نزدیک بھی ہر بدعت بری نہیں بلکہ بدعت واجبہ بھی ہوتی ہے اور حسنہ بھی

بدعت کار لشکر جبار کے سب سے بڑے مجدد حکیم الامت خطاب یافتہ مولوی اشرف علی صاحب تھانوی ہیں۔ ساری عمران کا اوڑھنا بچھونا ہی شرک و بدعت گری تھا۔ ساری عمر نجدیت کے اس مکروہ دھندے میں صرف کر دی۔ مستحب یا مباح یا بدعت حسنہ ان کے بغیر انہیں میں ہی نہ تھا مگر قدرت خدا کا تماشا دیکھئے کہ عمر کے آخری حصے میں پیران عظام اہل سنت کی عزت و عظمت کی ریس میں انہیں بھی پیر بننے کا شوق لگ گیا تو پیری مریدی بھی شروع کر بیٹھے۔

اب ظاہر ہے کہ بزرگان دین اولیاء اللہ نے مریدین کے تزکیہ نفس و اصلاح قلب و باطن کے لئے کچھ ایسے جدید صورت اعمال و اشغال و وظائف بھی ترتیب دیئے ہیں۔ جن کی نہ تو زمانہ خیر القرون و صدر اول کے صالح نفوس کو ضرورت تھی اور نہ ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ کرام نے مرتب فرمائے۔ تھانوی صاحب کو بھی وہ اعمال و وظائف مریدین میں چالو کرنے پڑے۔ اور ساری عمر سنت نہ ہونے کا بہانہ بنا کر فاتحہ۔ عرس۔ میلاد۔ سوم۔ چہلم کو بدعت قبیحہ کہنے والے یہ تھانوی صاحب خود بدعات میں جکڑ گئے تو ان کا ہی ایک جاں نثار مرید خود ان سے ہی سوال کرتا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ۔

مولوی محمد اسماعیل صاحب دہلوی نے اپنی کتاب ایضاح الحق السریح میں (کسی امام کی تقلید کرنا۔ حنفی کھانا۔ چلے کرنا۔ ذکر معین تعداد سے دل پر ضرر نہیں لگتا۔ نماز معکوس پڑھنا۔ کشف قبور یا کشف قلوب کے اعمال کرنا۔ تصور شیخ و مراقبہ و استغراق اور اوراد و وظائف و مناجاتوں کا پڑھنا) بدعت قرار دیا ہے تو ہم لوگوں کے لئے یہ سب اشغال و اعمال کس طرح درست ہو سکتے ہیں اور اس مشکل کا جواب کیا ہے؟

اب دیکھئے یہی تھانوی صاحب اپنے تماشائیوں کی آنکھیں بند کر کے جھروچلا کر کس طرح ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں۔ اور سنت و بدعت کی کئی قسمیں بنا کر کس طرح پیٹیزا بدلتے ہیں۔ چار صفحات پر مشتمل ان کے جواب کے مندرجات ملاحظہ کیجئے۔

نمبر 1۔ الجواب فی رد المحتار سنن الوضوء ان کان مما و اظہر علیہ الرسول صلی اللہ علیہ وسلم و الخلفاء الراشدون من بعده سنن و الا فمندوب و نفل ہو کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور خلفائے راشدین نے ہمیشہ کیا وہ سنت ہو گا ورنہ مستحب و نفل ہو گا

نمبر 2۔ فی الدر المختار بحث النية - والتلفظ عند الارادة بها مستحب هو المختار و قيل سنة یعنی احبہ السلف او سنة علمائنا اذ لم ينقل عن المصطفى ولا الصحابة ولا التابعين بل قيل بدعة فی رد المحتار قوله قيل سنة عزاء فی التحفة (التي قوله) و لعل لا شبه انہ بدعة حسنة در مختار میں ہے کہ نماز کی نیت کے الفاظ منہ سے بول لینا مستحب ہے یہی قول پسندیدہ ہے۔ بعض فقہائے کہا ہے کہ یہ سنت ہے۔ یعنی ہمارے بزرگوں اور علماء کی سنت ہے۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین سے نیت کا منہ سے کہنا منقول نہیں۔ بلکہ بعض نے کہا ہے کہ یہ بدعت ہے اور در مختار میں یہ بھی ہے کہ یہ سنت ہے۔ مگر صحیح یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ پھر تھانوی صاحب حوالہ مذکورہ رد المحتار سے جسے ہم قریب ہی ذکر کر آئے ہیں سے بدعت کی پانچ قسمیں بانٹتے ہیں۔ کہتے ہیں:

نمبر 3۔ فی رد المحتار قوله ای صاحب بدعة ای محرمة و الا فقد تكون واجبة

کنصب الأدلة على أهل الفرق الضالة وتعلم النحو المفهم للكتاب و السنة
ومندوبة كاحداث نحو رباطو مدرسة و كل احسان لم يكن في الصدر الاول و
مكرهة كخرقة المساجد و مباحة التنوسع بلذذ الماكل والمشارب والشياب
(السخ)

(بوادر النوار تھانوی ص 777 طبع دیوبند) روا المختار میں ہے کہ امامت صرف بدعت محمد کرنے
والے کی درست نہیں ورنہ بدعت تو واجب بھی ہوتی ہے جس کا کرنا شرعاً ضروری ہوتا ہے۔ جیسا
کہ گمراہ فرقوں کے ساتھ مناظروں کے لئے دلائل بنانا اور قرآن و حدیث سمجھنے کے لئے علم نحو
پڑھنا۔ اور بدعت مندوبہ مستحب بھی ہوتی ہے جیسا کہ مسافروں کے لئے سرائیں اور غریبہ اسلامیہ
مدارس بنانا اور وہ تمام نیک کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کے زمانہ میں نہیں
ہوئے تھے۔ اور بدعت مکروہہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ مسجدوں کو خوبصورت بنانا۔ اور بدعت مباحہ
بھی ہوتی ہے جیسا کہ عمدہ کھانوں، عمدہ شربتوں اور عمدہ کپڑوں کا استعمال (کہ یہ سب بدعات
بھی ہیں اور درست بھی ہیں)

جل تو جلال تو۔ آئی بلا ٹال تو۔ دیکھ لیا آپ نے کہ مسلمانوں کو ہر ایسا نیک کام کرنے پر جس
کی یہ صورت صدر اول یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین کے زمانہ میں نہ
تھی۔ بدعتی ہونے کا سرٹیفکیٹ ہاتھ میں تھا کہ اہل سنت کی لسٹ سے نکالنے والے دیوبندی حکیم
الامۃ اور ان کی امت کا حال کہ اگر کوئی دوسرا آدمی صلوة و سلام قبل اذان پڑھ لے یا نماز جنازہ
کے بعد اجتماعی دعا مانگ لے یا کسی بزرگ کی وفات کے دن خیرات و عرس کر لے یا کھانا سامنے
رکھ کر قرآن شریف کا ختم ایصال ثواب کر لے تو یہ اتنا بڑا جرم بنایا جاتا ہے کہ "ہل کھڑی کرو
اور اس کے برابر روٹیوں کا تہ بہ تہ تھبہ جوڑ کر فدیہ دو۔ تب کہیں بدعتی ہونے کا جرم معاف
ہوگا" مگر تھانوی صاحب اور ان کے مرید اگر ایسے کام۔ چلے۔ اوراد۔ وظائف۔ اعمال کشف
وغیرہ کر لے جو زمانہ صدر اول میں نہ تھے۔ تو ہل لمبی ڈال کر اس پر صرف ایک ایک روٹی بچھا کر
جان بچا لو۔ اب تو صرف بدعت مباحہ و حسنہ ہی نہیں بلکہ بدعت واجبہ بھی مان لی گئی۔ اسے کہتے
ہیں

مشکل جو سر پہ آپڑی تیرے ہی نام سے ملی

تھانوی صاحب کو فقہائے احناف کے پاؤں پکڑ کر بریلوی بننا پڑا۔ حق حق ہی ہوتا ہے۔ دیکھتے
ساری عمر یہ کہنے والے کہ اگر عرس، میلاد وغیرہ نیک کام ہوتے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور
صحابہ کرام کیوں نہ کرتے۔ تھانوی کی مسلمہ محولہ عبارت کو کل احسان لم یکن فی الصدر
الاول "ہر وہ نیک کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ کے زمانہ میں نہ ہوا بعد میں جاری ہوا

بدعت قبیحہ نہیں بلکہ بدعت مندوبہ مستحب ہوتا ہے" سے یہ دیوبندی مجدد صاحب کس جگر
کوسے سے مان گئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد بھی نیک کام
آدی ہو سکتے ہیں۔ ہر امر خیر اور ہر نیکی کا سرچشمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ذات بابرکات
ہے مگر ہر نیکی کی ادائیگی کی ہر صورت آپ کے اور صحابہ کے زمانہ میں اگر عمل میں آچکی تو کل
احسان لم یکن فی الصدر الاول کا کیا مطلب ہے؟

ابھی عشق کے امتحان اور بھی ہیں

تھانوی جی کا بدعت واجب و بدعت حسنہ مان کر ہی کام ختم نہیں ہوا۔ انہی تھانوی صاحب کی زبانی
سنت کی تقسیم بھی سن لیجئے۔

تھانوی صاحب کہتے ہیں کہ سنت صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قول و فعل ہی نہیں ہوتا
بلکہ علماء کا کام بھی سنت ہوتا ہے۔ لکھتے ہیں:

سنت کے کئی معنی ہیں 1۔ منقول عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم 2۔ او الخلفاء
المشددین 3۔ منقول عن الرسول او الصحابة او التابعین 4۔ منقول عن
المسائل الخ

(مختصر ابوادر النوار ص 778 طبع دیوبند)

مثلاً اللہ۔ تھانوی صاحب چونکہ خود عالم کہلاتے تھے اور مذکورہ بدعات کے ارتکاب سے بدعتی بننے
تھے لہذا اپنی بدعات سے بدعتی بننے سے گلو خلاصی کے لئے سنت علماء کو تسلیم کر لیا۔ اور اپنی اور
ہی ساری امت کی ساری عمر کی کمانی کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ نے نہیں کیا وہ
صورت بدعت ضلالت ہے "پر کس جوش و خروش سے پانی پھیر دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم
اور صحابہ کے بعد ہر کام بدعت نہیں ہوتا بلکہ ہم علماء کا کام بھی سنت ہوتا ہے۔ واضح طور پر
ایاں ہے کہ تھانوی صاحب کے نزدیک جب بدعت واجبہ اور بدعت مندوبہ تسلیم شدہ ہیں تو
حدیث کل بدعة ضلالة کا عموم ان کے نزدیک منسوخ ہو چکا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابتدائے
سنت بدعت میں مفصل ذکر کیا ہے۔ ورنہ اگر ہر بدعت ضلالت ہے تو بدعت واجبہ اور بدعت
مستحبہ کا کیا معنی؟

سنت کی تعریف اور دیوبندی حکیم الامتہ کا اتار چڑھاؤ | پیری مریدی کے شوق میں جب

تھانوی صاحب ایسے کام کرنے لگے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کے زمانہ میں
تھے تو خود کو بدعتی ہونے کے ٹپ سے محفوظ رکھنے کا ایک اور دیوبندی نسخہ تجربہ بھی پڑھ لیجئے۔
تھانوی صاحب اپنے جاں بلب مریدوں کی بدعتی ہونے سے جاں بخشی اس تریاق سے کرتے ہیں۔
حقیقت میں سنت کے معنی ہیں ہی الطريقة المسلوكة فی الدین (بوادر النوار ص

778) حقیقت میں سنت کے معنی ہیں دین میں چلنے کا طریقہ۔ اور پھر کہتے ہیں:

بدعت کے معنی ہیں ما أحدث علی خلاف الحق الملتقى عن رسول الله صلى الله عليه وسلم من علم او عمل او حال (بوادر النواذر صفحہ مذکورہ) بدعت وہ ہوتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے علماء و عملا و حالا لئے گئے سچے طریقہ کے خلاف ہو۔ پھر لکھتے ہیں۔

وهذا التلقى عام كان بلا واسطة او بواسطة الادلة الشرعية كما هو معلوم من القواعد (بوادر النواذر صفحہ مذکورہ) اور احکام کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے لینا صرف یہی نہیں کہ آپ کے فرمان یا عمل سے ہی ثابت ہو۔ بلکہ علمائے اصول نے شرعی دلائل کے جو قواعد و ضوابط مقرر کئے ہیں ان کی رو سے بھی کسی مسئلہ کا ثابت ہو جانا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی لینا ہے۔ لا اله الا الله: کیا سمجھتے ہیں کہ کوئی عمل اگر کتاب و سنت کے علاوہ اجماع و قیاس، اقتضا، انفس، اشارات، انفس یا عموم و قیاس و اجتہاد سے ثابت ہو جائے تو وہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی لینا ہے، بدعت ضلالہ یا گناہ نہیں ہے۔

آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا

تھانوی صاحب اپنی بدعتوں کو دین کا جز ثابت کرنے کے لئے ابھی مطمئن نہیں ہوئے۔ اپنی حکیمانہ کارروائیوں کا دائرہ ذرا اور وسیع کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ بدعت صورت یہ کر لینے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ:

پس سنت حقیقیہ و بدعت حقیقیہ جمع نہیں ہو سکتیں لیکن بدعت صورت یہ سنت حقیقیہ کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے۔ چنانچہ تلفظ بنیہ صلوٰۃ کو سنت کہا گیا ہے بعض معانی کے اعتبار سے کہ وہ معنی ایک قسم ہے سنت حقیقیہ کی اور بدعت بھی کہا گیا ہے بعض معانی سنت کے مقابلہ کے اعتبار سے۔ اسی لئے "علیہ" کی عبارت مذکورہ میں اس کو بدعت مان کر حسن کہا گیا ہے۔ جو صریح ہے جواز بعض اقسام بدعت مع السنۃ الحقیقیہ میں اور یہ اجماع حضرت عمر کے قول "نعت البدعۃ" سے بھی متاید ہوتا ہے۔ (بوادر النواذر ص 778 طبع دیوبند)

شباباش، شباباش۔ ناظرین! داد دیجئے بدعت کے اکھاڑے کے رستم اس حکیم الامت کو کہ کس شرح صدر سے بدعت و سنت کو جمع کرنے کا اکسیر اعظم تیار کر کے غلیفہ راشد حضرت فاروق اعظم کے قول سے بھی اس کی تائید کر رہے ہیں۔ ہے کوئی مائی کا لال؟ جو ان صاحب سے پوچھتے کہ صاحب ہمارے۔ فاتحہ علی الطعام، صلوٰۃ و سلام قبل اذان، اجتماعی دعا بعد نماز جنازہ، اجتماع محافل میلاد، سوگم و چلم اور اعراس اولیاء اللہ جن کو بدعت بدعت و ناجائز و حرام کہہ کر آپ نے زمین کی مٹی تک اکھیر رکھی ہے، بھی تو صرف صورت ہی نئے کام معلوم ہوتے ہیں۔ جو افعال ان میں ہوتے ہیں قربات قرآن مجید و ایصال ثواب، صدقہ طعام، درود شریف اور دعائے

مغفرت برائے میت وغیرہ بھی تو بعض معانی کے اعتبار سے سنت ہی ہیں تو پھر ان فی نفسہ امور خیر پر ہی بدعت مطلقہ قبیحہ کا تیشہ کیوں چلایا جاتا ہے؟ اور جب آپ کی بدعت صورتی سنت کہلا سکتی ہے تو دوسرے لوگوں کی بدعت صورتی سنت کیوں نہیں ہو سکتی؟

تھانوی کی بطور سند پیش کردہ عبارات و استدلالات سے مندرجہ ذیل مسائل روز روشن کی طرح ثابت ہو گئے:

- 1- حدیث "کل بدعۃ ضلالہ" کا عموم منسوخ ہو چکا ہے کیونکہ بدعت واجبہ بدعت حسنہ بھی ہوتی ہے
- 2- ایک ہی چیز سنت بھی ہو سکتی ہے اور بدعت حسنہ بھی جیسا کہ نماز کی نیت زبان سے بھی بول لینا کہ یہ سنت بھی ہے اور بدعت بھی۔
- 3- بدعت کبھی واجبہ بھی ہوتی ہے کہ شریعت میں اس کا کرنا ضروری ہوتا ہے۔
- 4- بدعت مندوبہ بھی ہوتی ہے جسے بدعت مستحب کہتے ہیں کہ اس کا کرنا نہ کرنے سے بہتر ہوتا ہے۔ ترک المندوب خلاف الاولی (رد المحتار ج 1 ص 87)
- 5- علم نحو کی کتابیں شرح ماہی، نحو میر، ہدایت النحو، کافہ اور شرح جامی پڑھنا بدعت ہیں۔ لہذا سب علماء دیوبند بھی بدعتی ہیں۔

6- کل احسان لم یکن فی الصدر الاول۔ یعنی تمام وہ نیک کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم و صحابہ و تابعین کے زمانہ کے بعد پیدا کئے گئے وہ بدعت مندوبہ اور مستحب ہیں۔ ان کا کرنا ہی بہتر ہے یعنی ان کا کرنا کار ثواب ہے۔ جیسے تقلید شخصی، ذکر، چلے، فاتحہ اور عرس وغیرہ۔

7- بدعت محرمہ و ممنوعہ وہ ہوتی ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم طریق حق اور آپ کے عمل یا حال کے خلاف ہو۔ باقی وہ کام کہ جن کی آپ سے علمایا عملا یا حالاً بہتری ثابت ہو گو ان کی صورت ترکیبی آپ سے ثابت نہ ہو وہ بھی مستحسن و مندوب ہوتے ہیں۔

8- ہر بدعت بری یا خلاف سنت نہیں ہوتی بلکہ بدعت و سنت جمع بھی ہو سکتی ہیں۔ جیسا کہ تلفظ بنیہ نماز و نماز تراویح التزاماً وائماً بہ تقرر رکعات مخصوصہ۔ و بہ فرمان حضرت عمر نعمة البدعة هذه کہ یہ اچھی بدعت ہے کہ اصل تراویح سنت ہے مگر صورت متعینہ بدعت حسنہ ہے دیوبندی اگر بدعت کریں تو بدعتی ہونے سے بچنے کا ایک اور

دیوبندی دافع البلاء زود اثر تریاق

دیوبندی فرقہ کے علمائے بریلوی علایا حضرات صوفیائے کرام سے بھی زیادہ بدعتیں کرتے ہیں۔ کچھ نمونے تو آپ دیکھ چکے ہیں اور کچھ ابھی عنقریب ہی ہم آپ کو دکھاتے ہیں۔ ان میں سے ایک بدعت ہر جامعہ نماز پنجگانہ کے بعد اہتماماً و التزاماً اجتماعی طور پر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنا ہے کہ امام دعا مانگے اور سب مقتدی آمین، آمین کہیں۔ یہ سنت سے ثابت نہیں مگر سبھی

دیوبندی علماء اسی طرح دعائیں مانگے جارہے ہیں۔ اب ان کے قانون کے مطابق کہ جو سنت نہ ہو وہ بدعت ہوئی ہے۔ یہ بدعت ہوئی تو سب دیوبندی بھی بدعتی ہوئے۔ ایسی صورت حال سے عمدہ برآ ہونے کے لئے تھانوی صاحب کے داؤ پیچ تو آپ پڑھ چکے ہیں کہ اگر دیوبندی بدعت کر بھی لیں تو ان کی صحت پر کچھ اثر نہیں پڑ سکتا کہ ہر بدعت گناہ نہیں ہوتی بلکہ بدعت واجبہ بدعت مندوبہ اور بدعت مباحہ سے کام نکالا جاسکتا ہے اور سنت کی بھی کئی قسمیں ہیں ضروری نہیں کہ جو کام بدعت ہو وہ سنت نہ ہو۔

اب محکمہ وہابیہ و مجددیہ کے رجسٹریشن آفس سے قبیح سنت رجسٹرڈ ہونے کی بدعتی اس جماعت کے ایک ماہر میر پچیرہ استاذ کی بولی بھی سن لیجئے۔ اسی ہر نماز باجماعت کے بعد دواماً و التزاماً و اہتماماً و اجتماعاً ہاتھ اٹھا کر دعا مانگنے کے متعلق ان کے سب سے بڑے محدث مفتی و شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند کے پیشوا مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری الملقب منہم بالشیخ الانور اس بدعت کر لینے پر ان کی یوں حوصلہ افزائی کرتے ہیں:

و اعلم ان الادعية بهذه الهيئة الكنائية لم تثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم و لم يثبت عنه رفع الايدي دبر الصلوات في الدعوات الا اقل قليل و مع ذلك وردت ترغيبات قولية و الامر في مثله ان لا يحكم عليه بالبدعة فنهله الادعية في زماننا ليست بمتبعة بمعنى ثبوتها عن النبي صلى الله عليه وسلم و ليست ببدعة بمعنى عدم اصلها في الدين (فيض الباري ج 2 ص 187 طبع دھاتیل)

جان لو۔ کہ نمازوں کے بعد اس صورت مروجہ اجتماعاً ہاتھ اٹھا کر دعائیں مانگنا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت ہی کم کہیں ثابت ہیں۔ ہاں تربیعی ارشادات وارد ہیں تو باوجود ان کے اجتماعاً و دائماً دعا کرنے کے عدم ثبوت کے انہیں بدعت نہیں کہا جاسکتا تو بوجہ عدم ثبوت کے یہ نہ تو سنت ہیں اور (بوجہ عمومی ترغیبات کے) نہ ہی بدعت ہیں کیونکہ دین میں ان کی کچھ نہ کچھ اصل ہے۔

کشمیری صاحب کی اس عبارت کو بار بار پڑھئے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ جو کام سنت نہیں وہ بدعت ہی ہوتا ہے وہ بتائیں کہ یہ الشیخ الانور ان کے نزدیک چھڑی ادھیڑ لینے کے سزاوار ہیں یا نہیں کہ انہوں نے ان بدعت گروں کی ساری عمر کی تیار کردہ عمارت شرک و بدعت صرف ایک ہی دھکے سے زمیں بوس کر دی۔ اور وہ منشیان بے لگام جو لگوت کس کر "سنت نہیں تو بدعت ہے" کی دھمالیں ڈال رہے ہیں دیکھیں کہ ان کے مرکز دیوبند کے سب سے بڑے محدث کیا کہہ رہے ہیں۔ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ جو کام گو سنت تو نہ ہو مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی تربیعی ارشاد سے ثابت ہو وہ نہ سنت ہوتا ہے نہ بدعت۔ اس کا کرنا

کار ثواب ہوتا ہے۔

مولوی محمد انور شاہ کشمیری کے لئے پل صراط | حق آخر حق ہوتا ہے۔ کشمیری صاحب نے فقہائے احناف اور اکابر علمائے اہل سنت کے مطابق یہ تو مان لیا کہ اس طرح کی دعائیں مانگنا نہ سنت ہیں نہ بدعت بلکہ ایک تیسری چیز تربیعی عبادت ہیں مگر نجدیت کے حلیف ہونے کی مجبوری میں پھر ڈنڈی مارتے ہیں اور یہ نہیں بتاتے کہ احکام شرع فرض واجب سنت مستحب مکروہ مباح یا حرام میں سے آخر یہ دعائیں پھر ہیں کیا؟ بتا بھی دیتے۔ مگر پارٹی کی ناراضگی کی بنا پر اور مدرسہ دیوبند سے کچھ تنخواہ کا بھی مسئلہ تھا۔ کیونکہ ان کے نزدیک مستحب کا لفظ بول دینا کسی نکلہ کفر سے کم نہیں تھا۔ ساری عمر خود مستحب یہ مستحب ہے کی فقہ پڑھانے والے علماء اپنے مخالفین کے کسی نیک کام کو مستحب کہہ دیں یہ ان کے لئے مرگ مفاجات سے کچھ بھی کم نہیں ہوتا۔ دین اور مسئلہ رہے نہ رہے مسلک کا تحفظ ان کے نزدیک ضروری ہوتا ہے۔ ہم ابتدائے میں درمختار و روا المختار میں سے امام ابن ہمام کی "التحریر" سے لکھ آئے ہیں کہ جو کام نہ سنت ہوں نہ بدعت بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیعی ارشادات سے ثابت ہوتے ہوں وہ مندوب و مستحب ہوتے ہیں۔ جیسے یہ دعائیں و اجتماعی دعا بعد نماز جنازہ و صلوة و سلام قبل اذان۔ فاتحہ۔ عرس وغیرہ جمع امور خیر۔

حدیث کل بدعة ضلالة اور علماء وہابیت و دیوبندیت کی دیانت داری

حدیث نبوی کی مشہور کتاب مشکوٰۃ شریف ہر مسلک کے تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے۔ اور تمام علماء روز و شب اسے پڑھ رہے ہیں اور پڑھا رہے ہیں۔ بدعت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دونوں حدیثیں کل بدعة ضلالة اور من ابدع بدعة ضلالة لا یرضاھا اللہ و رسولہ اسی مشکوٰۃ کے ایک ہی صفحہ پر قریب قریب ہی موجود ہیں۔ پہلی حدیث میں ہر بدعت گمراہی ہے اور دوسری حدیث میں صرف بری بدعت جس پر اللہ و رسول راضی نہ ہوں کو گناہ قرار دیا گیا ہے اور دوسری حدیث سے پہلی حدیث کے حکم عام کو خاص فرما دیا گیا ہے۔ ہم اس سے پہلے مفصل بتا چکے ہیں کہ دوسری حدیث کے خصوص نے پہلی حدیث میں وارد حکم عام کو منسوخ کر دیا ہے۔ کارخانہ نور محمد اصح المطابع کراچی کی طبع شدہ مشکوٰۃ کے صفحہ 30 پر یہ دونوں حدیثیں موجود ہیں اور شارحین مشکوٰۃ میں سے حنفی شارح علی بن سلطان المعروف بدلا علی قاری کی "مرقاۃ شرح مشکوٰۃ" کے حوالہ سے پہلی حدیث کل بدعة ضلالة کے بین السطور بحوالہ مرقاۃ الا مآخض واضح طور پر درج ہے جس کا مطلب ظاہر ہے کہ کل بدعة ضلالة کا عموم باقی نہیں رہا بلکہ یہ عموم خاص ہو چکا ہے اور دوسری حدیث جس نے اس عام کو خاص کیا ہے یعنی بدعة ضلالة جس کا مطلب یہ ہے کہ صرف بری

بدعت ہی گناہ ہوتی ہے کے الفاظ کے بین السطور حاشیہ بحوالہ مرقاة قیدیہ لإخراج البدعة الحسنیہ واضح طور پر درج ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لفظ بدعت کے ساتھ ضلالت کی صفت لگا کر بدعت حسہ "یک بدعت" کو بری ہونے سے خارج فرمادیا ہے۔ خصوصاً دیوبندی علماء طاعنی قاری کی تحریفوں کے انبار لگا رہے ہیں اور روز و شب ان دونوں حدیثوں پر ملا طاعنی قاری صاحب کے حواشی بھی پڑھ رہے ہیں۔ وہ اندھے نہیں کہ ان کو کل بدعة ضلالة کے درمیان الامتصاص نظر نہیں آتا یا دوسری حدیث بدعة ضلالة کی شرح میں قیدیہ لإخراج البدعة الحسنیہ دکھائی نہیں دیتا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ہی کسی عام حکم کو خود ہی خاص فرما دینے کے بعد آپ کے عام حکم کو ہی نشر کرتے رہنا اور خاص حکم سے صرف نظر کر کے اسے چھپاتے رہنا منشا نبوی کے خلاف ایک کھلی ہمازش اور بارگاہ نبوت میں عظیم گستاخی بھی ہے۔ آخر یہ علماء کسی درس و تقریر میں کیوں نہیں کہتے کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ بعض بدعات یک کام بھی ہوتی ہیں۔ اس مسئلہ شریعت میں ان علماء کی یہ بددلتی محض نبوی و خارجی نظریہ کے تحفظ کے لئے ہے اور اس بھڑانہ خیانت کی جواب دہی کے لئے انہیں بارگاہ رسالت میں پیشی بھگتنا ہوگی۔ قیامت کا دن آپ صحابہ کرام علیہم الرضوان حدیث کل بدعة ضلالة کو منسوخ سمجھ کر بدعت حسہ کرتے تھے

آج کل جس طرح نماز تراویح بالدوام و بالالتزام مقررہ ہیں رکعت پڑھی جاتی ہے یہ سنت نہیں بدعت ہے مگر بدعت ضلالة نہیں بدعت حسہ ہے۔ اسے اصل کے لحاظ سے سنت بھی کہا گیا ہے مگر صورت جمیعہ کو بدعت حسہ بھی کہا گیا ہے۔ تراویح سے متعلق روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی 20 کبھی 24 کبھی 39 اور کبھی 40 رکعت تراویح پڑھیں۔ کبھی پڑھیں کبھی ترک فرمادیں۔ نہ دوام نہ تعداد رکعات کا التزام۔ حضرت فاروق اعظم کے زمانہ تک یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہا کہ کوئی جس قدر چاہتا پڑھ لیتا۔ آپ نے ہیں رکعت مقرر فرما کر علی الدوام جاری فرمادیں۔ اور خود ہی فرمایا کہ نَعْمَتُ الْبَدْعَةِ هَذِهِ (مشکوٰۃ) یہ بدعت اچھی ہے۔ ہمیں سے محدثین و فقہاء نے بدعت حسہ کی قسم کا حکم دیا اور پھر سب صحابہ کرام اس بدعت پر عمل پیرا رہے اور ساری امت و دیوبندی و غیر مقلدین یہ بدعت حسہ کر رہے ہیں۔ تعداد رکعات 20 ہو یا 8 اس کا ہمیشہ کے لئے تقرر اور تراویح کا پورا مہینہ دوام بہر حال بدعت حسہ ہے۔

مسلمانوں کو بدعتی کہنے والے دیوبندی اور غیر مقلدین سے مطالبہ انصاف | ملا طاعنی قاری صاحب اپنے حدیث و من ابتداع بدعة ضلالة میں لفظ ضلالة کو لفظ بدعت کی صفت احترازی

قرار دیا ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک یہ صفت موصوف کے لئے قید اور منحصر ہے اور اسی صفت محض سے اشارتاً فرمان نبوی بدعت حسہ کا اثبات کیا ہے اور اسی بنا پر تمام اکابر ائمہ اہل سنت لہجائے احتفاء و شوافع نے کل بدعة ضلالة کو منسوخ قرار دے کر ہی بدعت حسہ کا قول کیا۔ روا المختار اشعۃ المعانی، فتح الباری شرح بخاری، مرقاة شرح مشکوٰۃ اور المجاہد للفتاویٰ ملیہ طبعی کہ خود غیر مقلدین کے پیشوا شوکانی بلکہ خود دیوبندی مولوی اشرف علی تھانوی بھی نے حدیث قل بدعت ضلالة کے عموم کو منسوخ قرار دے کر بدعت کی پانچ قسمیں تسلیم کر کے ہی بدعت واجب و بدعت حسہ کا قول کیا ہے۔ اکثر حوالہ جات گزر چکے ہیں اب زمانہ حال کے مفسدین علماء دیوبند و ہابیہ جو معمولات اولیا اللہ و علمائے اہل سنت کو بدعت قرار دے کر سب کو بدعتی کہہ رہے ہیں، سے ہمارا مطالبہ ہے کہ یا تو ان اپنے یا بیگانے اکابر کو طرد و بے دین قرار دے کر ان سے بیزاری کا اظہار کریں اور یا پھر اپنی کوئی خانہ ساز شریعت کا اعلان کر کے اہل سنت و جماعت سے علیحدہ فرقہ ہونے کا اعلان کریں۔ مسلمانوں میں وہ کر کوئی خانہ ساز فتویٰ دے کر شیرازہ امت کو مار مار رہے ہیں۔

علمائے دیوبند کی بدعت پروف مروجہ بدعات | اگر دیوبندی مولوی صاحبان بعد ہیں کہ مستحب اور مباح اور بدعت حسہ وہ تسلیم نہیں کرتے اور جو کام سنت ثابت نہ ہو ان کے نزدیک وہ ہر صورت بدعت مطلقہ مذمومہ ہے اور کل بدعة ضلالة و کل ضلالة فی النار کا عام علم ہر صورت عموم پر قائم ہے تو پھر وہ اہل سنت مثلاً علماء کو بدعتی بنانے سے پہلے اپنی روز مو کی بدعات سے اتنی ہی دفعہ روزانہ، ماہوار اور سالانہ کے حساب سے اپنے فی النار ہونے کا بدعتی کر لیں۔ ان کی بدعات کے چند نمونے دیکھئے۔

اجتماعی دعا بعد ہر نماز | آپ عنقریب ہی پڑھ چکے ہیں کہ ان کے آقائے علم و فضل سید محمد انور شاہ صاحب کشمیری شیخ الحدیث مدرسہ دیوبند نے فیض الباری شرح بخاری میں صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ہر نماز پنجگانہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی طور پر کہ امام دعا مانگے اور مقتدی صف بستہ آئیں، آمین کہیں یہ طریقہ حدیث سے سنت ثابت نہیں تو ان کے قانون سے اس طرح یہ دعا بدعت ہوئی اور سب دیوبندی علماء نماز ظہر و مغرب و عشاء کے بعد ایک دفعہ جماعت سے فراغت کے بعد اور دوسری دفعہ سنن و نوافل کے بعد ہر سہ نمازوں کے بعد دو دفعہ دعائیں مانگتے ہیں تو یہ 6 عدد بدعتیں ہوئیں اور صبح و عصر کی جماعت کے بعد نوافل نہیں ہوتے لہذا ان کے بعد ایک دفعہ ہی دعا مانگتے ہیں یہ دو بدعتیں ہوئیں۔ روزانہ 8 بدعتیں تو ماہوار 240 اور سالانہ 2880 دفعہ یہ صاحبان فی النار ہوئے۔ ہم سنت کے ان ٹھیکیداروں سے مؤدبانہ گزارش کریں گے کہ وہ اتنی بڑی خطرناک بدعت کے چھوڑنے کا ایک دفعہ تجزیہ تو کریں کہ نماز سے سلام

پھیرنے کے بعد اعلان کریں کہ حضرات ضروری مسئلہ سنئے! " نماز کے بعد بالائتزام ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگنا بدعت ہے لہذا میں دعا نہیں منگواتا ہوں " اور پھر دیکھیں کہ مقتدی حضرات امام صاحب کی کس طرح تواضع کرتے ہیں۔ تجربہ شرط ہے۔

دیوبندی علما کی تدریسی بدعات | اس فرقہ کے سب سے بڑے مجدد و حکیم الامت تھانوی کی ہواورالنوار کے صفحہ 777 سے بحوالہ ردالمحتار آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان صاحب نے مدرسے بنانا اور علم نحو پڑھنا کو بدعت مندوبہ تسلیم کیا ہے کہ یہ کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں لہذا یہ بدعت ہیں اور جب علم نحو پڑھنا بدعت ہے تو علم صرف، علم فقہ، علم اصول فقہ، علم منطق، علم معانی، علم حکمت و فلسفہ، علم اصول حدیث، علم مناظرہ، علم اسمائے رجال، علم اصول تفسیر، علم کلام، علم میراث اور علم تصوف وغیرہ ان سب علوم کی اصطلاحات و اصول و ضوابط کا پڑھنا چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنت ثابت نہیں لہذا یہ سب بدعت ہوئے اور پھر ان 16 عدد بدعات سے کہ مدرسین علماء کا ناشتہ ہی انہیں سے ہوتا ہے یہ سب بدعتی ہوئے۔ اور پھر ان میں سے ہر بدعت کئی بدعات کو مستلزم ہے لہذا دلائل تفسیری سے یہ بیسیوں بدعات ہر مدرس مولوی روزانہ کرتا ہے۔ مثلاً:

علم صرف میں اسم، فعل، حرف، سہ اقسام، ہفت اقسام، حروف علت، متعل الفاء، متعل العین، متعل اللام اور اقسام تعلیلات وغیرہ۔

علم نحو میں جملہ اسمیہ، جملہ خبریہ، فعل، فاعل، مفعول اور پھر مفعول بہ وغیرہ۔ اسم متمکن، اسم غیر متمکن، منصرف، غیر منصرف اور حال تمیز وغیرہ۔

علم فقہ میں افروض، واجب، سنت، مستحب، مکروہ، مباح، کراہت تنزیہی، کراہت تحریمی، فتویٰ، صحیح، اصح اور ظاہر الروایۃ وغیرہ۔

علم اصول فقہ میں اصول شرع، خاص، عام، امر، نہی، محکم، متشابہ، مجمل، مفسر، حقیقت، مجاز اور دلالت النص وغیرہ۔

علم منطق میں تصور، تصدیق، جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام، مقدم، تالی، حد اوسط، برہان الی اور برہان لمی وغیرہ۔

اسی طرح ہر علم میں بیسیوں بلکہ سینکڑوں علوم و فنون کی اصطلاحات و قواعد و ضوابط جو کہ اوسطاً فی فن 100 کے لگ بھگ ہر اہل فن کو معلوم ہیں ان کا تعین اور بحث و تدریس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنت ثابت نہیں تو ان کے قانون سے یہ سب بدعات ہوئیں۔ لہذا ہر فن سے روزانہ طلباء کو 10 ضابطے ہی پڑھائے جائیں تو ہفتویٰ طور پر مدرسین روزانہ 160 بدعتیں کرتے ہیں تو یہ ماہوار 4800 اور پڑھنے پڑھانے والے یہ بدعتیں کر کے سالانہ 57600 دفعہ فی النار ہوتے

ہیں۔ ابھی اور بدعت دیکھئے۔

بدعت پروف دیوبندی تبلیغیوں کی بدعت | دیوبندی مسلک کی سب سے زیادہ مدعی تقویٰ "تبلیغی جماعت" ہے۔ جو غلوں کی صورت میں تبلیغ دین کے نام پر لوگوں کو مشائخ و اولیاء اللہ سے کٹ کر خارجی نظریہ "بدعت و شرک کے سبق پڑھا کر نجدت کا شکار کر رہی ہے۔ اس جماعت کا طریقہ واردات یہ ہے کہ یہ لوگ جب غلوں کی صورت میں کسی آبادی میں وارد ہوتے ہیں تو کسی نہ کسی مسجد کا نشانہ لے کر اس میں پڑاؤ ڈال دیتے ہیں۔ اور اپنا بستر بویا جھا کر ایک کتہ مشق بکھ بھگت ہر آنے والے شکار کو قابو میں کرنے کے لئے مسجد میں بٹھا دیتے ہیں۔ یہ ان کا اپنا نشانہ باز ماہر شکاری ہوتا ہے۔ جس کا نشانہ عموماً خطا نہیں جاتا اور جب وہ مسجد کے ایک کونہ کو اپنی کمین گاہ بنا کر شیعہ و ذکر و مراقبہ کی اوٹ لے کر نجدت کی راتقل لوڈ کر کے پوزیشن سنبھال لیتا ہے تو باقی شکاری محلہ و آبادی میں ہنڈا لے کر اور شکار کو ڈال دینے کے لئے مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو گلیوں میں منتشر ہو کر سادہ لوح مسلمانوں کو مسجد میں آنے کی دعوت دینے سے پہلے وہ شکاری ایک اجتماعی دعا مانگتے ہیں اور پھر بکھر کر کام شروع کرتے ہیں۔ ان کی باضابطہ کتاب "تبلیغی نصاب" جو کہ ہر تبلیغی کی بغل میں رہتی ہے میں اس دعا کی ان کو باقاعدہ تحریری طور پر یوں ہدایت کی گئی ہے:

جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہے۔ تو پھر سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں اور تمام محلہ یا گاؤں میں گشت کر کے لوگوں کو جمع کریں (تبلیغی نصاب ص 835، رسالہ مسلمانوں کی موجودہ پستی کا واحد علاج)

اس طرح بستر بند ہو کر ٹکنا اور پھر اس موقع پر اس طرح مل کر اجتماعی دعا مانگنا کسی حدیث سے سنت ثابت نہیں تو ان کے اصول سے کہ جو کام سنت نہیں وہ بدعت ہوتا ہے یہ دعا بھی بدعت ہے۔ جسے کرنے کی انہیں باقاعدہ ہدایت کی گئی ہے اور یہ بدعت تمام تبلیغی دیوبندی علماء بڑے دلوے سے کر رہے ہیں۔ یہ التزام مالا یلزم ڈنگے کی چوٹ پر کرایا جا رہا ہے اور یہ بدعت شیر بادر سمجھ کر ہضم کی جا رہی ہے۔ باقی رہا احادیث میں عام دعا کی فضیلت تو یہ ان کے لئے اس لئے کار آمد نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کے نزدیک عام دلیل سے خاص دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ حوالہ چند طریقہ آرہا ہے۔

تبلیغی جماعت کے مرکز رائے ونڈ کے سالانہ اجتماع میں ان کی اجتماعی دعا کی بدعت تبلیغی جماعت والوں کا ہر سال بعد رائے ونڈ میں ایک مشہور اجتماع ہوتا ہے۔ آخر میں ایک اجتماعی دعا ہوتی ہے۔ جس کے لئے دور دراز سے لوگ سفر اور شہرِ رحال کرتے ہیں۔ چونکہ دعا کے لئے یہ سفر اور شہر رحال اور کسی جگہ تبلیغ کے لئے اجتماع کر کے اس کے آخر میں اس

الزام، تداعی و اہتمام سے اجتماعی دعا کسی حدیث سے ثابت نہیں۔ لہذا یہ پکی ٹھکی بدعت ہوئی تو سب شرکائے اجتماع بدعتی ہوتے۔ سالانہ اجتماع کے آخر میں اجتماعی دعا کا ثبوت یہ ایک خاص دعویٰ ہے۔ اس کے ثبوت کے لئے ان کے قانون کے مطابق خاص دلیل کی ضرورت ہے۔ ان کے مولوی عبدالرشید صاحب ارشد آف ساجیوال لکھتے ہیں:

احکام عام سے امور خاص ثابت کرنا درست نہیں۔ امر خاص کے لئے حکم بھی خاص ہونا چاہئے (رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعائیں" ص 90)

کوئی ہے مفتی دیوبند جو حدیث دکھائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سال بعد اس طرح کا تبلیغی اجتماع فرمایا اور پھر اس کے آخر میں اجتماعی دعا فرمائی۔ اور اگر اس خاص دعا کے لئے کوئی خاص حکم دستیاب نہیں تو بدعتی ہونے کا اقرار کرے (ابن المنیر) کدھر بھاگو گے۔

جمہور مسلمانوں سے فاتحہ، عرس، میلاد، صلوٰۃ و سلام قبل اذان یا دعا بعد نماز جنازہ پر دلیل خاص مانگنے والے ثبوت پیش کریں۔ قیامت تک مہلت ہے۔

دیوبندی مدارس کے سالانہ جلسوں کے آخر میں اجتماعی دعا کی بدعت | دیوبندی وہابی مدارس کے سالانہ جلسے ہوتے ہیں یا تبلیغی کانفرنسیں ہوتی رہتی ہیں۔ جلسوں کے اختتام پر ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا ہوتی ہے بلکہ بعض جگہ تو کوئی "حضرت صاحب" صرف اسی بدعت کے لئے مدعو کئے جاتے ہیں اور اعلان ہوتا ہے کہ حضرات تشریف رکھیں! اب حضرت صاحب دعا کریں گے جس سے سب کی بخشش ہو جائے گی۔ اس طرح جلسہ کر کے آخر میں ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سنت ثابت نہیں۔ لہذا ان کے قانون سے یہ بھی بدعت ہے اور یہ سب بدعتی ہیں۔ مولوی عبدالرشید صاحب کہتے ہیں کہ دعا بعد جنازہ تب مائیں گے کہ خاص موقع پر خاص دعا اور اس کے الفاظ بھی دکھاؤ۔ لہذا ہمارا بھی مطالبہ ہے کہ کوئی ہے مفتی بے لگام جو ایسے جلسوں کے موقع پر اجتماعی دعا اور اس کے الفاظ بھی دکھا دے اور منہ مانگا انعام حاصل کرے۔ ہمت نہ ہارئے ورنہ بدعتی ہونا شرط ہے۔

وعظ و تقریر سے پہلے اجتماعی دعا کی بدعت | کئی علما کو دیکھا گیا ہے کہ جب کرسی پر جلوہ افروز ہوتے ہیں تو وعظ سے پہلے دعا کرواتے ہیں اور سامعین سے آمین بھی کہلاتے ہیں۔ دعا ختم کر کے کہتے ہیں درود شریف پڑھئے۔ پھر تقریر کے درمیان کہتے ہیں کہ سبحان اللہ۔ ذرا زور سے بولو۔ ذرا شور سے بولو۔ ایسے موقع پر اس صورت سے ایسی خاص طرز سے یہ چاروں کام سنت ثابت نہیں۔ لہذا دیوبندی قانون سے کوئی بھی نیکی اس خاص موقع پر اس خاص صورت۔

ثابت نہ ہو تو وہ بدعت ہوتی ہے، یہ چاروں کام بدعت ہوئے۔ پھر جلسہ کے اختتام والی اجتماعی دعا جسے ہم نے پہلے ذکر کیا ہے پانچوں بدعت ہوئیں تو یہ حضرت اپنے ہی قانون سے ایک ہی

جلس میں مع اپنے سامعین پانچ بدعتیں کر کے پانچ مرتبہ فی النار سے بشارت یافتہ ہو گئے۔

نماز عیدین کے خطبہ کے بعد اجتماعی دعا کی بدعت | نماز عیدین کے خطبہ کے بعد دیوبندی مولوی صاحبان بڑے دلو سے لمبی لمبی دعائیں مانگتے ہیں۔ خود مرکز دیوبند کے فتاویٰ دیوبند کے سوال جواب نمبر 2688 میں مفتی دیوبند کے جواب میں درج ہے کہ یہ دعا اس موقع پر ثابت نہیں اس سوال جواب نمبر 2689 کے حوالہ کا عنقریب ہی بحث دعا بعد نماز جنازہ میں انتظار کیجئے۔ تو دیوبندی قانون سے کہ "جو کام ثابت نہ ہو وہ بدعت ہوتا ہے" یہ دعا بھی بدعت ہوئی اور یہ رجسٹر بدعتی ہوئے۔ پھر خود کردہ را چہ علاج؟ ابھی دیوبندی صاحبان کی روز و شب کی اجتماعی، اتفاقی اور ہنگامی دعائیں ان کے ذمہ قرض باقی ہیں

مدرسے قائم کرنے کی بدعت | کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چندہ فرما کر مدرسہ بنایا اور اس میں علوم مروجہ عربیہ کی تدریس کے لئے کوئی مدرس اس کی تنخواہ مقرر فرما کر مقرر فرمایا۔ اسی لئے دیوبندی فرقہ کے سب سے بڑے مجدد و مفتی مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے دالختار کے حوالہ سے بدعت گنوائے ہوئے یہ لکھ کر:

کا حدیث نحو رباط و مدرستہ - سرائیں اور مدرسے بنانا بدعت مندوبہ ہے۔

(یوادر النواور ص 777)

تسلیم کیا ہے کہ مدرسے بنانا بدعت مندوبہ ہے یعنی سنت نہیں۔ اور بدعت مندوبہ آج کل کے دیوبندیوں کے جغرافیہ میں ہی نہیں تو سنت نہ ہونے کی وجہ سے ان کے قانون کے مطابق بدعت ہوئی اور اسلامی مدرسے بنانے والے اور اس بدعت کی بنیاد و بقا کے لئے چندہ دینے والے سبھی بدعتی ہوئے۔ غلط فتوؤں کا یہی نتیجہ ہوتا ہے۔

صبح کے درس قرآن مجید کے بعد بدعت | کسی حدیث سے ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یا صحابہ کرام نے درس قرآن مجید دے کر اس کے آخر میں ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا مانگی۔ لہذا دیوبندی قانون مذکور سے یہ بھی بدعت ہوئی تو دیوبندی صاحبان کو منہ نہار یہ مفرح قلب بدعت نہاری مبارک - ایک اور بدعت دیکھئے۔

قادری کہلاتا بدعت | اس فرقہ کی عین ایمان کتاب "تقویۃ الایمان" میں قادری چشتی کہلاتا بدعت لکھا ہے۔ ان کے ایک مولوی صاحب اجمل "قادری" کہلاتے ہیں بلکہ ایک اور صاحب تو امام الہندی ہو گئے ہیں۔ امام اہل سنت کے لئے اعلیٰ حضرت کے لفظ پر چراغ پا ہونے والے امام الہندی کی خبر لیں۔ تھانوی صاحب نے مہربانی بنوا رکھی تھی۔ ازگروہ "اولیاء اشرفی" کیا یہ خود لمائی "بدعت" نہ تھی؟

امامت و تائیدین کی تنخواہ لینا بدعت | کیا محال ہے کہ جمہور مسلمانوں کو بدعتی بدعتی کی ہزار

ایک اور حدیث میں ہے :-
 یہی ان یُصَلِّی فِی مَسْجِدِ مُشْرِفٍ حَضُورِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم نے اونچی مسجد میں نماز پڑھنے

اور یہ سب سالانہ 3241 بدعات ویب سائیٹ پر جاری ہیں اگر ابھی انہیں اپنے مطلوبہ کوہ بدعات میں کمی محسوس ہو رہی ہو تو ان کے تھانوی صاحب ردالمحتار کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

سے منع فرمایا ہے۔ (کنوز الخفایا منادی بر حاشیہ جامع صغیر سیوطی ج 2 ص 138 طبع مصر)
اسی لئے عہد خلافت فاروقی میں سیدنا حضرت عمرؓ نے مسجد نبویؐ جب از سر نو بنائی تو آپؐ نے فرمایا کہ:

وَأَيُّكُمْ أَنْ يُحْمَرَّ أَوْ يُصْفَرَّ۔ خبردار مسجد کو کوئی سرخ یا پیلا رنگ نہ لگانا۔ (بخاری ج 1 ص 64)
کیونکہ آپؐ کو معلوم تھا کہ مسجد میں کوئی رنگ سفیدی یا سرخ یا پیلا یا سبز وغیرہ رنگ لگانے سے خوبصورتی ہوتی ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا ہے۔

دیوبندیوں کے سب سے بڑے مولوی محمد انور شاہ کشمیری حضرت فاروق اعظمؓ کے اسی قول کے تحت لکھتے ہیں۔

فان ظاهرها تدل على ان التحصيص لا يجوز۔ ان احادیث میں واضح ظاہر دلالت ہے کہ مسجد کو چوت لگانا جائز نہیں (فیض الباری شرح بخاری ج 2 ص 51)

اس کے بعد دور خلافت عثمانی میں عثمان غنیؓ نے پھر مسجد نبویؐ پر پختہ تعمیر فرمائی اور اس میں رنگین خوبصورت پتھر لگوائے تو اکثر صحابہ کرامؓ نے اس پر اعتراض کیا مگر یہ معاملہ پھر اس طرح حل ہو گیا کہ حضرت ابو ہریرہؓ نے انہیں بتایا کہ:

ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم اخبر بتحصيص هذا المسجد یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسجد کو پونے کچھ کرنے کی خبر دی تھی۔

تو صحابہ کرامؓ ہذا المسجد اس مسجد کے لفظ سے مسجد نبویؐ کی باقی ساری دنیا کی عام مساجد کی عام کراہت ترمین کے عام حکم سے خصوصیت اور صرف اس مسجد کے لئے خصوصی اجازت سمجھ کر خاموش ہو گئے تو مسجد نبویؐ کے علاوہ قیامت تک بننے والی ہر مسجد کی ترمین و خوبصورتی کی کراہت تحریمی مطابق فرمان نبویؐ اسی طرح قائم ہے۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کلی اختیار ہے کہ وہ اپنے کسی عام حکم سے کسی خاص فرد کو مستثنیٰ فرما کر اسے کوئی خصوصی اجازت فرمادیں۔ جیسا کہ بکرا بکری کی عمر برائے قربانی ایک سال کے عام حکم جو قیامت تک قائم ہے سے ایک صحابی کو 6 ماہ کی بکری یا بکرا قربانی کی اجازت فرمادی تھی۔ ایسی اور بھی کافی مثالیں احادیث میں موجود ہیں۔ اسی لئے حضرت عثمان غنیؓ کے لئے صرف مسجد نبویؐ کے ترمین کی خصوصی بشارت سے جس میں لفظ ہذا المسجد قہرہ واخذ موجود ہے سے باقی مساجد کی کراہت تحریمی کا حکم نہیں بدلا۔ اسی لئے حضرت عثمان غنیؓ کے مسجد نبویؐ کو مرزن کرنے کے بلاوردیوبندی پیشوا مولوی محمد انور شاہ کشمیری کہتے ہیں:

فالاصل هو عدم التحصيص۔ یعنی اصل حکم مسجدوں کو خوبصورت نہ کرنے کا ہی باقی ہے۔ (فیض الباری ج 2 ص 51)

اور فقہائے اسلام و محدثین کرام مع غیر مقلدین کے پیشواوں محمد علی شوکانی صاحب نیل الاوطار و حدیث حسن بھوپالی صاحب مک الحتام و دیوبندی پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی صاحب بوادر النواہر جن کی کتابوں سے حوالہ جات گذشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں حضرت عثمان غنیؓ کے مسجد نبویؐ کو خوبصورت کرنے کے بعد بھی ترمین و زخرفہ مساجد کو سنت نہیں بلکہ بدعت مکروہہ ہی قرار دے رہے ہیں۔ اور چونکہ ان کے کلام و بدعتہ مکروہہ میں لفظ کراہت مطلق واقع ہوا ہے تو دیوبندی قانون سے یہی لفظ مکروہہ جب مطلق واقع ہو تو اس سے مراد مکروہ تحریمی ہی ہوتا ہے۔ ان کے پیشوا مفتی کفایت اللہ دہلوی صاحب لکھتے ہیں۔

اور کراہت مطلق سے اکثر طور پر تحریمی ہی مراد ہوتی ہے (رسالہ "دلیل الخیرات" مطبوعہ دہلی 1336ھ ص 18) تو بدعت مکروہہ کنز خرفہ المساجد (بوادر النواہر تھانوی ص 77) سے مراد مسجدوں کی خوبصورتی کی کراہت تحریمی ہے۔

اب دیکھئے کہ ان کے مطابق یہ حرام کام۔ فتویٰ بدعت میں جلد باز و سریع الفتویٰ یہ دیوبندی اور غیر مقلد وہابی علما کس دلولے اور محویت سے کر رہے ہیں۔ جبکہ جگہ انہوں نے فلک وس اور رنگین پتھروں و سینٹ کی مینکاری رنگین پھولوں اور پتیلی پالشوں سے جگہ جگہ مساجد بنا رکھی ہیں۔ جن کی چھتیں 16 فٹ سے بھی زیادہ مشرف و بلند اور مینار تو 100 فٹ سے بھی بڑھ کر فلک بوس دعوت نظارہ دے رہے ہیں جبکہ احادیث مذکورہ کی رو سے اونچی مسجد میں نماز پڑھنا ہی منع اور کوئی بھی رنگ یا چمک و سفیدی کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ خود چشتیاں میں انہوں نے ان کے ہی تھانوی صاحب کے فتویٰ سے مکروہ تحریمی ڈیکوریشن سنگ مرمر جس کا مسجد کی مضبوطی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں صرف زخرفہ و ترمین کی گئی ہے۔ تقریباً 10 لاکھ روپیہ لگایا گیا ہے۔ صلوٰۃ و سلام قبل اذان و دعا بعد نماز جنازہ کو بدعت بدعت کہہ کر ملک کو مچھلی گھر بنانے والے حضرات ذرا غور کریں کہ صلوٰۃ و سلام اور دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق تو ممانعت کی حدیث موجود ہی نہیں۔ زخرفہ مسجد و ترمین و تشیید مساجد کی ممانعت میں تو صریح احادیث موجود ہیں جو آپ ابھی پڑھ چکے ہیں۔ لہذا یہ مولوی صاحبان بدعت کی توپ کا منہ اپنی طرف موڑ کر بھی ایکسین کہ بدعت بدعت کی گولہ باری سے ان کا اپنا حشر کیا ہوتا ہے۔

تشیید و تجصیص مساجد کے جواز کے لئے دیوبندیوں کی حیرت انگیز دلیل | آپ پڑھ چکے ہیں کہ مسجدوں کو رنگ یا کوئی بھی خوبصورتی دینا حدیث نبویؐ کی رو سے اور فقہا احناف مع غیر مقلدین اور وہابی اسمبلی کے پیٹکر مولوی اشرف علی صاحب حکیم امت دیوبندیہ کے نزدیک بھی مکروہ ہے اور کرنا بھی سب کا معمول تو اس مشکل کے حل کے لئے احادیث و فقہ سے جب انہیں کوئی حیلہ ناجزہ دستیاب نہیں ہو سکا تو ایک عالم کے وقتی نظریہ ضرورت کی دلیل سے ان کے

شیخ الحدیث دیوبندیوں تزلزلہ مارتے ہیں

فَاعْلَمُ أَنَّ الْأَحَادِيثَ قَدْ كَثُرَتْ فِي كَوْنِ تَحْصِيصِ الْمَسَاجِدِ مِنْ إِمَارَاتِ السَّاعَةِ (الحی قولہ) وقال ابن المنیر لَمَّا كَثُرَتِ النَّاسُ يُبَوِّهُمُ وَرَحِمَهُمُ اللَّهُ لَا بَأْسَ بَالٍ يُتَّصَعُ كَذَلِكَ بِالْمَسَاجِدِ صَوْنًا لَهَا عَنِ الْأَسْهَانَةِ فَالْأَصْلُ هُوَ عَدَمُ التَّحْصِيصِ لَيْكُنَ الْآنَ يَنْسَبُ التَّحْصِيصُ لِاخْتِلَافِ الْعَصْرِ وَالزَّمَانِ وَلَا يَعْدُ ذَلِكَ خِلَافًا لِلْأَحَادِيثِ (فيض الباری ج 2 ص 51) جان لے۔ کہ مسجدوں کو چوڑے گچ کرنے کے قیامت کی نشانیوں سے ہونے کے متعلق بہت سی احادیث آچکی ہیں۔ اور علامہ ابن منیر نے کہا ہے کہ جب لوگوں نے اپنے گھروں کو خوبصورت بنا لیا ہے تو مسجدوں کو بھی خوبصورت بنانے میں کوئی حرج نہیں ہے تاکہ ان کی بے عزتی نہ ہو۔ تو اصل تو یہی ہے کہ مسجدوں کو خوبصورت بنانا منع ہے۔ مگر آج کل خوبصورت بنانا ہی مناسب ہے۔ کیونکہ زمانہ بدل چکا ہے۔ تو اب خوبصورت بنالینا احادیث کی مخالفت شمار نہ ہوگی۔ (سبحان اللہ)

مذہب بدل رہا ہے ضرورت کے ساتھ ساتھ | ماشاء اللہ۔ دیکھ لیا آپ نے ان بچے "حضرات" کا جگا مذہب کہ صریح حدیث میں ممنوع کام کے جواز کے لئے ذکاب و سنت نہ نقد سے کوئی دلیل۔ صرف مولانا منیر صاحب کی دلیل نظریہ ضرورت کافی۔ اب کہاں گیا وہ قانون کہ جو کام کتاب و سنت سے ثابت نہ ہو بدعت محرمہ ہی ہوتی ہے۔ اور دیکھ لی آپ نے خدمت حدیث اور مدرسہ دیوبند میں شریعت اور کنز و قدوری کی تدریس۔ پاک و ہند کی تقسیم میں ہندو لیڈر دشمن اسلام گاندھی کے اس وفادار کانگریسی ٹولے کے متعلق اس وقت کے مسلم لیگ کے لیڈر ظفر علی خان ایڈیٹر "زمیندار" لاہور نے خوب کہا کہ!

مسلمان کا پہنا تبند نہ کچھ بھی اس کے کام آیا
پنجاور ہو گئی شرع نبی زردار دھوتی پر
حسین احمد (مدرسہ دیوبند) سے کہتے ہیں خرف ریزے مدرسہ کے
کہ لٹو آپ بھی کیا ہو گئے سنگم کے موتی پر
جنہیں تھا اوعا کل تک مساجد کی حفاظت کا
کہاں ہے آج کنز ان کی کہاں ان کی قدوری ہے
اگر مدرسہ سے نزدیکی ہے اور مسجد سے دوری ہے
تو اس کی لیم ہمارے ہاویوں کی لاشوری ہے

(چندستان ظفر علی ص 187 و ص 205)

انسان پایہ | ہم نے کہا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو علم غیب ہے اور لا یعلم الغیب الا ہو میں حصر اضافی ہے اور جہاں آپ سے علم غیب کی نفی ہے وہاں ذاتی کی نفی ہے اور جہاں آپ کے لئے علم غیب ثابت ہے وہاں عطائی کا ثبوت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں اور جہاں آپ کے حاضر ہونے کی نفی ہے وہاں ارادہ و مجتہدین کیلئے ظاہر نہ ہونا مراد ہے اور جہاں ثبوت ہے وہاں شمولاً و معجزاً و اراداً و حقیقتاً وجوداً و بحیثیت عالم و ناظر حاضر ناظر ہونا مراد ہے۔ دیوبندیوں نے کہا کہ ہم بالکل کوئی تاویل نہیں مانتے مگر مسجدوں کو خوبصورت کرنے کے لئے ایک مولانا صاحب کے قول سے یہ منڈا منڈا۔ اب کہاں ہے بدعت بدعت کا شیطانی نفی؟

بنابریں عقل و دانش بناید گریست

وہ ہر کام جو سنت نہ ہو کیا بدعت ممنوعہ ہوتا ہے؟ | منکرین حکم شرعی مستحب و مباح کا عوام الناس کو گمراہ کرنے کے لئے یہ رواں قلعہ جنگ ہے کہ جو کام سنت نہ ہو وہ بدعت ہوتا ہے اور مستحب کے نام پر ایسی دولتیاں چلتی ہیں کہ خدا کی پناہ۔ اس کے متعلق مدرسہ دیوبند کے اسی کشمیری صاحب کا فیصلہ سن لیجئے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے۔ الذکر بعد الصلاة یعنی نماز کے اذکار مسنون کیا ہیں۔ اس کی شرح میں یہ کشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ اذکار دو قسم کے ہوتے ہیں۔ 1۔ اذکار بعد فراغت از نماز۔ 2۔ اذکار اوقات عامہ۔ سنت تو یہی ہے کہ اول الذکر اذکار نماز کے بعد پڑھے اور اذکار اوقات عامہ، اوقات عامہ میں پڑھے۔ اور یہ دونوں قسم کے اذکار جمع نہ کرے مگر کسی نے اگر ایسا کر ہی لیا تو گو اس نے سنت کی تو مخالفت کی مگر باوجود اس کے ایسا کام (خلاف سنت) کرنے سے منع نہ کیا جائے۔

ومن اراد الجمع فقد خالف السنة ومع هذا لو فعله أحد لا يمنع منه لما أمر
ان العبادات مما يتعسر النهي عنها۔ (فيض الباری ج 2 ص 214) جو شخص دونوں
قسم کے اذکار ایک وقت میں جمع کرنا چاہے تو یہ خلاف سنت تو ہے مگر اسے منع نہ کیا جائے
کیونکہ ہم یہ مسئلہ ذکر کر آئے ہیں کہ نیک کاموں سے روکنا مشکل ہے۔

لا اله الا الله محمد رسول الله ایمان سے بتائے کہ جو کام ثابت نہ ہو بدعت، جو کام سنت نہ ہو بدعت، کا باجا بجائے والے یہ علما اور پھر مستحب یا مباح کا نام لینے والے علما کے خلاف طبل جنگ کھڑکانے والے یہ مفتی فَقَدْ خَالَفَ السُّنَّةَ کان کر سنت کی مخالفت کے ساتھ کس طرح سینر فائر (جنگ بندی) کا اعلان کر رہے ہیں۔ حالانکہ ان کے جدی استاذوں کے نزدیک بدعت ضلالت و گمراہی ہوتی ہی یہی ہے۔ ان کی پیرو مرشد جماعت غیر مقلدین وہابیہ کے مولوی صدیق حسن خان

بھوپالی صاف لکھ رہے ہیں :

وہ امر محدث و بدعت کہ مخالف سنت و سبب تغیر اس باشد باعث ضلالت و گمراہی است۔
(مسک الختام ج 2 ص 84) جو نیا کام و بدعت جس سے سنت کی مخالفت و تبدیلی ہو وہ حرام و گمراہی ہے۔

تعصب کی عینک اتار کر ہر شخص چشم وید نظارہ کرے۔ اور دین و ایمان سے بتا دے کہ دوسروں کو بدعتی کہہ کر خود (مخالف السنن) یعنی وہ آدمی سنت کا خلاف کر رہا ہے پر (لا یمنع عنہ) اس سے منع نہ کیا جائے کہ مصلحتی یا منہ والی یہ بہرہیہ جماعت واقعی جمع سنت و خادم دین گروہ ہے یا شریعت کے نام پر ایک فراڈ ہے کہ ہر مستحب کو تو بدعت اور حرام بنا کر خود مخالف السنن پر لا یمنع عنہ کہہ کر اپنا الویدھا کیا جا رہا ہے۔

بدعت حسنہ اور غیر مقلد وہابی | بدعت بدعت کی پیواری گینگ کے ہر دو گروپ میں سے دیوبندی فرقہ کے مفتیان مذہب مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری اور مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا فیصلہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ فرضی نماز ہو یا سنت و نقل ان کے بعد مروجہ اجتماعی دعا بالاتزام مع رفع آئینی مانگنا غیر ثابت اور بدعت ہے۔ اب گروہ وہابیہ کے ہیڈ بدعتی کا فیصلہ بھی پڑھتے چلئے کہ بدعت تو ہے مگر بری بدعت نہیں بلکہ نیک بدعت ہے۔ چنانچہ مولوی صدیق حسن خان بھوپالی یوں درفشال ہوتے ہیں۔

ایں دعا کہ ائمہ مساجد بعد از سلام سے گنبد و مقتدیان آمین آمین سے گویند چنانچہ اَلَا اَنْ وَر دِیَارِ عَرَبِ وَ عَجَمِ متعارف است از عادت پیغمبر نہ بود (مسک الختام ج 1 ص 483) یہ دعا جو سلام کے بعد ائمہ مساجد مانگتے ہیں اور مقتدی آمین آمین کہتے ہیں جیسا کہ اس زمانہ میں عرب و عجم میں سارے مسلمان مانگتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت نہیں۔ پھر یہی بھوپالی صاحب "السفر السعادی" تصنیف صاحب قاموس اللغات علامہ مجدد الدین فیروز آبادی کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ :

دریں باب بیچ حدیث ثابت نہ شدہ و بدعتی است مُتَشَخَّصٌ (مسک الختام ج 1 ص 483) یہ دعا کسی حدیث سے ثابت نہیں اور اچھی بدعت ہے۔

کفر نونا خدا خدا کر کے : "بدعت ہے اور نیک ہے" کے الفاظ کس منہ سے نکل رہے ہیں ؟ اس جماعت کے سربراہ کے منہ سے نکل رہے ہیں جن کی علیحدہ ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کی بنیاد ہی بدعت گری ہے۔

گزشتہ صفحات میں دیوبندی پیشوا مولوی انور شاہ کشمیری اور مولوی اشرف علی تھانوی کے حوالوں سے اور وہابی غیر مقلد علماء شوکانی و صدیق حسن خان بھوپالی کی عبارات سے واضح طور ثابت ہو چکا

ہے کہ ہر بدعت بری نہیں ہوتی بلکہ کئی بدعتیں نیک اور کار ثواب بھی ہوتی ہیں۔ باقی رہا یہ مسئلہ کہ کون سی بدعت گمراہی اور کون سی بدعت حسنہ ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کل نہ ماننے والے یہ وہابی و دیوبندی اس معاملہ میں مختار کل ہیں۔ جسے چاہیں بدعتی بتادیں اور جسے چاہیں جمع سنت قرار دیں۔ کوئی دنیا کی طاقت ان سے یہ پاور واپس لینے کی مجاز نہیں ہے۔

کیا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہر ترک فرمودہ کام کو ترک کرنا مطلقاً سنت ہے ؟

یہ ایک نیا جال ہے جسے بدعت کے شکاری دیوبندی مولوی عبدالرشید ارشد نے اپنے جال "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" میں بڑے فریب دہ رنگ میں بھولے بھالے مسلمانوں کو ڈالنے کے لئے اس رسالہ کے صفحہ 43 تا صفحہ 46 پر استعمال کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں :
جس فعل کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو اور باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ کیا ہو تو ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے دین کو بدلنا ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص 43)
اسی طرح اگر کسی جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام نہیں کیا تو وہاں اس کا نہ کرنا ہی سنت ہے۔ (ص 44)

اور آپ کا کسی چیز کا ترک ایسے ہی سنت ہے جیسا کسی کام کا کرنا (ص 45)
یہ تینوں عبارتیں آپ نے پڑھ لیں۔ مطلب صاف ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جگہ کوئی کام نہیں کیا تو اس کا کرنا بدعت بلکہ مکمل دین کو بدلنا ہے۔ دین کے لفظ میں فرض و واجب بھی شامل ہیں تو ایسا کرنے والا اس دیوبندی فتویٰ باز کے نزدیک مسلمان نہیں رہ سکتا۔
تو یہ کہہ کر کہ جو ثابت نہ ہو وہ بدعت ہو سنت نہ ہو وہ بدعت۔ اپنے حریف مشائخ و اہل سنت کو ہی بدعتی بنانے کی کارروائی شروع تھی اب یہ جدید میزائل فائر کر کے اہل سنت صحابہ کرام علیہم الرضوان سے لے کر تا قیامت پوری امت محمدیہ پر قیامت برپا کی جا رہی ہے۔ اس سلسلہ میں اس فتویٰ باز مولوی صاحب نے قاضی ابراہیم کی "مجالس الابرار" اور ملا علی قاری کی "مرقاۃ" اور شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی "اشعۃ اللمعات" کی عبارات سے جو غلط مطلب گھڑ کر پوری امت محمدیہ کو کافر بنانے کی چال چلی ہے اس کا تو ہم ابھی پتہ کرتے ہیں۔ مگر اس فتویٰ باز صاحب کے اس فتویٰ کے منسلک و خطرناک نتائج دیکھ لیجئے کہ صحابہ کرام و تابعین و محدثین و تمام فقہائے امت کو دین بدلنے والے بنانے کے ساتھ ساتھ خود غیر مقلد وہابی اور دہلوی بھی دین بدلنے والے بنتے ہیں اور چاہ کن را چاہ در پیش ہے۔

ایک نیک کام و اہم کام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ کام صحابہ کرام نے کیا

یہ کہنا کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اس کا کرنا دین کو بدلنا ہے۔ من چھوٹا اور بات بہت بڑی ہے۔ قرآن مجید دین کی اساس ہے اس کا مکمل کتابی صورت میں امت کے پاس ہونا اسباب ضرورت میں سے سب سے بڑا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی اور باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو نہ کیا۔ حضرت ابوبکر صدیق کے دور خلافت میں اس کی تحریک کس طرح ہوئی اور خلفائے راشدین کی اس مسئلہ میں گفتگو اور بالاخر فیصلہ ہو کر قرآن مجید کس طرح جمع ہوا؟ اس کی تفصیل مندرجہ ذیل حدیث میں ملاحظہ کر لیجئے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے۔

عبید بن سہاق سے روایت ہے کہ حضرت زید بن ثابت کہتے ہیں کہ جنگ یرامہ میں کافی قراء صحابہ شہید ہوئے (تقریباً 700 قاری شہید ہو گئے تھے۔ فتح الباری) تو امیر المومنین صدیق اکبر نے مجھے بلوایا۔ میں آیا تو عمر بھی ان کے پاس بیٹھے تھے۔ امیر المومنین نے مجھے فرمایا کہ قرآن مجید کے قاری جنگوں میں شہید ہوتے جا رہے ہیں اور خطرہ ہے کہ اس طرح قرآن مجید کے اکثر حصے در پردہ ہو جائیں گے۔ عمر میرے پاس آئے ہیں ان کا مشورہ ہے کہ میں کسی آدمی کو مامور کروں کہ مختلف صحابہ کے سینوں میں جتنا جتنا قرآن مجید محفوظ ہے وہ اس سب کو ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دے۔ میں نے عمر سے کہا کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا اور ترک کیا آپ مجھ سے وہ کام کیسے کرانا چاہتے ہیں تو عمر نے کہا ہے کہ اللہ کی قسم یہ نیک کام ہے اور عمر کے بار بار اصرار پر اللہ نے میرا سینہ کھول دیا کہ باوجودیکہ لہ بضعہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کام کو ترک فرمادیا ہو اگر وہ کام نیک ہو تو اس کا کرنا سنت کے خلاف نہیں اور وہ کام کر لینا چاہئے تو میری رائے اب عمر کے موافق ہو گئی ہے۔ حضرت زید کہتے ہیں۔ پھر مجھے حضرت ابوبکر نے کہا کہ تم نو جوان اور امین ہو اور کاتب وحی رہے ہو۔ تو تم صحابہ سے قرآن کی تلاش کر کے اسے ایک کتاب کی صورت میں جمع کر دو۔ الخ (مشکوٰۃ ص 183)

خلفائے راشدین کی اس بحث و فیصلہ سے روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ حضرت ابوبکر کے لہ بضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر حضرت زید کے لہ بضعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہنے کے باوجود صدیق و فاروق کا متفقہ فیصلہ ہوا کہ ہر ترک سنت نبوی نہیں ورنہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سبب حفاظت قرآن مجید و عدم مانع کے جمع قرآن عمل ترک کر دیا تھا تو اگر کسی موقع پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی کام کو نہ کرنا سنت ہوتا تو

صحابہ کرام اسے بدعت (بمطابق مولوی ارشد صاحب) دین کے بدلنے کا کام سمجھ کر قطعاً نہ کرتے اور یہ کتاب اللہ ہی اس صورت میں ہمارے پاس نہ پہنچتی۔

[جمعہ کی پہلی اذان حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں دلائی صحابہ نے شروع کرا دی] حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت صدیق و فاروق کے عہد میں جمعہ کی صرف خطبہ سے اذان کی اذان ہی ہوتی تھی یہ دوسری اذان جو زوال کے وقت دے دی جاتی ہے نہ تھی۔

بغویوں کے مولوی انور شاہ صاحب کشمیری کہتے ہیں:

فَإِذَا أَكْثَرَ النَّاسُ رَأَى عَشْمَانَ إِذَا أَحْرَقَ عَلَى الزَّوْرِ بِخَارِجِ الْمَسْجِدِ ارْخُ فَيْضُ الْبَارِي ج 2 ص 335) جب لوگ زیادہ ہو گئے تو عثمان نے ایک اور اذان مسجد سے باہر زوراً کی جگہ پر کھلائی اضافہ کر دی (جو ترجیح کل پہلی اذان جمعہ کھلائی ہے)

کشمیری صاحب کے مطابق اس پہلی اذان کا سبب نمازیوں کی کثرت تھی۔ تو یہ کثرت صرف عہد کے زمانہ میں ہی نہ تھی بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی یہ کثرت نمازیان موجود تھی۔ غزوہ تبوک رجب 9ھ میں ہوا۔ اس غزوہ میں بقول ابو زرعرہ عبید اللہ الرازی آپ کے ساتھ 70 ہزار کا لشکر جزار موہن تھا (زر قانی شرح مواہب ج 3 ص 72) اس عہد میں حسن اہل پر جان نثار کرنے والے پروانوں کی اس کثرت سے مسجد نبوی کے نمازیوں کی کثرت کا خود اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ اور اس کی یہ وجہ بھی ہو سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جمعہ کے روز کثرت سے درود و سلام پڑھنے کا ارشاد بھی فرمایا ہے اور اذان خطبہ کے بعد بوجہ استماع خطبہ درود شریف پڑھنا منع ہے۔ ہو سکتا ہے کہ پہلی اذان سنیں اور درود شریف قبل اذان خطبہ تسلی سے پڑھ لینے کے لئے شروع کی گئی ہو۔ بہر حال ”زوراً“ مدینہ طیبہ کے بازار میں مسجد سے متصل ایک اونچی جگہ تھی وہاں اس اذان کا افتتاح دونوں وجہ سے بھی ہو سکتا ہے (والثانی اہل عندی من اہل) 1ھ تا 10ھ مسجد فاطمہ و مقام حرہ و شیعہ الوداع تک آبادی بھی ہو چکی تھی۔ اذان ثانی کے شروع کی کوئی بھی وجہ ہو۔ اس کا سبب زمانہ مبارک حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی موجود تھا مگر آپ نے اسے ترک کیا اور بقول بعضے فاروق اعظم یا عثمان غنی نے اسے جاری کیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر ترک یعنی ہر کام کا نہ کرنا سنت ہوتا اور اس سے دین بدلتا تو یہ دونوں خلیفہ راشد اسے بدعت محرمہ قبیحہ سمجھ کر ہرگز ہرگز شروع نہ کرتے اور پھر بمطابق صاحب المدینہ و کشمیری صاحب جبرئیل بنہ التورک کہ یکے بعد دیگرے پوری امت اس پر عامل ہے۔

فتح الباری ج 2 ص 535) ساری امت دین کو بدلنے والی یہ بدعت وراثت میں ہضم نہ کرتی۔

نماز عیدین سے پہلے عید گاہ میں نوافل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک فرمائے
مگر بعدہ صحابہ نے پڑھے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود سبب حریم علی العبادۃ ہونے اور باوجود کسی
مانع امر کے نہ ہونے کے دونوں عیدوں کی نماز سے پہلے عید گاہ میں کبھی نفل نہیں پڑھے مگر بعدہ
بعض صحابہ یہ نفل پڑھتے تھے۔ حضرت علی کے عید خلافت میں ایک روایت کے مطابق رَافِئِی
رَجُلًا آپ نے ایک صحابی کو دیکھا یُصَلِّی بِالْمُصَلِّی عید گاہ میں نفل پڑھ رہا ہے (فیض
الباری شرح بخاری محمد انور شاہ کشمیری دیوبند ج 4 ص 272) اور دوسری روایت کے مطابق
ہمت سے صحابہ کرام عید گاہ میں نفل پڑھ رہے تھے تو لوگوں نے حضرت علی سے دریافت کیا
امیر المومنین ہوں یا قوم یصلون اے امیر المومنین! یہ لوگ عید گاہ میں نفل پڑھ رہے ہیں
(نیل الاوطار شوکانی ج 3 ص 301) تو حضرت علی نے فرمایا لم ار رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم یصلیہا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو کبھی بھی عید گاہ میں نفل پڑھتے
نہیں دیکھا مگر میں ان نفل پڑھنے والوں کو منع بھی نہیں کر سکتا کیونکہ اَخَافُ اَنْ اَدْخُلَ فِی قَوْلِ
تَعَالٰی اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی عِبْدًا اِذَا صَلَّوْا (فیض الباری ج 4 ص 272) اَتُرَوْنِیْ اَمْنَعُ قَوْمَ
یُصَلُّوْنَ اِنْ (نیل الاوطار ج 3 ص 301) مجھے خوف ہے کہ نماز سے روکنے والوں سے نہ
ہو جاؤں۔ میں لوگوں کو نماز سے روک کر آیت اَرَاَیْتَ الَّذِیْ یَنْهٰی کا مصداق نہیں بن سکتا۔
اس سے واضح ہے کہ حضرت علی کے نزدیک آپ کا ترک سنت نہ تھا۔ مولوی انور شاہ دیوبند
کے اس حوالہ کے ساتھ ہی غیر مقلدوں کے پیشوا شوکانی کا اس سے بھی زیادہ واضح فیصلہ سن لیجئے
کہ ترک سنت نہیں۔ وہ کہتے ہیں:

ولا يلزم من تركه لذلك لا اشتغاله بما هو مشروع في حقه من التاخر الى
وقت الصلاة ان غيره لا يشرع ذلك له ولا يستحب (نیل الاوطار ج 3 ص 302)
(آپ کے حق میں کسی مشروع کام میں مشغولیت کی بنا پر آپ کے وقت نماز عید تک لیٹ
ہو جانے اور نفل ترک کر دینے سے لازم نہیں آتا کہ یہ نفل دوسروں کے لئے بھی جائز و
مستحب نہ ہوں۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ شوکانی صاحب کے نزدیک بھی ترک سنت نہیں ہے۔

دہابیوں اور دیوبندیوں دونوں کے نزدیک بھی ہر ترک سنت نہیں | دہابیوں کے پیشوا
بدیکل خود ساختہ مشغولیت بامر مشروع ہی سہی یہ مان رہے ہیں کہ ہر ترک سنت نہیں۔ آپ نے
اپنی آنکھوں سے ”نیل الاوطار“ میں پڑھ لیا۔ اب دیوبندیوں کے محمد انور شاہ کشمیری صاحب کی
رائے بھی انہیں نوافل عید گاہ کے متعلق دیکھ لیجئے۔ کشمیری صاحب ہر ترک نبوی کو سنت اور

ہاں کوئی نیکی کرنے والے کو بدعتی و دین کو بدلنے والے کہنے والے اپنے دیوبندیوں کے سر پر یوں
تواریں چلاتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ:

کہ عبد اللہ بن عباس اس موقع پر نوافل کو مکروہ کہتے تھے مگر حضرت علی منع نہیں کرتے تھے۔
مولوی عبدالرشید صاحب ہدایہ کی عبارت ولا ینفعل فی المصلی قبل صلاة العید پر
ملاحظیں لگانے کی بجائے اپنے کشمیری صاحب کے اس فیصلہ پر اب بیٹھیں ماریں۔ کشمیری
صاحب کہتے ہیں:

صَاعِلِيْ فَتَنْظُرُهُ اَوْ سَمِعَ مِنْهُ حضرت علی کی نظر حضرت ابن عباس سے وسیع ہے (فیض الباری
ج 4 ص 273)

کنج شکر کی شکر بانٹو خسروئے مرید

مولوی عبدالرشید صاحب کا کلام بے لگام آپ پڑھ چکے ہیں کہ جس جگہ جو کام حضور صلی اللہ
علیہ وسلم نے نہیں کیا وہاں کرنا اللہ کے دین کو بدلنا ہے۔ اب ان کے کشمیری صاحب کا فیصلہ بھی
پڑھ لیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ترک نوافل کی جگہ نفل پڑھنے والوں کو حضرت علی کے
روئے پر حضرت علی کو وسیع العلم قرار دیا جا رہا ہے۔ اب تو عبدالرشید صاحب کو اپنے سردار
مولوی حسین احمد صاحب مدنی صدر مدرس دیوبند کا یہ وظیفہ پڑھ لینا چاہئے

کھول دے دل میں در علم حقیقت میرے اب حادئ عالم علی مشکل کشا کے واسطے

(مسائل طیبہ مولوی حسین احمد ص 22 طبع مطبع صابقیہ ملتان)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے ابواب ربوا کا بیان ترک فرمایا

ائمہ اسلام نے اسے بیان کر دیا

حضرت عمر فرماتے ہیں کہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قَبِرَ وَلَمْ يَفْسَرْهَا لَنَا
ابن ماجہ باب التَّغْيِثِ فِي الرِّبَا۔ ص 165 طبع کراچی) حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا سے پردہ فرما
گئے اور اس کو ہمارے لئے کھول کر بیان نہ فرمایا۔

فرمایا الربا ثلاثة وسبعون باباً (ابن ماجہ صفحہ گورہ) سود کے 73 ابواب (دروازے) ہیں
اور الانوار میں ہے کہ حضرت عمر فرماتے تھے خرج النبي صلی اللہ علیہ وسلم عنا حضور
صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم دنیا سے پردہ فرما گئے ولم یبین لنا ابواب الربا بیانا شافياً آپ
ہم سے ان ابواب کے واضح کئے بغیر تشریف لے گئے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سود و تقاض کی حرمت چند چیزوں میں بیان فرمائی۔

الحنطة بالحنطة والشعير بالشعير والتمر بالتمر والملح بالملح والذهب
والذهب بالفضة بالفضة مثلاً بمثل يدا بيد والفضل ربوا (نور الانوار ص 5) وَيُرْوَى

کیلئے حکیم و نوابوں مکان قولہ مثلاً بمثل (نور الانوار) گندم کا گندم سے یا جو کا جو سے کھجور کا کھجور سے نمک کا نمک سے سوئے کا سوئے سے چاندی کا چاندی سے تبادلاً کرنا ہوتا دست بدست اور برابر تو اور دو آکر زائد لایا ویا تو سود ہوگا۔

ان چھ چیزوں کے علاوہ اور سنت کی چیزوں میں بھی تقاضل و سود حرام ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ تو تمام چیزوں کا حکم لے کر وضاحت فرمائی اور نہ ہی ان میں اجرائے حکم حرمت کی کوئی علت بیان فرمائی بلکہ ان دونوں کا بیان ترک فرمایا۔ مگر بعد ائمہ مجتہدین نے باقی اشیاء میں حرمت تقاضل کی علت متعین کر کے باقی اشیاء میں تقاضل کا فیصلہ کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم بیان کی وجہ سے مطلقاً حرمت تقاضل کے متعین میں ائمہ مجتہدین میں اختلاف بھی ہوا۔ امام ابو حنیفہ نے قدر و جس، امام شافعی نے طعم و ثمنیہ اور امام مالک نے اربیتات و اذخار کی علت مقرر کر کے ساری اشیاء میں بصورت اتحاد علت تقاضل حرام قرار دیا۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی بھی معاملہ کو ترک کر دینا بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کام کو کرنے کی طرح سنت ہوتا تو ائمہ مجتہدین حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترک یعنی عدم بیان حکم حرمت تقاضل میں مداخلت ہی نہ کرتے۔

خود دیوبندی علماء کے نزدیک بھی ہر ترک سنت نہیں | دیوبندی فرقہ کے سب سے بڑے محقق مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اور مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری ہیں۔ تھانوی صاحب کے نزدیک علم نحو پڑھنا پڑھانا ضروری کام ہے مگر سنت نہیں۔ بوادر النوار سے ہم اس کی عبارت لکھ آئے ہیں۔ اور کشمیری صاحب کے نزدیک نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعی دعا سنت نہیں وہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں۔ ان دونوں امور خیر کا سبب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود تھا اور کوئی امر مانع بھی نہ تھا تو اگر باوجود اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ترک کیا اور یہ کام نہیں کئے تو بعد یہ کام کرنے والی ساری امت نے بقول مولوی عبدالرشید صاحب دیوبندی حضور کے دین کو بدلا اور خود دیوبندی بھی اس جرم کے مرتکب ہوئے۔ تھانوی صاحب کا قول وَكُلُّ أَحْسَانٍ لَمْ يَكُنْ فِي الصَّلَاةِ الْوَلَدِ بوادر النوار ص 777 پر پڑھ لیجئے۔ صاف ظاہر ہے کہ نیک کام صدر اول کے بعد پیدا شدہ بھی نیک کام ہی ہیں ورنہ انہیں احسان یعنی نیک کام کہنے کا کیا مطلب؟

اس قسم کی اور بھی بے شمار مثالیں موجود ہیں۔ اسی پر قلم کو روکتے ہوئے اب ہم دیوبندی علماء سے چند سوال کرتے ہیں کہ تمہارے نزدیک اگر ترک بھی سنت ہے اور اس کا کرنا دین کو بدلنا ہے تو بتائیے؟

۱۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو جمع نہیں کیا اور نہ ہی کرایا۔ خلفائے راشدین نے

جمع کرایا اور لم یفعله رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا کا اقرار کر کے اسے ہذا واللہ خیر خدا کی قسم یہ نیک کام ہے کما اور پھر بھرپور طور پر اور اہتمام و التزام سے اسے مکمل کیا تو کیا انہوں نے دین کو بدلا؟ حضرت زید اور وہ سب صحابہ کرام جنہوں نے اپنے پاس قرآن مجید کے محفوظ حصے زید کو لکھوا کر ان سے تعاون کیا مع حضرت ابو خزیمہ انصاری جن سے زید کو سورہ توبہ کی آخری آیت لقل جاء کم رسول من انفسکم یا آخر سورہ دستیاب ہوئی (مشکوٰۃ ص 193) اس تبدیلی دین کے جرم میں برابر کے حصہ دار ہوئے یا نہ؟

۲۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جمع کی ایک اذان ولاتے تھے۔ باوجود کثرت نمازیں و عدم امر مانع آپ نے دو اذانیں نہ لائیں۔ آپ کے اس ترک کے باوجود عثمان غنی نے دوسری اذان شروع کرادی جو آج تک معمول یہ ہے۔ تو حضرت شہن غنی، حضرت علی اور اس وقت موجود تمام صحابہ جو اس پر راضی ہوئے پھر تابعین، جمع تابعین، تمام ائمہ مجتہدین، تمام اولیا و علما بلکہ ساری امت محمدیہ حضور سرور کوئین صلی اللہ علیہ وآلہ وبارک و سلم کے ترک کو اپنا کر دین کو بدلنے کے جرم میں شریک کھاتے ہوئی یا نہ؟

۳۔ اسی طرح نماز عیدین سے پہلے عید گاہ میں نفل باوجود سبب شوق عبادت و عدم مانع آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کئے۔ بعد صحابہ کرام نے پڑھے اور حضرت علی سے اس بارے میں استفسار پر آپ نے کہا کہ میں انہیں اس سے روک کر ارائیت الذی یسہی عبداً اذ صلی کا مصداق نہیں بن سکتا۔ یہ سب نفل پڑھنے والے صحابہ مع حضرت علی اور حضرت علی کے اس قول کو درست قرار دینے والے علما دین کو بدلنے والے ہیں یا نہیں؟

۴۔ ان چھ چیزوں کے علاوہ باقی چیزوں میں حرمت زائد لین دین یعنی سود و ربوہ کی علت قائم کر کے ائمہ مجتہدین بلکہ ساری امت کے اسلاف و اخلاف علما ترک نبوی میں مداخلت کر کے دین کو بدلنے کے مجرم ہوئے یا نہیں وغیرہ وغیرہ؟

۵۔ صاحب ہمارے ان استفسارات کا جواب دینے کے لئے قلم اٹھائیں کوئی ہیر پھیر کرنے کی کوشش نہ کریں۔ ورنہ یوم الحساب کسی بھی بدینی کے جواب کے لئے تیار رہنا ہوگا۔

۶۔ علما و فقہاء کے نزدیک سنت کی تعریف | آپ پڑھ آئے ہیں کہ دیوبندیوں کے مولوی عبدالرشید ارشد صاحب نے اپنے رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں“ طبع مکتبہ رشیدیہ لاہور میں مسلمانوں کو بدعتی و مشرک بنانے کے لئے ترکش خارجیت و نجدیت کے سارے تیر چلا کر بھی مایوسی و ناکامی پا کر یہ ایک نیا تیر تراشا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی جگہ ترک فعل بھی سنت ہے۔ تاکہ ارشد صاحب بدعتی بنانے کے بجٹ میں صرف خسارہ ہی نہ دیکھنے پائیں کسی طرح کچھ

نہ کچھ تو ہار گاہ نجدیت میں سرفرو ہو سکیں۔ حالانکہ ان کا یہ پروگرام شیخ چلی کے خیالی پروگرام سے بھی زیادہ لاپتہی ہے۔ آج تک اکابر محققین میں سے کسی نے بھی ترک کو سنت کی تعریف میں شامل نہیں کیا۔ علمائے اصول وائز لغت و فقہائے کرام نے سنت کی جو تعریف کی ہے وہ ملاحظہ کریں۔ علمائے اصول کہتے ہیں:

السنة تطلق على قول الرسول و فعله و سكونه و على قول الصحابة و افعالهم (نور الانوار ص 175) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور کسی کام کو دیکھ یا سن کر اس پر خاموشی فرمانے اور صحابہ کے اقوال و افعال کو سنت کہتے ہیں۔

اصول فقہ کی مستند و متداول کتاب نور الانوار جو ہر درس میں داخل نصاب ہے میں آپ نے سنت کی تعریف پڑھ لی۔ کیا اس میں ترک کا لفظ ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر ہر ترک بھی سنت ہوتی تو صاحب نور الانوار یوں لکھتے۔

قول الرسول و فعله و سكونه و تركه قول و فعل و سكوت و ترك فعل رسول کو سنت کہتے ہیں۔

مگر کسی اصولی نے یہ اصطلاح استعمال نہیں کی کیونکہ ہر ترک سنت نہیں۔ مستحب کی تعریف میں "وَلَنْ لَّمْ يَفْعَلْهُ" کی تصریح کے باوجود اس کا کرنا بدعت سیئہ نہیں بلکہ باوجود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عدم فعل کے مستحب کا کرنا کارِ ثواب ہے جیسا کہ رد المحتار کے حوالہ سے "وَتَرْكُهُ خِلَافُ الْأَوَّلَى" کی تصریح ابتدائے رسالہ میں گزر چکی ہے۔

فقہائے سنت کی تعریف یہ کی ہے۔

ہی الطريقة المسلموكة في الدين من غير افتراض ولا وجوب ويستحق فاعلها الثواب وتاركها الملامة والعتاب (شرح نفاہی ملا علی قاری ج 1 ص 5 طبع مکتبہ اعجازیہ دیوبند) فرض و واجب کے علاوہ دین میں چلنے کے طریقے کو سنت کہتے ہیں اس کے کرنے والا ثواب کا مستحق ہوتا ہے اور اس کا تارک ملامت اور عتاب کے لائق ہے۔

ابن ہمام صاحب فتح القدیر شرح ہدایہ میں کہتے ہیں کہ جس کام کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی چھوڑا مگر اکثر و بیشتر کیا وہ سنت ہے۔

ملا علی قاری صاحب کے علاوہ باقی فقہائے بھی اسی سے ملتے جلتے الفاظ سے سنت کی یہی تعریف کی ہے۔ شرح نفاہی سے ہم نے یہ تعریف اس لئے نقل کی ہے کہ ہر ترک کو سنت قرار دینے والے اس مولوی عبدالرشید ارشد صاحب نے اپنے اس رسالہ مذکورہ میں بڑی عقیدت سے امام ملا علی قاری حنفی رحمہ اللہ لکھ کر اپنا پیشوا تسلیم کیا ہے (دیکھو رسالہ مذکورہ ص 46) اور گو غیر

مقلد و دیوبندی مولوی سوائے ابن عبدالوہاب نجدی و اسماعیل دہلوی و رشید احمد گنگوہی اور اشرف علی تھانوی بدعت و شرک کے دھنی مولویوں کے کسی کو پیشوا تسلیم کرنے کے لئے تیار تو نہیں ہوتے مگر.....

ملا علی قاری صاحب کی امامت کا حال بھی دیکھ لیتے ہیں۔

ملا علی قاری صاحب نے سنت کی تعریف میں الطريقة المسلموكة کہہ کر اس کے مقابل تارکھا کا لفظ استعمال کیا ہے۔ اسی طرح ابن ہمام کے الفاظ میں بھی مواظب کے مقابلہ میں مع ترکھا احیاناً ہے۔ ترک عمل و فعل کا ہوتا ہے ترک کا نہیں۔ اس سے بڑھ کر خود مولوی ارشد صاحب نے اپنے اس رسالہ کے صفحہ 43 پر کہا ہے جو عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہی سنت ہے "اور یہ بھی کہا کہ" جس فعل کا سبب آنحضرت کے زمانہ میں موجود ہو۔ "الخ" جس سے عیاں ہے کہ ترک عمل خود اس کے نزدیک سنت نہیں کیونکہ نہ کرنا عدم الفعل ہے فعل نہیں اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ خود اس کے نزدیک جس کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ میں موجود نہ ہو اس کا ترک بھی سنت نہیں ہے۔ اگر ہر ترک سنت ہوتا تو ملا علی قاری صاحب یوں لکھتے ویستحق فاعلها و عاملها وتارکھا اور ابن ہمام یوں لکھتے مع فعلها و ترکھا احیاناً الخ

اگر لغت نے سنت کی تعریف یہ کی ہے:

"آنچه پیغمبر و صحابہ بر آں عمل کرده باشند و امرے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آفرایند کردہ

باشند مگر در عمر خود یک دو بار بقصد ترک ہم کرده باشند (غیاث اللغات ص 233)

یہاں بھی کردہ باشند ہے ترک کردہ باشند نہیں۔ اسی لئے آگے ترک ہم کردہ باشند ہے عمل ہم کردہ باشند نہیں (غور باید)

ہے کوئی ارشد کہ علمائے اصول و فقہاء و اصحاب لغت کی تعریف سنت میں مواظب علی ترکہ و کھائے مستحب اور سنت کے امتیاز کے لئے مع ترکھا احیاناً احترازاً ہے تعریفاً نہیں۔ بیشک ترک تو مواظبت کی ضد ہے۔ یہ اجتماع نقیضین دیوبندیوں کو ہی مبارک ہو۔

ہر ترک نبوی کو سنت کہنے والوں کی بد فہمی | حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام و اولیاء علیہم الرحمۃ کے گستاخ علماء ہابی ہوں یا خارجی یا دیوبندی بڑے ہوں یا چھوٹے عموماً ناقص العقل کوتاہ نظر اور فتویٰ میں جلد باز ہوتے ہیں۔ یہ سب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی سپاہ ہیں اور تھانوی صاحب ان اپنے جیالوں کی یوں عقلی نشاندہی کرتے ہیں:

خدا معلوم بد فہمی کی تعلیم کا کوئی خاص اسکول ہے (مدرسہ دیوبند) جہاں تعلیم پکڑ آتے ہیں

یا سارے بد فہم میرے ہی حصہ میں آگئے ہیں (وہ بھی درست یہ بھی حقیقت) (افاضات ایوبیہ ملفوظات تھانوی حصہ 4 ص 575 طبع تھانہ بھون)
غیر مقلد دہلی تحقیق سنت و بدعت و توحید و شرک میں صاحب کتاب التوحید (درحقیقت کتاب الاشراک) محمد بن عبدالوہاب نجدی کو حرف آخر مانتے ہیں۔ حالانکہ دیوبندیوں کے محقق مولوی محمد انور شاہ کشمیری صاحب کہتے ہیں کہ وہ ایک بے وقوف و احمق مولوی تھا۔
امام محمد بن عبدالوہاب النجفی فانہ کان رجلاً بلیداً قلیل العلم فکان ینسارخ الحکمہ الکفر الخ (فیض الباری ج 1 ص 171) محمد بن عبدالوہاب نجدی احمق و کم علم آدمی تھا اور بدعت و شرک کے فتویٰ لگائے میں جلد بازی کرتا تھا۔
دیوبندی مولوی محمد اسماعیل دہلوی کی "تقویت الایمان" کو مبنی دین سمجھتے ہیں جس کے متعلق یہی کشمیری صاحب لکھتے ہیں۔
و کتابہ تقویۃ الایمان فیہ شذوۃ الخ (فیض الباری ج 1 ص 170) مولوی محمد اسماعیل کی "تقویت الایمان" شدید ہے۔

ایسے بلید و شذوۃ اماموں کے مقتدی بھی بے عقل ہی ہوتے ہیں۔ مولوی عبدالرشید نے قاضی ابراہیم کی "مجالس الاربار" اور ملا علی قاری کی "مرقاۃ" میں کہیں ترک کا لفظ دیکھا تو مست ہو گئے کہ لو اب تو لوگوں کو بدعتی بنانے کی آئینہ کش مشین دستیاب ہے۔ ارشد صاحب نے آؤ دیکھا نہ تاؤ بھڑ گئے کہ ہر ترک سنت ہے۔ قاضی ابراہیم جیسے حنفی قاضیوں کی سفیت کے بحر بے کراں میں کچھ کمی نہیں جو کہ عوام اہل سنت کو قربانی کا بکرا بنا کر ان کی قربانیوں کی کھالیں کھا کر چوگہ اپنے لشکر نجدت کے بچوں کو دیتے ہیں کہ بچو! کھاؤ پھلو پھول اور جس طرح بھی ہو سکے بریلویوں کو پھڑکاؤ۔ قاضی ابراہیم کی "مجالس الاربار" دین اسلام کا دستور نہیں کہ قاضی صاحب کو اس فضائے مہرہ کا ٹولہ دے دیا جائے۔ ایسے کئی قاضی اپنی فضا سے آئے اور فضا سے گزر گئے۔ یہ قاضی ابراہیم ایسے ہی حنفی ہیں جیسے مولوی محمد اسماعیل دہلوی یا دیوبندی حنفی۔ نیم دروں، نیم بروں۔ صاحب رسالہ ارشد صاحب نے اس کی "مجالس الاربار" سے یہ عبارت نقل کی ہے۔ اس کی تعریف سنت میں وجود مقتضی و عدم مانع کی قید اور ملا علی قاری کی مخالفت سنت میں مواظبہ کا گورکھ دھندا بھی دیکھئے۔ قاضی ابراہیم صاحب لکھتے ہیں:

ترکہ علیہ الصلاة والسلام مع وجود مقتضی و عدم المانع سنة ایضاً مثل الافان فی الجمعة لا فی العیدین کلاهما سنة (رسالہ مذکورہ ص 45 بحوالہ "مجالس الاربار ص 135) باوجود امر مقتضی اور عدم مانع کے حضور صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کسی کام کو

نہ کریں تو اس کام نہ کرنا ہی سنت ہوگا جیسے کہ جمعہ میں اذان کثافت مگر عیدین میں اذان نہ کثافت ہے۔

مجھے معلوم ہوتا ہے کہ نجدت کے گھن نے اس قاضی صاحب کی عقل بھی شاید برباد کر دی تھی کہ باوجود تقاضائے سبب و عدم مانع کی دلیل ترک اذان نماز عیدین سے دے رہے ہیں۔ حالانکہ نماز عیدین کے لئے اذان کا امر مقتضی ہے ہی کہاں؟ اذان ہوتی ہے نمازیوں کو مطلع کرنے کے لئے کہ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔ نماز عیدین و نماز جنازہ وغیرہ کے لئے تو ہر آدمی خود اطلاع بنا ہوا ہوتا ہے۔ تو تین گولے اور لاؤ پیکیوں پر اعلان وغیرہ سے لوگ خود بخود کچھ چلے آتے ہیں۔ اذان کی ضرورت ہی کیا؟ لہذا قاضی صاحب کی مثال ہی غلط تو مثل لہ بھی غلط۔ مزید برآں عدم مانع کی قید بتا رہی ہے کہ اس کے نزدیک بھی ہر ترک سنت نہیں۔ اگر مانع کی وجہ سے ترک ہوا تو ترک سنت نہیں ہوگا۔ قاضی صاحب حنفی ہوں گے مگر ہم حضرت امام ابو حنیفہ کے مقلد ہیں قاضی صاحب کے نہیں۔ صحیح بات دلیل سے مانیں گے ورنہ قاضی صاحب یہ قضا اپنے پاس رکھیں۔ باقی رہے ملا علی قاری صاحب تو یہ حنفی عالم ضرور ہیں مگر محقق نہیں۔ مسائل میں بہت غلطیاں کرتے ہیں۔ دیوبندیوں کے حرف آخر محدث و محقق الشیخ الانور محمد انور شاہ صاحب کشمیری اس ملا علی قاری صاحب کی علمی سطحیت و تحقیقی غلطیوں کا روٹا یوں روتے ہیں:

و کنت ارجو ان نکون حاشیۃ لطیفۃ لکونہ قاریا فلما رائتہا وجدنہا سطحیۃ اما فی باب الاحادیث فقد رائتہ یرکب الاغلاط کثیراً (فیض الباری ج 2 ص 21) تفسیر جلالین پر ملا علی قاری کا حاشیہ ہے میرا خیال تھا کہ چونکہ ملا علی صاحب قاری ہیں انہوں نے حاشیہ اچھا لکھا ہوگا مگر میں نے جب اس کا حاشیہ دیکھا تو اسے سطحی اور کمزور پایا۔ باقی احادیث کے مسائل میں تو وہ بہت غلطیاں کرتا ہے۔

ترک کو مطلقاً سنت قرار دینے کے مبہم قول پر ملا علی قاری کو امام ملا علی قاری کہہ کر سنی علما کو اس کی امامت و قربت سے مرعوب کرنے والے دیوبندی مولوی عبدالرشید صاحب ارشد نے اپنے ہی امام کی "فیض الباری" میں اپنے ہی امام ملا علی قاری کی امامت کا تحت نکتے دیکھ لیا۔ اور اگر کچھ کسر باقی ہے تو اور سن لیجئے۔

"فقد اکبر" ایک مشہور کتاب ہے اور اس میں کچھ مسائل غلط بھی ہیں۔ ملا علی قاری صاحب نے اس کو حضرت امام اعظم کی تصنیف قرار دے کر اس کی شرح لکھ ڈالی۔ ملا علی قاری اسے امام صاحب کی طرف منسوب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال الامام الاعظم والھمام الافخم الاقدم قنوا الانام ابو حنیفۃ الکوفی فی کتابہ

المسمى بالفقه الاكبر الخ (شرح فقه اکبر ملا علی قاری 9) بہت بڑے امام اور عظیم و
مقدم پیشوائے علماء و امام ابو حنیفہ کوئی نے اپنی کتاب مسمیٰ یہ فقہ اکبر میں کہا۔
لا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ دیکھ لیا آپ نے اس قاری صاحب کا علم و فضل؟ کہہ رہے ہیں
کہ فقہ اکبر امام ابو حنیفہ کی تصنیف ہے۔ حالانکہ یہ کتاب آپ کے کسی شاگرد ابو مطیع بلخی کی
تصنیف اور امام صاحب کی طرف غلط منسوب ہے۔ خود دیوبندی فرقہ کے سب سے بڑے محدث
و پیشوا محمد انور شاہ صاحب کشمیری لکھتے ہیں۔

و اما ما نسب اليه في الفقه الاكبر فالمحدثون على انه ليس من تصنيفه بل
من تصنيف تلميذه ابي مطيع البلخي وقد تكلم فيه الذهبي و قال انه
جهلي اقول ليس كما قال ولكنه ليس بحجة في باب الحديث لكونه غير
ناقد (فيض الباري ج 1 ص 59) ایمان میں زیادتی و کمی کی مطلقاً نفی جو امام اعظم کی طرف
فقہ اکبر کتاب میں منسوب کی گئی یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ محدثین کا متفقہ فیصلہ یہ ہے کہ یہ
فقہ اکبر امام اعظم کی تصنیف ہی نہیں۔ بلکہ آپ کے شاگرد ابو مطیع بلخی کی تصنیف ہے۔
ذہبی نے کہا ہے کہ یہ بھی فرقہ کے عقیدہ کا آدمی تھا۔ میرے خیال میں تو حقیقی ہی ہے مگر
حدیث کے بارے میں حجت نہیں کیونکہ ناقد نہیں (بلکہ سبھی آدمی ہے)

اب بتائیے کہ جس قاری صاحب کو ایک کتاب کے مصنف کا ہی پتہ نہیں اس کے قول ترک
سنت کی بنیاد پر علمائے اسلام کے سارے اصول و ضوابط بلکہ خود دیوبندیوں کا یہ فیصلہ کہ:

قال مولانا عبدالحی رحمہ اللہ ان عدم ثبوت صلاحۃ عن النبی صلی اللہ علیہ
وسلم بالمصلی لا یبدل علی کراهۃ الصلاۃ (فیض الباری ج 2 ص 360) مولانا عبدالحی
نے کہا ہے کہ عید گاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نفل پڑھنے کے عدم ثبوت کے
باوجود وہاں نفل پڑھنا مکروہ نہیں۔

پھر اس کے باوجود ملا علی قاری کی غلط رائے کی بنیاد پر ہر ترک کو سنت قرار دینا کہاں کی عقل
مندی ہے۔ یہی ملا علی قاری صاحب ہیں جنہوں نے اسی "فقہ اکبر" جس کے متعلق دیوبندیوں
کے کشمیری صاحب لکھتے ہیں کہ:

وقد رایت عدۃ نسخ للفقہ الاکبر فوجدتها کلھا متغايرة (فیض الباری ج 1 ص
59) میں نے فقہ اکبر کے کئی نسخے دیکھے ہیں سب ایک دوسرے کے مخالف ہیں۔

ایسی بے سرو پا و غلط مسائل پر مشتمل کتاب کو امام اعظم کی طرف منسوب کر کے امام اعظم کو

(-) کنا فی مفتاح السعادة للعلامة طائش کبری رائہ 2 -

بدنام کرنے کے مجرم ان ملا علی قاری صاحب نے ایک اور سب سے خطرناک غلطی بھی کی ہے۔
وہ یہ ہے کہ اس "فقہ اکبر" میں ابو مطیع بلخی کا یہ قول ہے جو کہ سراسر بول بلکہ بدتر از
ہے۔ خود پڑھ لیجئے۔

ووالدارس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ماتنا علی الکفر (شرح فقہ اکبر ص 129)
(معاذ اللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کافر مرے تھے۔ (1)

یہ اس شرح بے طرح شرح فقہ اکبر میں یہی قاری صاحب بڑے ولوے سے لکھتے ہیں۔

وقد افردت لهذه المسئلة رسالة مستقلة و دفعت ماذکرہ التبیوطی فی
رسائلہ الثلاثة الخ (شرح فقہ اکبر ص 130) میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین
کے کفر پر ایک مستقل رسالہ لکھا ہے اور سیوطی کے ان رسائل کا رد کیا ہے۔ جن میں
اس نے ان کو جلتی قرار دیا ہے۔

الخ رہے کہ امام جلال الدین سیوطی نے اپنے رسائل میں جو محرر سطور کے پاس ہیں دلائل قاطعہ
و یاسند معتد روایات سے ثابت کیا ہے کہ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جلتی ہیں۔

یز میرے والد کریم (بحر العلوم العتلیۃ و النقیۃ عمدة الکاملین زبدة العارفین صاحب مقام ولایت
ضوری بارگاہ رسالت حضرت الفقیہ مولانا جان محمد الملقب فی الزویا الصالحۃ بالمدینۃ المنورة من
الحنفۃ الربویۃ بالادب الہندی متولد بمقام موضع کبوتری تحصیل ننجن آباد ضلع بہاول نگر 1314ھ
مطابق 1896ء متوفی 4 جمادی الاول 1401ھ مطابق 11 مارچ 1981ء بروز بدھ، مدفون بہشتی محمود پور
ایک موضع کبوتری از اولاد شجاع مشہور عبد اللہ (دلا) بھی معاصر شہنشاہ دہلی جلال الدین اکبر) نے
بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین کی نجات کے مسئلہ پر مدلل کتاب لکھی
ہے "القول المنقول فی نجات ابوی الرسول" جو کہ محرر سطور کے پاس قلمی محفوظ ہے۔ جو کہ انشاء
اللہ طبع ہوگی

حضرت والد ماجد علیہ الرحمۃ نے ان احاث پر سیر حاصل بحث کی ہے کہ:

1- حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین بعثت رسول سے پہلے زمانہ فقرہ میں وفات پا گئے
انہوں نے کبھی شرک نہ کیا تاکہ جنسی قرار پاتے۔

2- انہیں دعوت اسلام نہیں پہنچی اور حسن و قبح اشیاء میں امام ابو الحسن اشعری کا مذہب ہی
مضبوط ہے کہ شرعی ہے عقلی نہیں۔

(1) 20 تا 22 فروری 1981ء نے مایہ خواس شرح ہمام میں القول المنقول کے حوالہ سے ملا علی قاری کا اس سے توبہ کرنا بھی لکھا

ہے۔ والدہ الم - 2

دیوبندیوں کے محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے باعتبار موضوع فن کلام اشعری صاحب کا مذہب ہی اصوب قرار دیا ہے۔

قالا صوب باعتبار موضوع الفن نظر الاشعری۔ فن علم کلام کے مطابق امام اشعری کی نظری زیادہ درست ہے۔ (فیض الباری ج 4 ص 385)

تو جب اشیاء کا حسن و قبح شرعی ہونا اصوب ہے اور انہیں اقرار و تکلیف التوحید کی دعوت پہنچی ہی نہیں کیوں کہ زمانہ فترۃ تھا تو اللہ تعالیٰ کے ارشاد و ماکنا معذبین حتی نبعث رسولا (ہم رسول بھیجے بغیر کسی کو عذاب نہیں دیتے) کے مطابق والدین کریمین نجات یافتہ ہیں۔ کافر یا دوزخی نہیں ہو سکتے۔

یہ تو تھی ملا علی قاری صاحب کی غلطی و سرسری نشاندہی۔ اب اسی ہر ترک نبوی کے سنت ہونے والی قاری صاحب کی عبارت مندرجہ رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" کا حال بھی دیکھ لیجئے۔ قاری صاحب کہتے ہیں:

المتابعة كما تكون في الفعل يكون في الترك ايضا فمن واطب على فعل لم يفعل الشارح فهو مبتدع (مرقاہ ج 1 ص 41) اتباع (سنت) جیسا کرنے میں ہوتا ہے ایسا ہی نہ کرنے میں بھی ہوتا ہے۔ جو شخص شخص نے کسی ایسے کام کو لازمی کیا جو شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا وہ بدعتی ہے (رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" ص 44)

ارشاد صاحب نے قاری صاحب کے لفظ واطب کا ترجمہ "لازمی کیا" کیا ہے جو آپ کے سامنے ہے۔ جس کا مطلب واضح ہے کہ جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ترک کیا (نہیں کیا) اس کا نہ کرنا ہی سنت ہے اور کرنا بدعت ہے۔ مگر کبھی کبھی کر لینا بدعت نہیں۔ لازمی کر لینا بدعت ہے۔ دیکھ لیں یہ گورکھ دھندا کہ کبھی کبھی تو سنت کی مخالفت حلال ہے بدعت نہیں البتہ ہمیشہ سنت کی مخالفت بدعت ہوگی۔ ناظرین دیکھ لیں ملا علی قاری صاحب اور اس کے مقتدی دیوبندی ارشد صاحب کی محبت سنت۔ قاضی ابراہیم نے ترک کے سنت ہونے میں وجود امر متقضي و عدم مانع کی قید لگائی ہے۔ اس کی چار صورتیں ہوتی ہیں۔

1۔ ترک مع وجود متقضي و عدم مانع 2۔ ترک مع وجود متقضي و وجود مانع 3۔ ترک مع عدم متقضي و عدم مانع 4۔ ترک مع عدم متقضي و وجود مانع۔

قاضی محمد ابراہیم کا کوئی متقضي نہ جو ان سب کے احکام کی عقل و شرع سے قضا کر دیں تو ہم مشکور ہوں گے اور ملا علی قاری کی شرط مواظبت کا قضیہ اور والدین کریمین کے متعلق غلط فیصلہ تو دیوبندی اکابر کے بھی خلاف ہے۔ ان کے شیخ الاسلام مولوی شبیر احمد عثمانی

صاحب اپنی کتاب "فتح الملم" شرح مسلم میں کہتے ہیں:

فالظن من كرم الله تعالى ان يكون ابواه صلى الله عليه وسلم من احد هذين القسمين (الى قوله) وبالحجة كما قال بعض المحققين انه لا ينبغي ذكر هذه المسئلة الا مع مزيد الادب الخ (فتح الملم ج 1 ص 285)

میرا اللہ تعالیٰ کے کرم سے یہی ظن ہے کہ والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان دو قسموں سے ہیں 1۔ جن لوگوں نے (بوجہ عدم بعثت رسول) کلمہ تو نہیں پڑھا مگر شرک بھی کبھی نہ کیا (یہ قسم بھی نجات یافتہ ہے) اور یا 2۔ ان لوگوں سے ہیں جو باوجود بعثت رسول و دعوت ایمان نہ پانے کے اپنی عقل سے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر ایمان رکھتے تھے۔ جیسے رقت بن صاعدہ وغیرہ (یہ قسم بھی نجات یافتہ ہے) بہر حال بعض محققین کے قول کے مطابق اس مسئلہ میں زیادہ سے زیادہ ادب کرنا چاہئے۔ الخ

مالکی ائمہ میں سے قاضی ابوبکر مالکی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد کریم رضی اللہ عنہ کو دوزخی کہنے والے شخص کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے حکم دیا کہ ایسا شخص لعنتی ہے۔

لقوله تعالى ان الذين يؤء ذون الله ورسوله لعنهم الله في الدنيا والاخر (زرقاتی شرح مواہب لدنیہ ج 1 ص 186) یعنی ایسے شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دی اور فرمان الہی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیف دیتے ہیں وہ لعنتی (کافر) ہیں۔

خلیفہ صالح حضرت عمر بن عبدالعزیز متوفی 101ھ کے سامنے کسی عامل حکومت نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد کریم کو مشرک کہہ دیا تو آپ نے ایک لمبی آہ بھری اور کہتے میں آگئے۔ جب سر اٹھایا تو فرمایا

أَقَطَّعَ لِسَانَهُ أَقَطَّعَ يَدَهُ وَرَجَلَهُ أَضْرِبَ عُنُقَهُ ثُمَّ قَالَ لَا قُلْ لِي شَيْءٌ مَا بَقِيَتْ وَعَزَلَهُ عَنِ الدِّيَّوَانِ (زرقاتی مذکور ج 1 ص 186 طبع مصر) یعنی میرا دل چاہتا ہے کہ اس کی زبان کاٹ دوں اور اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ دوں اور اس کی گردن اڑا دوں۔ پھر فرمایا کہ اب مجھ سے کبھی بھی ہم کلام نہ ہونا اور اسے حکومت سے معزول کر دیا۔

ملا علی قاری صاحب کو امام جلال الدین کا والدین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو جنتی قرار دینے کا کرب و الم اور شبیر احمد عثمانی کی اس معاملہ میں تاکید ادب۔ اب بھی اگر تمام مسائل میں ملا علی قاری کی امامت دیوبندیوں کی مجبوری ہے تو کسی کی مجبوری بدعت گری میں مداخلت کا ہمیں کوئی

حق حاصل نہیں البتہ اب ہم اسی ترک کے سنت ہونے کے سلسلہ میں اسی مولوی عبدالرشید صاحب نے حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی "اشعۃ اللمعات" شرح مشکوٰۃ سے جو عبارت پیش کی ہے اسے دیکھتے ہیں۔ کہ عبارت کا مطلب کیا ہے اور مولوی صاحب مذکور نے اس سے غلط مطلب نکالنے کے لئے اس کے ترجمہ میں کیا ڈنڈی ماری ہے۔ شیخ صاحب لکھتے ہیں:

اتباع وحی باید کرد کہ بیا امرے محمود کہ در حدیث ذات فضیلت وارو اما در خصوص مقامے وارو نہ شدہ و درست نیامدہ فالز باد فی مثله نقصان فی الحقیقۃ کما یزداد فی الاخان محمد رسول اللہ بعد التہلیل (رسالہ مذکورہ ص 46 بحوالہ اشعۃ اللمعات) کہ وحی کی اتباع کرنی چاہئے کیونکہ بہت سے امور فی کف محمود ہوتے ہیں اور فضیلت رکھتے ہیں مگر چونکہ اس مقام میں ان کا ثبوت نہیں ہوتا وہ درست نہیں ہوتے۔ پس زیادتی ایسی چیز میں حقیقت میں نقصان ہے۔ جیسے اذان کے آخر میں لا الہ الا اللہ کے بعد محمد رسول اللہ کہنا موجب نقصان ہے (ترجمہ در رسالہ مذکورہ ص 46)

مترجم مذکور نے شیخ صاحب کے الفاظ "و درست نیامدہ" کا ترجمہ "وہ درست نہیں ہوتے" بنا کر اپنے بڑے بڑے استاد محلوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ "و درست نیامدہ" سے و کو شیر مادر سمجھ کر ڈکار گئے۔ پھر نیامدہ جس کا معنی ہے نہیں آیا واحد سے جمع کر کے "نہیں آیا" کو "نہیں ہوتے" کیا اور اس عادت ثانیہ سے ہاتھ دکھا کر اپنی دھوکہ منڈی کی کیشن انتہائی سے اصل مال ہی فین کر گئے۔ اور کرتے بھی کیوں نہ؟ آخر اپنے اکابر کی گستاخانہ تعلیمات اور تبلیغی چلوں میں حضرات اہل اللہ پر بدعتی ہونے کے فتوؤں کی دھتکار اور پھر حضرت شیخ کی عبارت کا ترجمہ و منہوم لگاؤنے پر شیخ کی روح مقدس کی بے قراری کی مار پڑنا تھی کہ بروقت چھاپہ پڑنے پر عین موقع واردات پر دھر لئے گئے۔ حضرت شیخ نے "وارد نہ شدہ" کے بعد واو عاطفہ لاکر "و درست نیامدہ" لکھا کہ عدم ورود وحی کے علاوہ جو کام درست نہ آیا ہو وہ بدعت سیئہ ہوتا ہے یا اگر اس کی درستی ورود وحی کے علاوہ بواسطہ الادلۃ الشرعیہ ترغیب خصوصی یا عمومی قیاس، استحسان وغیرہ سے مستحق ہو تو وہ بدعت سیئہ نہیں بلکہ مستحب یا بدعت حسنہ ہوگا۔ خود شیخ صاحب لکھتے ہیں:

آنچه موافق اصول و قواعد سنت روا است و قیاس کردہ شدہ است برکن از بدعت حسن گویند (اشعۃ اللمعات ج 1 ص 125) جو کہ اصول و قواعد سنت کے موافق درست ہو اور اس پر قیاس سے ثابت ہو اسے بدعت حسنہ کہتے ہیں۔

ایسا ہی خود دیوبندی پیشوا تھانوی صاحب بھی لکھ رہے ہیں:

و هذا التلقی عام کان بلا واسطۃ او بواسطۃ الادلۃ الشرعیۃ کما هو معلوم من

الفوائد الخ (بوادر النوار ص 778)

اسی طرح و کل احسان لم یکن فی الصدر الاول کے بدعت مندوب ہونے کا تھانوی اقرار اس کی بوادر النوار کے صفحہ 777 سے پہلے گزر چکا ہے

ان کے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ کے ساتھ صرف محمد رسول اللہ پڑھنے سے یہ کلمہ طیبہ کی صورت ہوتی ہے اور اذان کے آخری الفاظ میں کی نمودار ہوتی ہے اس لئے شیخ منع فرما رہے ہیں ورنہ اذان کے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ پڑھ کر پھر مکمل کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھنے کا تو شیخ صاحب خود کہہ رہے ہیں۔ دیکھو اشعۃ اللمعات ج 1 ص 312 اور باوجود عدم ورود وحی دریں مقام خاص حضرت شیخ اس سے منع نہیں کر رہے ہیں۔ پھر خود حدیث شریف میں کلمہ اذان لا الہ الا اللہ کے بعد ورود و دعائے وسیلہ ثابت ہے۔ حوالہ صحیح مسلم شریف سے لار چکا ہے۔

مولوی عبدالرشید صاحب ارشد کا شیخ صاحب کے اس قول سے غلط مطلب نکال کر دعا بعد نماز کا بدعت سیئہ قرار دینا قطعاً قیاس فاسد و کسب کاسد ہے۔ دعا بعد نماز جنازہ تو عموم ترغیب وحی و سنت مستحب سے ثابت ہے۔ صریح احادیث نبویہ کے حوالے آگے بحث "دعا بعد نماز جنازہ" میں آ رہے ہیں۔ شیخ صاحب کے کلام میں وارد نہ شدہ معطوف علیہ اور درست نیامدہ معطوف ہے۔ معطوف و معطوف علیہ کی مفارقت سب کو معلوم ہے۔ ارشد صاحب معطوف کا معطوف علیہ پر حمل کر کے درست نیامدہ کو قضیہ تملیہ کا محمول بنا رہے ہیں اور معطوف کو جو کہ محکوم ہونے میں معطوف علیہ کے مساوی ہوتا ہے حکم بنا کر وجہ و فریب کی عادت پوری کی جارہی ہے۔ نہ کہ شیخ نہ خوف خدا۔ بہر حال اس کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

آپ صلوٰۃ و سلام قبل اذان کے موضوع پر محرر سطور کی ایک گفتگو بھی سن لیجئے جو ایک مولوی صاحب سے ریل گاڑی میں ہوئی وہ مولوی صاحب چونکہ مرکز مٹی میں مل چکے ہیں ان لئے ان کا نام بہر فرجام لینے کی ضرورت نہیں۔ گفتگوی ہوئی:

مولوی | آپ صلوٰۃ و سلام اذان سے پہلے کیوں پڑھتے ہیں؟ پہلے زمانہ میں نہیں پڑھا جاتا تھا ہم مہر علی | یہ مستحب ہے۔ جو کام مستحب ہو وہ زمانہ کا محتاج نہیں ہوتا۔ جب کوئی کسے کار

مستحب کیا ہوتا ہے۔ اور اس کے مستحب ہونے کی دلیل کیا ہے؟

مہر علی | جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم خود فرمائیں یا امر فرمائیں وہ سنت ہوتا ہے اور جو ہم آپ خود نہ بھی فرمائیں مگر اس کام کی امت کو ترغیب فرمائیں اور فضیلت بیان فرمائیں تو وہ

کام مستحب ہوتا ہے۔ ترغیب و فضیلت بھی خصوصی ہوتی ہے، کبھی عمومی۔ یہ صلوٰۃ و سلام قبل اذان آپ کی عمومی ترغیب سے مستحب ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا عام ترغیبی ارشاد یہ ہے

كُلُّ أَمْرٍ ذِي بَالٍ لَا يَبْدَأُهُ فِيهِ بِحَمْدِ اللَّهِ وَالصَّلَاةِ عَلَيْهِ فَهُوَ أَقْطَعُ مَمْحُوقٍ مِمَّنْ كَلَّ بَرَكَهٖ (جامع صغیر امام سیوطی ج ۲ ص ۵۲)

حضرت ابو ہریرہ سے مروی روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر اہم کام جس کی ابتدا میں حمد الہی اور مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ کام ناقص اور ہر برکت سے محروم ہوگا۔ چونکہ اذان بھی بہت بڑا اہم و نیک کام ہے اس لئے اس سے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کی حمد اور صلوٰۃ و سلام پڑھنا برکت اور مستحب و محبوب ہے۔

دہائی مولوی | عام دلیل سے خاص دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ حدیث میں ”ہر نیک کام“ عام ہے۔ خاص اذان کا نام نہیں تاکہ اس سے پہلے بھی صلوٰۃ و سلام مستحب ثابت ہو۔

غلام مرعلی | اگر آپ نہیں مانتے تو اذان سے پہلے صلوٰۃ و سلام کا بدعت ہونا ثابت کیجئے۔ دہائی مولوی | حدیث میں ہے کل محدث بدعة و کل بدعة ضلالة ہر نیا کام بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

غلام مرعلی | آپ نے ابھی کہا ہے کہ عام دلیل سے خاص دعویٰ ثابت نہیں ہو سکتا۔ اس حدیث میں بھی ”ہر نیا کام“ عام ہے۔ خاص صلوٰۃ و سلام کا نام نہیں تاکہ صلوٰۃ و سلام بدعت ثابت ہو۔ اور تحقیقی جواب یہ کہ آپ نے جو حدیث کل محدث بدعة پڑھی ہے یہ دوسری حدیث ومن ابدع بدعة ضلالة میں بدعت کی صفت ضلالة سے، بری بدعت سے خاص ہو چکی ہے۔ لہذا نیک بدعت بری نہیں۔ مگر میری پیش کردہ حدیث کل امر ذی بال کسی دوسری حدیث سے خاص نہیں ہوئی۔ لہذا اذان بھی کل امر ذی بال کے عموم میں داخل ہونے کی وجہ سے اس سے پہلے صلوٰۃ و سلام پڑھنا ہمیشہ مستحب ہے۔

میری اتنی بات ہوئی تھی کہ دہائی صاحب جلدی سے لیٹرن میں گھس گئے اور اس وقت باہر نکلے جب گاڑی اگلے سٹیشن پر کھڑی ہوئی۔ جلدی سے اترے اور دوسرے ڈبے میں چلے گئے اور ان کا بدعت بدعت کا مارا شمار ٹھنڈا ہو گیا۔

مستحب کے اذکار شریعت سے ہونے۔ اس کی تعریف۔ صلوٰۃ و سلام قبل اذان کے مستحب ہونے کے دلائل۔ وہابیوں و دیوبندیوں کے اس پر اعتراضات۔ بدعت اور اس کی اقسام۔ خواہ دیوبندیوں کی بدعات وغیرہ ضروری امور پر حسب ضرورت مختصر سی اس گفتگو کے بعد اب اہم وہ

بعد نماز جنازہ پر بھی حسب وعدہ کچھ گفتگو کرتے ہیں اور اس مسئلہ پر دیوبندیوں سے اپنے دو ماقروں کے نتائج کا منظر بھی آپ کو دکھاتے ہیں۔

وصل دوم در بیان استحباب دعا بعد نماز جنازہ

دعا بعد سلام نماز جنازہ سنت بھی ہے اور مستحب بھی۔ کیونکہ فقہانے سنت و مستحب کی یہ تعریف کی ہے:

سنت راجحہ مؤکدہ | حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل جو عبادات سے ہو اور آپ نے اسے ہمیشہ کیا صرف کبھی چھوڑا وہ سنت مؤکدہ و سنت راجحہ کہلاتا ہے۔

سنت زائدہ غیر مؤکدہ | آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل جو عادات سے ہو اور آپ نے اسے ہمیشہ کیا صرف کبھی چھوڑا وہ سنت غیر مؤکدہ و سنت زائدہ کہلاتا ہے۔

سنت مستحبہ | آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فعل جو ہمیشہ نہ کیا یا صرف اس کی امت کو واجب فرمائی اور خود کبھی بھی نہ کیا یہ دونوں قسمیں مستحب بھی اور سنت بعد سنت زائدہ بھی کہلاتی ہیں۔ بوجہ فعل و وقت و ترغیبی ارشاد سنت و بوجہ محض ترغیب مستحب کہا جاتا ہے۔

اس کے متعلق فقہاء کی عبارات پڑھ لیجئے۔ ہی الطریقة المسلوک فی الدین وغیرہ الفاظ قدرے مختلف بھی ہیں۔ مختصراً یہ دیکھ لیجئے۔

والسنة ما واطب عليها عليه الصلاة والسلام مع تركها احياناً (شرح فقہیہ ملا علی قاری طبع دیوبند ص ۵)

وہی نوعان سنة ہدی و يقال لها السنة المؤكدة كالافان والاقامة (الشی قولہ) وسنن الزوائد كالافان المنفرد والسواك الخ (جامع الرموز ج ۱ ص ۱۳ طبع نو کثور کھنور)

والسنة الزوائد و تركها لا يوجب ذالك كسير النبي عليه الصلاة والسلام في لباسه و قيامه و قعوده (رد المحتار ج ۱ ص ۷۲)

و منه مندوب ثياب فاعله ولا يسئ تاركه قيل وهو دون سنن الزوائد۔ (رد المحتار ج ۱ ص ۷۲)

(و مستحبہ) وهو ما فعله النبي صلى الله عليه وسلم و تركه اخرى وما أحبه السلف (در مختار مع رد المحتار ج ۱ ص ۸۷)

وقد يطلق عليه (ای المندوب و المستحب) اسم السنة (رد المحتار ج ۱ ص ۸۷) ان عبارات کا خلاصہ یہ ہے کہ مستحب کو سنت بھی کہہ دیتے ہیں اور یہ سنت سنت

راجہ و سنت زائد کے بعد تیسرے مرتبہ کی سنت بھی ہے۔ ہم ابتدا میں بھی سنت و مستحب کے بیان میں بحوالہ "التحریر" ابن ہمام لکھ آئے ہیں کہ سنت کی عام تعریف اور اس سنت مستحب کے درمیان اطلاق تیز کے لئے اسے مستحب کہنا ہی اوضح و السبب ہے اس لئے ہم اسے مستحب ہی کہیں گے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا فرمائی بھی ہے اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی خصوصی اور عمومی ترغیب بھی فرمائی ہے اس لئے یقیناً یہ مستحب ہے۔ اور کسی مستحب امر کو بدعت نہ کیا حرام و گناہ کہنا سراسر جہالت و غفلت ہے۔ ہم اس کے متعلق احادیث و روایات سے دلائل پیش کرتے ہیں مگر پہلے قرآن مجید کی آیات سے بحیثیت عموم ثبوت واقوال مفسرین و اقتضائے اصول چند دلائل سن لیجئے :

دلائل از قرآن مجید

مسلمان جتنی بھی دعائیں مانگ رہے ہیں قرآن مجید میں دعا کی مطلق اور عام فضیلت کے تحت ہی مانگ رہے ہیں جو کل اوقات کو شامل ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کسی عام و کلی و مطلق ارشاد کو دنیا کا کوئی محدث یا قید یا عالم خاص نہیں کر سکتا۔ اصول کی مستند کتاب "اصول الشافعی" میں صاف لکھا ہے کہ الْمُطْلَقُ يَجْزِي عَلَى إِطْلَاقِهِ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے عام ارشاد پر عمل بھی عام ہی رہے گا۔ اور کلی کا خارج میں وجود اپنے افراد میں ہی ظاہر ہوتا ہے۔ تو یہ کہنا کہ باقی سارے اوقات میں تو دعا مانگی جاسکتی ہے مگر نماز جنازہ کے بعد کا وقت اس سے مستثنیٰ ہے اور افراد اوقات میں سے یہ فرد خارج ہے۔ یہ عموم ارشاد ربانی کو خاص کرنا ہے جو کہ سراسر باطل و جہالت ہے۔ ارشاد ربانی ہے۔

دلیل نمبر 1 | وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِي عَنِّي فَإِنِّي قَرِيبٌ أُجِيبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي وَلْيُؤْمِنُوا بِي لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُونَ (پارہ 2)

اے نبی آپ سے میرے بندے میرے بارے میں دریافت کریں تو میں قریب ہوں۔ دعا کرنے والا جب بھی مجھ سے دعا کرے تو میں اس کی دعا قبول کرتا ہوں۔ تو چاہئے کہ میرا حکم مانیں اور ایمان لائیں تاکہ ہدایت پائیں۔

اس آیت کریمہ کے شان نزول میں ابن جریر عطا سے کہتے ہیں انہ بلغہ لما نزلت و قال ربکم ادعونی استجب لکم قال الناس لو نعلم ائی ساعۃ ندعوا فأنزلت و اذا سئلک عبادی عنی (الآیت) (تفسیر ابن کثیر ج 1 ص 218 طبع مصر) یعنی انہیں یہ روایت پہنچی ہے کہ جب ارشاد الہی ادعونی استجب لکم مجھ سے دعا کرو میں قبول

کرتا ہوں، اترا تو صحابہ کرام کو شوق ہوا کہ کاش ہمیں پتہ چل جاتا کہ دعا کس وقت کرنی چاہئے۔ تو یہ آیت نازل ہوئی۔ جس میں یہ ارشاد ہوا کہ میں ہر وقت قریب ہوں جس وقت بھی چاہو دعا مانگو کوئی جس وقت بھی کوئی دعا کرے میں دعا قبول کرتا ہوں۔ یعنی دعا کسی وقت بھی منع نہیں۔ عموم وقت مطلوب و مقبول ہے کیونکہ حرف اذا یہاں عموم وقت کے لئے ہے۔

مسئلہ دعا بعد نماز جنازہ کی بحث میں اسی حرف اذا کو عموم وقت کے لئے

نہ ماننے پر ایک دیوبندی مولوی کی کامیاب فتنیت

ایک دیوبندی مولوی سے گفتگو کے دوران میں نے دعا بعد نماز جنازہ کے جواز کے ثبوت میں مذکورہ آیت کریمہ میں واقع حرف اذا کے عموم وقت کے لئے ہونے سے استدلال کر کے کہا کہ قرینہ شان نزول آیت اور اصول کے لحاظ سے تقاضائے عموم اذا سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد کا وقت بھی اسی جواز میں شامل ہے۔ لہذا اس وقت بھی دعا مطلوب و مشروع ہے۔

دیوبندی مولوی | آیت کا مطلب ہے کہ جب دعا کرو گے میں قبول کروں گا۔ یہ مطلب نہیں کہ جب چاہو دعا کرلو اور اذا کے متعلق میں آپ کی بات تسلیم نہیں کرتا کہ یہ یہاں عموم وقت کے لئے ہے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ مہر علی | باوجود علم کے مسلک کو بچانے کے لئے بات کو الجھانا اور تمام اصول و ضوابط کو نظر انداز کر دینا یہ آپ کی عادت ہے۔ دعا پہلے اور اجابت بعد۔ دعا مانگنا بندے کا کام، قبول کرنا اللہ تعالیٰ کی مرضی۔ بندہ امید اجابت پر اپنے اختیار میں فعل باعث اجابت کا طریقہ، وقت و کیفیت دریافت کر کے اس پر کار بند تو ہو سکتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اجابت کی تمام شرائط پر حاوی ہو یا اللہ تعالیٰ کو پابند شرائط کر سکے۔ نہ یہ بندہ کے اختیار میں ہے اور نہ اسے مکمل طور پر یہ معلوم ہو سکتی ہیں اور نہ ہی دریافت کی ضرورت ہے۔ اسی لئے صحابہ کرام نے بھی ائی ساعۃ ندعوا دریافت کیا تھا کہ کس وقت دعا ہو سکتی ہے؟ یہ نہیں کہا کہ قبول کس وقت ہوتی ہے۔ جس پر ارشاد ہوا کہ دعا ہر وقت ہو سکتی ہے کسی وقت بھی ممنوع نہیں اور ائی ساعۃ اس پر شاہد ہے۔ اصول کی مستند کتاب نور الانوار میں ہے کہ اذا کبھی شرط کے لئے آتا ہے کبھی وقت کے لئے اور احیب دعوة الداع اذا دعان میں شرط و جزا نہیں لہذا یہاں وقت کے لئے متعین ہے۔ اور مولانا محمد عبدالحکیم عثمی نور الانوار نے اذا کے وقت کے لئے ہونے کی صورت میں تصریح کی ہے۔

فَعَلِمَ أَنْ إِذَا لَعَمْرُومُ وَقْتُ - معلوم ہو گیا کہ اذا یہاں عموم وقت کے لئے ہے -
(نور الانوار حاشیہ ص 140 طبع کراچی)

اور آیت کریمہ میں اذا سے استفادہ عموم وقت یعنی ہر وقت دعا مانگنا درست ہے کی صریح تائید اس حدیث نبوی سے ہو رہی ہے -

حدیث کی رو سے ہر وقت دعا مانگنا مشروع ہے کسی وقت بھی ممنوع نہیں | امام ابن حبان نے اپنی "صحیح" میں اور امام ابو نعیم نے "حلیۃ الاولیاء" میں دیگر محدثین نے حضرت انس سے روایت کی ہے کہ حضور علیہ السلام نے ارشاد فرمایا:

اطلبوا الخیر دھر کم کلہ (الحديث) (جامع صغیر امام سیوطی ج 1 ص 44 طبع مصر) تم اپنے سب اوقات میں اچھائی کی طلب کرو -

ناظرین! دیکھ لیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد پاک نے نماز جنازہ کے بعد دعا سے منع کرنے والوں کے سارے دہل و فریب کی جڑ ہی نکال دی کہ دعا فلاں وقت منع ہے - میں نے آیت کے شان نزول اور حرف اذا کے عموم اور آخر میں خود زبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت کر دیا ہے کہ قرآن مجید میں دعا مانگنے کا ارشاد مطلق ہے کیونکہ اذا عام ہے - دعا صبح مانگے، شام مانگے، کسی بھی نماز سے پہلے مانگے یا بعد مانگے قرآن مجید میں ہر وقت کو شامل عام کو سوائے قرآن مجید کی نص یا حدیث مشہور و متواتر کے اپنی طرف سے تو کیا خبر واحد یا قیاس سے بھی خاص نہیں کیا جاسکتا -

فلا يجوز تخصيصه بخبر الواحد والقياس (اصول الشافعی) قرآن مجید کے مطلق کو حدیث خبر واحد و قیاس سے بھی خاص نہیں کیا جاسکتا - میں نے قوانین و ضوابط سے ثابت کر دیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد متصل ہو یا علیحدہ ہر وقت دعا کے لئے محل ہے - آپ کے پاس اس وقت کے جواز دعا سے اخراج کے لئے قرآن مجید یا حدیث متواتر سے کوئی دلیل ہے تو پیش کیجئے ورنہ مداخلت فی عموم القرآن کرنے کا آپ کو کوئی حق حاصل نہیں - میری اس گفتگو پر دیوبندی مناظر کی حالت زار یہ تھی -

شہید کے ہوا مانند دیدہ

دلیل نمبر 2 | وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُولُونَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِأَخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ (الآیت) (پارہ 28 سورہ حشر) اور وہ جو ان کے بعد آئے، کہتے ہیں - اے ہمارے رب ہمیں بھی بخش دے اور جو ہم سے پہلے ایمان لائے تھے انہیں بھی بخش دے -

مولوی اشرف علی تھانوی نے اس آیت کے مسائل "السلوک" میں لکھا ہے - "اور صوفیوں کی تو

وقت لازمہ ہے اپنے سلف کے لئے دعا اور ایصالِ ثواب کرنے کی" (یعنی عرس کرتے یا ختم کرتے ہیں) (بیان القرآن ج 11 ص 124 طبع تھانہ بھون) تھانوی صاحب سبقونا بالایمان کی اصل لفظ سلف سے کر رہے ہیں اور سلف کا معنی ہے "پہلے گزر گیا" (منجد) جس سے واضح ہے کہ دیوبندیوں کے اس پیشوا کے نزدیک سبقونا بالایمان سے مراد ہم سے پہلے فوت شدگان ہیں - کیونکہ لفظ سلف و ایصالِ ثواب فوت شدگان کے لئے ہی معمول بہ ہے - اور مشہور مفسر شیخ ابو اسادی اپنی تفسیر حاشیہ تفسیر جلالین میں لکھتے ہیں کہ یہ دعائے مغفرت اپنے لئے اپنے زمانہ سے پہلے الی عصر النبی علیہ الصلاۃ والسلام سب کے لئے کرنی چاہئے (تفسیر جلدی ج 4 ص 164 طبع مصر)

میں اس میت پر نماز جنازہ پڑھتے ہیں وہ بھی ہم سے پہلے فوت ہو کر سابق و سلف ہے - اور آیت کریمہ میں سلف کے لئے دعا کا وقت مقرر نہیں بلکہ یقولون طاق و ہر وقت کہ حالاً و مستقبلاً اہل ہے - لہذا بعد نماز جنازہ کے وقت میں دعا ممنوع قرار دے کر اپنی خانہ ساز شریعت بنانا لغت و ضلالت کے سوا کچھ بھی نہیں - باقی رہا یہ کہ ثابت نہیں و سنت نہیں لہذا بدعت سیئہ منکرین کے ان سارے خرافات کی پوری صحیح کنی ان کے ہی محدث کشمیری صاحب کے الفاظ سنیں: **نمبر 3** | وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ خَالِدِينَ فِيهَا (پارہ 24 سورہ مؤمن) اور فرمایا تمہارے رب نے کہ مجھ سے دعا کرو میں قبول کروں گا - بے شک جو لوگ مجھ سے دعا مانگنے سے اکرڑتے ہیں - عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے -

امام سید آلوسی بغدادی یستکبرون عن عبادتی کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ دُعَائِي (روح المعانی ج 14 ص 81) یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت سے اکرڑنے کا مطلب ہے - اس سے دعا کرنے سے اکرڑنا کیونکہ دعا مع العبادۃ ہے (دعا عبارت کا مغز ہے)

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے دعا مانگنے کا بغیر کسی تخصیص وقت کے ارشاد فرمایا تو دعا مطلقاً ہر وقت مطلوب ہے - نماز جنازہ کے بعد کے وقت کو اس سے خارج کرنا بغیر کسی نص قطعی یا حدیث متواتر و مشہور کے ممکن نہیں تو جو لوگ دعا بعد نماز جنازہ سے اکرڑتے ہیں وہ جہنمی ہیں - لہذا یہ بہانہ کہ یہ بدعت سیئہ ہے کیونکہ ثابت نہیں و سنت نہیں - ان کے اس دروغ بے فروغ اور بچھلے صفحات میں خود ان کے محمد انور شاہ کشمیری کی "فیض الباری" میں بحوالہ عبدالحی

صاحب لفظ عدم ثبوت لا يدل على كراهة الصلاة في واضح موجد ہے دیکھیے فی الباری ج 2 ص 160
دلیل نمبر 4 | فاذا فرغت فانصب والی ربک فارغب (پارہ 30 سورہ الم نشرح) جب کسی نماز سے فارغ ہو تو دعا میں محنت کر اور اپنے رب کی طرف متوجہ ہو۔

امام المفسرین سید آلوسی بغدادی حضرت قتادہ و شحاک و عبد اللہ بن عباس سے اس کی تفسیروں لکھتے ہیں:

لذا فرغت من الصلاة فانصب في الدعاء (روح المعاني ج 30 ص 172 طبع مصر)

نصب - تعب - اعياء - في الامر - جد - واجتهاد (منجد) یعنی نصب کا معنی ہے تھک - پوری جدوجہد سے کام کیا - تو آیت کریمہ کا معنی یہ ہوا کہ تو جب نماز سے فارغ ہو کر ربی کو شش سے دعا کر۔

نصب صیغہ امر ہے اور اس پر دخول حرف فاعل اور تعقیب کے لئے ہے۔ نور الانوار میں ہے والفا للوصل والتعقيب (نور الانوار ص 119) یعنی کسی لفظ پر فاس لئے لگائی جاتی ہے تاکہ معلوم ہو کہ جس فعل پر فاس آئی ہے وہ فعل اپنے سے پہلے فعل کے متعلقہ بعد کرنا چاہئے۔ انصب پر فال لگا کر فانصب اس لئے فرمایا گیا کہ اس سے پہلے فعل فرغت یعنی نماز سے فراغت کے بعد متعلقہ دعا کرنی چاہئے۔

جب مطلقاً ہر نماز کے بعد دعا کرنے کا ارشاد رہا ہے اور نماز جنازہ بھی نماز ہے۔ تو مفسرین کا مستحب کو احکام شرع سے نظر انداز کر کے "سنت نہیں تو بدعت پتہ ہے" کا چکر تلفظ بدعت صلوٰۃ کی بحث میں ان کے تھانوی صاحب کی یاد انوار ص 778 میں درج اس کے قول جواز جمع سنت حقیقیہ و بدعت صوریہ سے اپنے انجام کو پہنچ چکا ہے۔ فانصب صیغہ امر ہے۔ امر و جوب کے لئے اور کبھی استجاب و اباحت کے لئے آتا ہے۔

وانا ريدت به الاباحة والندب فقليل انه حقيقة لانه بعضه وقيل لا لانه جاوز اصله
 الخ (متن نور الانوار ص 29)

قرآن مجید میں امر و جوب کے لئے اور استجاب و اباحت کے لئے بھی آیا ہے۔ فانصب میں استجاب کے لئے ہے اور اس سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کوئی بھی فرض ہو فرض عین ہو جیسے نماز فرض پنجگانہ یا فرض کفایہ جیسے نماز جنازہ یا نفل و سنت ہو ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے۔ تفاسیر میں نماز مکتوبہ اور مطلق نماز دونوں مذکور ہیں۔ قرآن میں تضاد نہیں بلکہ سب قول درست ہیں۔ دیکھو تفسیر (القحان)

تفسیر مظہری میں حضرت ابن عباس کا قول ہے او مطلق الصلاة یعنی ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے لہذا فانصب عام ہے (مظہری ص 284)

دلیل نمبر 5 | انه كان فريق من عبادي يقولون ربنا انا فاغفر لنا وارحمنا وانت خير الراحمين فاتخذتموهم سخرى حتى اتسواكم ذكري وكنتم منهم تضحكون (پارہ 18 سورہ مومنون) بے شک میرے بندوں کا ایک فریق دعا کیا کرتا تھا کہ اے ہمارے رب ہم ایمان لے آئے۔ پس تو ہمیں بخش دے اور ہم پر رحمت فرما اور تو سب سے زیادہ رحمت فرماتے والا ہے۔ (تو اے کافرو) تم (دعا مانگنے پر) ان سے ٹھٹھا کرتے تھے یہاں تک کہ اس نے تمہیں میری یاد سے غافل کر دیا۔ اور تم ان سے ہنسی کرتے رہتے تھے۔

آیت کریمہ میں دعا مانگنے کی فضیلت ہے مگر کوئی وقت مقرر نہیں بتایا گیا اور دعا کسی وقت میں ہی ہوگی اور کوئی وقت ممنوع نہیں ہوا۔ مسلمان نماز جنازہ کے بعد بخشش کیلئے دعا کرتے ہیں تو دیوبندیوں و باپوں کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ ہاتھ پیچھے پاندھ لیتے ہیں اور مذکور دعا پر ٹھٹھا کرنے والوں کی طرح ہنستے ہیں۔ کوئی کتا ہے کہ اس وقت دعا کہاں ثابت ہے۔ کوئی کتا ہے سنت نہیں۔ کوئی کتا ہے یہ کھنڈ ہے۔ اس کی سزا اس آیت سے پہلے "انحسبوا وھتکاربے رہو" سے قرآن مجید میں مذکور ہے۔ باقی رہا ان کا پرانا سبق کہ "ثابت نہیں۔ لہذا بدعت ہے اور حرام ہے"۔ تو خود در۔ دیوبند کے مرکزی مفتی کا فتویٰ پڑھ لیجئے۔

کبھی شخص نے مدرسہ دیوبند کے مفتی سے دریافت کیا کہ نماز عید کے خطبہ ختم ہو جانے کے بعد دعا مانگی جاتی ہے کیا یہ ثابت ہے یا نہیں؟ اگر ثابت نہیں تو خود دیوبندی کیوں مانگتے ہیں؟ ثابت نہیں تو بدعت ہوئی وغیرہ وغیرہ۔

اس کا جو جواب دیوبند کے مفتی صاحب نے دیا ہے وہ خود پڑھ لیجئے۔

خطبہ کے بعد دعا مانگنے کا استحباب کسی روایت سے ثابت نہیں اور عیدین کی نماز کے بعد دعا کرنے کا استحباب انہی حدیثوں اور روایات سے ثابت ہوتا ہے جن میں عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنا ثابت و وارد ہے۔ الخ (فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج 5 ص 225)

یہ لیا آپ نے "ثابت نہیں" اور "ثابت و وارد ہے" عید کے دن تو چونکہ مولوی صاحب کو بیت کا فائدہ ہوتا ہے لہذا ثابت نہیں اور ثابت ہے مگر نماز جنازہ کے بعد مولوی صاحب کا نہیں صرف میت کا فائدہ ہے۔ لہذا یہاں صرف "ثابت نہیں" ثابت نہیں "ثابت نہیں"۔ عیدین کی نمازوں کے بعد تو خاص عیدین کے نام سے دعا کے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ مگر نماز جنازہ کے بعد ضرورت ہے۔ عیدین کے بعد تو دعا عموماً نمازوں کے بعد دعا مانگنے سے ثابت ہوگی۔ مگر نماز جنازہ کے بعد نہیں۔ یہ ہے جس کی لاشی اس کی بھیجیں۔

خدا کرے انہیں سمجھائے کوئی

دلیل نمبر 6 | فاعلم انه لا اله الا الله واستغفر لذنبيك وللمؤمنين والمؤمنات (پارہ

28 رکوع 6 سورہ محمد) پس مشاہدہ کرتے رہنے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے متبعین اور سب مومن مردوں اور مومنات عورتوں کے لئے بخشش مانگتے رہنے۔

مومنوں کے لئے بلا قید وقت بخشش کی دعا مانگنا مثبت خداوندی اور سنت نبویہ ہے۔ اس عبادت غیر موقوفہ کو ایجاباً کہ صرف اسی وقت دعا ہو سکتی ہے یا سبباً کہ نماز جنازہ کے بعد والے وقت میں دعا نہیں ہو سکتی موقوفہ بنانا یہ مداخلت فی الدین ہے۔ کسی مولوی کو قطعاً حق حاصل نہیں کہ خانہ ساز شریعت ایجاد کرے اور مداخلت فی الدین کرے۔

دلیل نمبر 7 | واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم بالغلو والعشى يريدون وجهه (التي قوله تعالى) ولا تطع من اغفلنا قلبه عن ذكرنا واتبع هواه وكان امره فرطاً۔ (پارہ 15 سورہ کہف) اور اپنی جان ان سے مانوس رکھو جو صبح و شام اپنے رب کو پکارتے ہیں (دعا نہیں کرتے ہیں) اس کی رضا چاہتے ہیں (الٹی) اور اس کا کمانہ مانو جس کا دل ہم نے یاد سے غافل کر دیا ہے اور وہ اپنی خواہش کے پیچھے چلا اور اس کا کام حد سے گزر گیا۔

تفسیر روح المعانی میں ہے کہ صبح و شام سے مراد ہر وقت دعا کرنا ہے۔ و شاع مثل هذه العبارة للمؤمن (روح المعانی ج 15 ص 261)

دیکھئے جو لوگ ہر وقت دعا مانگتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان پر خاص نظر کرم رکھنے کا ارشاد ہو رہا ہے۔ اگر نماز جنازہ کے بعد کا وقت دعا کے لئے ممنوع ہوتا تو اسے خارج کر دیا جاتا۔ بلکہ فرمایا جا رہا ہے کہ جو لوگ ذکر سے غافل ہیں ان کی بات ہی نامانوس۔ منکرین دعا بعد نماز جنازہ تو ذکر سے صرف غافل ہی نہیں بلکہ مانع ذکر ہیں۔ جو امور فی نفسہ عبادت ہیں جیسے دعا و ذکر و تلاوت قرآن اور صلوة و سلام وغیرہ۔ ان کے بارے میں یہ ثبوت مانگنا کہ کس وقت سنت ہیں ورنہ یہ سنت ہیں۔ یہ سراسر جہالت و شقاوت ہے۔ اگر وقت مسنونہ ہو تو نور علی نور ورنہ ہر وقت سب و نور ہیں۔ واللہ یهدی لشور من یشاء۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہتا ہے نور کے راستہ پر لگا دیتا ہے۔

دلیل نمبر 8 | ربنا اغفر لی ولوالدی وللمؤمنین یوم یقوم الحساب (پارہ 13 سورہ ابراہیم) اے ہمارے رب مجھے اور میرے ماں باپ اور سب ایمان والوں کو قیامت کے دن بخش دے۔

حضرت نوح علیہ السلام نے بلا قید وقت بار بار دعائیں کی ہیں۔ آپ نے اس آیت میں سب مومنوں کے لئے بھی بخشش کی دعا کی ہے۔ مسلمان بھی انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت پر عمل کر کے نماز جنازہ کے بعد میت کی بخشش کے لئے دعا کرتے ہیں۔ کس وقت دعا کرے اور باقی اوقات میں دعا نہ کرے۔ نہ یہ کسی حدیث یا فقہ کی کتاب میں ہے اور نہ ہی مطلق اور غیر موقوفہ

افعال خیر میں ان کی ادائیگی کے لئے وقت مسنونہ کی پابندی کا کوئی مسئلہ شریعیہ ہے۔ صرف نجسیت و غارحیت کی یہ ایک خود ساختہ شریعت ہے جس طرح تلاوت قرآن مجید ذکر الہی، درود شریف اور صدقہ خیرات کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس وقت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یا صحابہ کرام نے قرآن مجید پڑھا یا ذکر الہی کیا بس اسی موقع پر ہی قرآن مجید پڑھا جائے اور اس کے علاوہ جہاں قرآن مجید نہیں پڑھا اس وقت اس کی تلاوت بدعت پیچیدہ ہو اور جب آپ نے دعا مانگی ہو اسی موقع پر دعا مانگی جائے دوسرے وقت بدعت پیچیدہ ہو قطعاً غلط ہے۔ دعا منہ العبادۃ ہے۔ یعنی عبادت کا مغز ہے۔ (حدیث) اور دیوبندی مسلک کے الشیخ الانور کا یہ قول ہم لکھ آئے ہیں کہ کوئی ایسی نیکی ذکر وغیرہ اگر کسی غیر مسنون وقت میں بھی کی جارہی ہو تو اس سے منع نہیں کیا جاسکتا۔ کشمیری صاحب فَقَدْ خَالَفَ السُّنَّةَ کہہ کر سنت کی مخالفت کے باوجود کہتے ہیں:

لَا يَمْنَعُ مِنْهُ لِمَا مَرَّ أَنَّ الْعِبَادَاتِ مِمَّا يَتَعَسَّرُ تَهْتِئُ عَنْهَا (فیض الباری ج 2 ص 314) اس سے منع نہ کیا جائے کیونکہ ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ عبادت کے کاموں سے روکنا مشکل ہے۔

استاذ اور شاگردوں کو بولی تو ایک ہی بولنی چاہئے۔ وہ کہتا ہے کہ عبادت ذکر و دعا وغیرہ خلاف سنت بھی ادا ہو رہی ہوں تو مت روکو۔ مگر شاگردوں نے باوجود اس کے کہ دعا بعد نماز جنازہ خلاف سنت نہیں اس سے روکنے کے لئے لنگوٹ کس کر میدان کارزار گرم کر رکھا ہے۔

دلیل نمبر 9 | فادعوا للہ مخلصین لہ الدین ولو کرہ الکافرون (پارہ 24 سورہ مومن) یعنی گو کافروں کو تمہارا دعا مانگنا ناگوار ہی گزرے تم اللہ تعالیٰ سے خالص عقیدہ سے دعا مانگو۔

دلیل نمبر 10 | هو الحي لا اله الا هو فادعوه مخلصين له الدين الحمد لله رب العالمين

وہ زندہ ہے اس کے سوا کوئی رالہ نہیں تو تم خالص عقیدہ سے اس سے دعا مانگو۔ ہر حمد اللہ رب العالمین کے لئے ہی ہے۔

ان کے علاوہ بلا قید زمان و مکان دعا مانگنے کی کافی آیات مبارکہ قرآن مجید میں موجود ہیں۔ اس قضیہ واقعہ کے مطابق خارجی فرقہ کے لوگ دعا بعد نماز جنازہ کو اپنے اوت پٹانگ خود ساختہ مکر و خداع سے بدعت کہہ کر برا منائے جا رہے ہیں اور مسلمان بحمدہ تعالیٰ اس عبادت کے اطلاق پر یقین رکھتے ہوئے دعا مانگتے جا رہے ہیں الحمد لله رب العالمين

دلائل از احادیث

ہر نماز کے بعد دعا مانگنے کی فضیلت

دلیل نمبر 11 حدیث نمبر 1 | عن معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال بعد کُلِّ صلاة استغفر اللہ الذی لا الہ الا هو الحی القيوم واتوب الیہ ثلاث مرات کفر اللہ ذنوبہ وان کان فیرا من الزحف (کنز العمال ج 2 ص 642) جو شخص ہر نماز کے بعد استغفر اللہ و اتوب الیہ تک تین مرتبہ پڑھے لے۔ اللہ اس کے سارے گناہ معاف کردیتا ہے۔ اگرچہ جنگ سے بھاگنے جیسا بڑا گناہ ہو۔

دلیل نمبر 12 حدیث نمبر 2 | عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا قرع احدکم من صلاتہ فلیدع باربع ثم لیدع بما شاء اللهم انی اعوذ بک من عذاب جہنم عذاب القبر و فتنة المحیول و المعاتب و فتنة المسيح الدجال (سنن کبریٰ بیہقی ج 2 ص 154 طبع حید آباد) حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی جب اپنی کسی بھی نماز سے فارغ ہو تو چار چیزوں کی دعا کرے۔ عذاب جہنم عذاب قبر زندگی و موت اور دجال کی آزمائش سے پناہ مانگے پھر اپنی مرضی کی دعا کرے۔

وہابی لوگ تو نماز جنازہ کے بعد ایک دعا بھی مانگتے نہیں دیتے مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر نماز کے بعد کئی دعائیں مانگنے کی ہدایت فرما رہے ہیں۔ ہوشیار باش۔

دلیل نمبر 13 حدیث نمبر 3 | عن عائشة قالت فمارأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یومئذ او بعد یومئذ صلی صلاة الا قال فی دبر صلاتہ اللهم رب جبرائیل و میکائیل و اسرافیل اعذنی من حر النار و عذاب القبر (کنز العمال) حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ حضرت سعد کے دفن کے دن اور اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی نماز پڑھی اس کے بعد یہ دعا ضرور مانگی۔ اے جبرائیل و میکائیل و اسرافیل کے رب! مجھے آگ کی گرمی و عذاب قبر سے پناہ دے (مجھے پناہ دے سے مراد میری امت کو پناہ دے ہے)

دلیل نمبر 14 حدیث نمبر 4 | عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الدعاء مخ العبادة (مشکوٰۃ ص 194) حضرت انس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دعا عبادت کا مغز ہے

دلیل نمبر 15 حدیث نمبر 5 | عن سلمان قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان ربکم حتیٰ کریم یتستحیٰ من عبده ان یرفع یدیه ان یردھما صغراً (مشکوٰۃ ص 195) حضرت سلمان سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بے شک تمہارا رب

سایا کرتے والا کریم ہے۔ حیا کرتا ہے اپنے بندے سے۔ جب وہ اس کی طرف دست دعا کرتا ہے تو اسے خالی واپس نہیں کرتا۔

ان سب احادیث میں بغیر کسی قید نماز ہر نماز کے بعد دعا کی عمومی ترغیب ہے۔ ہم امام ابن تیمیہ کی "القریر" کے حوالہ سے خاتمہ المحققین امام سید ابن عابدین کی "رد المحتار" سے لکھ آئے ہیں کہ مستحب کی تعریف یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی کام کی فضیلت بیان فرمادیں تو وہ کام آپ نہ بھی کریں تو بھی وہ مستحب ہوتا ہے۔ ہر نماز کے بعد عمومی ترغیب دعا بارگاہِ نبوت پناہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مذکورہ احادیث و دیگر بے شمار احادیث میں موجود ہے۔ نماز بھی نماز ہے۔ چار تکبیر نماز جنازہ کی نیت ہوتی ہے۔ چار تکبیر دعا جنازہ کی کوئی بھی نیت نہیں کرتا۔ کتب احادیث و فقہ میں بھی صلوٰۃ الجنازہ ہے "دعا الجنازہ" نہیں۔ لہذا بحکم عموم آپ دعا بعد ہر نماز نماز جنازہ کے بعد اصولاً و شرعاً دعا مانگنا مستحب ہے۔ فرمان نبوی ہے کہ ہر کے بعد جو چاہو دعا مانگو۔ میت کی بخشش کے لئے وہابیوں دیوبندیوں کا دل کیوں نہیں چاہتا؟ ہر نماز فرض کے بعد خصوصاً دعا مانگنا مستحب ہے

دلیل نمبر 16 حدیث نمبر 6 | من صلیٰ صلاة فربما فله دعوة مستجابة ومن ختم ان فله دعوة مستجابة (طب) عن العراض۔ (جامع صغیر امام سیوطی ج 2 ص 175) نے کوئی بھی فرض نماز پڑھی تو اس کی دعا قبول ہے اور جس نے قرآن مجید ختم کیا اس کی دعا قبول ہے۔

دلیل نمبر 17 حدیث نمبر 7 | حضرت مغیرہ بن شعبہ سے ایک روایت میں ہے "ہر فرض نماز کے بعد اور ایک روایت میں ہے اذا سلم من الصلاة ہر نماز کے بعد "حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعا کا کرتے تھے جس کا آخری حصہ یہ ہے اللهم لا مانع لما اعطیت ولا معطىٰ لمانع ولا یبفع ذا الجحہ منک الجحہ (ابوداؤد۔ باب ما یقول الرجل اذا سلم ج 1 ص 211 طبع بیروت) (موراجی)

اس کے بعد تیسری حدیث میں حضرت زید بن ارقم سے ہر نماز کے بعد ایک طویل دعا کا یہ حصہ ہے۔ اجعلنی مخلصاً لک و اہلی فی کل ساعۃ فی الدنیا والاخرۃ (ابوداؤد ج 2 ص 211)

ابو مغیرہ بن شعبہ سے ایک روایت میں ہر فرض نماز کے بعد اور اس ابوداؤد والی روایت میں ہر نماز کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعا مانگنے کا ایک حصہ یہ ہے کہ "اے اللہ نے دعا کا لے کوئی روک نہیں سکتا اور کوئی اپنی کوشش سے تیرے فضل کے بغیر تجھ سے کچھ لے نہیں سکتا"۔ اور زید بن ارقم سے بھی ہر نماز کے بعد جو دعا روایت ہے اس کا ایک حصہ یہ ہے

”اے اللہ مجھے اور میرے اہل بیت یا میری امت کو اخلاص پر قائم رکھ۔“

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرما رہے ہیں کہ ہر فرض نماز کے بعد دعا مانگو قبول ہوگی۔ آپ نے فرض عین یا فرض کفایہ کی کوئی قید نہیں لگائی۔ نماز جنازہ بھی فرض ہے۔ اور دوسری حدیث میں نماز سے سلام کے بعد اپنی اہل بیت اور امت کے لئے دعا فرما رہے ہیں لہذا نماز فرض جنازہ کے بعد دعا اپنے لئے یا دوسروں کے لئے اتباع سنت رسول ہے۔ باقی رہا منکرین کا پرانا فریب کہ ”یہاں نماز جنازہ کا نام نہیں“ تو عیدین کے خطبہ سے فارغ ہو کر دعا مانگنے کا بھی نام نہیں۔ وہابی و دیوبندی خود یہ دعا مانگتے ہیں۔ ہم قریب ہی فتاویٰ دیوبند کے حوالہ سے لکھ آئے ہیں کہ اس کا ثبوت نہیں۔ مگر دعا کی عام فضیلت کی رو سے یہ دعا مانگنا درست ہے۔ تو یہاں بھی عمومی فضیلت دعا سے ہی دعا مانگ کر میت کی بھی عید کرا دیں تو سب کا بھلا سب کی خیر۔

...ان الله لا يهدي القوم الكافرين - اولئك الذين طبع الله على قلوبهم وسمعهم ابصارهم واولئك هم الغافلون - لا جرم انهم في الآخرة هم الخسرون (پارہ 14 سورہ نمل) اور اس لئے کہ اللہ (ایسے) کافروں (گستاخان رسول) کو راہ ہدایت نہیں اور یہی ہیں وہ جن کے دل اور کان اور آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور وہی غفلت میں پڑے ہیں۔ اب ایسا ہی ہوا کہ آخرت میں وہی خراب ہیں۔

نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے خالص دعا مانگنے کا فرمان نبوی

دلیل نمبر 18 حدیث نمبر 8 | گزشتہ احادیث میں مطلقاً ہر نماز یا عموماً ہر فرض نماز جس میں نماز جنازہ بھی ہے قاعدہ اصول اطلاق و عموم داخل ہے۔ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا مستحب ثابت ہے اب خصوصاً نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا ارشاد نبوی سنئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں :

عن ابی ہریرۃ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول اذا صَلَّيْتُمْ عَلَی الْمَيِّتِ فَاخْلَصُوا لَهُ الدَّعَاءَ (مشکوٰۃ ص 146 - ابو داؤد ج 2 ص 441 - ابن ماجہ ص 109 - صحیح ابن حبان ج 1 ص 87 - جامع صغیر ج 1 ص 30 عن ابی ہریرہ (ح) - ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا آپ نے فرمایا کہ ! جب میت پر نماز پڑھ لو تو اس کے لئے خالص دعا مانگو۔

یہ حدیث شریف نماز جنازہ کے بعد میت کے لئے خالص دعا مانگنے میں واضح ہے کہ نماز جنازہ کے اندر تیسری تکبیر کے بعد جو دعا اللھم اغفر لِحَبِیْتِنَا وِمَيِّتِنَا سے مانگی جاتی ہے وہ میت کے علاوہ زندہ، مردہ، حاضر و غیر حاضر سب مسلمانوں کے لئے بھی ہوتی ہے۔ اس لئے ارشاد ہے کہ دعا سے فارغ ہو کر میت کے لئے خالص دعا مانگو جیسا کہ جمہور اہل اسلام مشائخ و علما کا معمول ہے۔

منکرین اس حدیث سے جان چھڑانے کے لئے کئی چکر چلاتے ہیں ان کی دھوکہ منڈی کا دیوالیہ لگانے کے لئے آپ چند ضروری باتیں ذہن نشین کر لیں۔

1۔ صَلَّيْتُمْ فعل ماضی ہے جس کا معنی ہے پڑھ چکو۔ پڑھ لو۔ پڑھ کر فارغ ہو جاؤ۔ ماضی کے اس معنی کو سوائے کسی مجبوری کے نہیں چھوڑا جاسکتا۔ کیونکہ ماضی کا یہی حقیقی معنی ہے اور کسی لفظ کا حقیقی معنی سوائے تقدیر حقیقیہ کے چھوڑ کر کوئی مجازی معنی مراد لینا از روئے قوانین اصول غلط ہے۔

فاخلصوا - میں حرف فاعل اخلصوا صیغہ امر پر داخل ہے۔ اصول فقہ کی مستند و متداول کتاب نور الانوار جو دیوبندی مدارس میں بھی پڑھائی جارہی ہے میں حرف فاعل کے متعلق یہ قانون صراحتہ لکھا ہوا ہے۔

وَالْفَاعِلُ لِلْوَصْلِ وَالتَّعْقِيبِ اِی لَکُونِ الْمَعْطُوفِ مُوصُولًا بِالْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ مُتَعَقِبًا لَهُ بِمَا مَهْلِكُ الْفَتْحِ اِخْتِصَارًا خِی الْمَعْطُوفِ عَنِ الْمَعْطُوفِ عَلَيْهِ بِزَمَانٍ وَ اِنْ لَطَفَ اِنْ (نور الانوار ص 119 طبع سعید کمپنی کراچی) یعنی کسی لفظ پر فاعل آئی ہے تاکہ بتائے کہ فاعل کے بعد والافعل فاعل سے پہلے فعل کے بعد متصل کرنا چاہئے للوصل والتعقیب۔ وصل کا معنی ہے متصل ملا ہوا۔ تَعْقِیْبُ عقب سے ہے۔ پیچھے بعد۔ تو یہاں دیکھئے نماز کا ذکر صَلَّيْتُمْ حرف فاعل سے پہلے ہے اور دعا کا ذکر اس کے بعد فاخلصوا له الدعاء فاعل کے اصل معنی

پس ”کی رو سے دعا نماز سے فارغ ہونے کے بعد مانگنے کا ہی صحیح مطلب ہو سکتا ہے۔ اس لئے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا مستحب ہے اور نماز جنازہ کے اندر والی دعا جو تیسری تکبیر کے بعد پڑھی جاتی ہے مراد نہیں ہو سکتی کہ وہ نماز کے بعد نہیں نماز کے اندر ہے اور وہ سنت ہے۔

2۔ منکرین کا یہ فریب بھی سراسر جہالت ہے کہ دعا سے مراد نماز جنازہ کے اندر والی دعا ہے اور فاخلصوا سے مراد یہی اندروالی دعا اخلاص سے مانگنا ہے جس میں ریاکاری نہ ہو یعنی اخلاص کا معنی میت کے لئے خاص و خالص دعا کرنا نہیں بلکہ اخلاص سے دعا کرنا ہے۔ ان کا یہ بہانہ بھی چند وجوہ سے باطل ہے۔

اقل | اس لئے کہ نماز جنازہ میں صرف یہی دعا ہی نہیں ہوتی بلکہ تکبیریں و ثناء و درود شریف کے بعد دعا ہوتی ہے اور صرف دعا میں ہی اخلاص کافی نہیں ہر رکن و سنت کی ادائیگی میں اخلاص ضروری ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جامع اہدایات ذات بابرکات کے ارشاد میں یہ کہنا کہ آپ نے میت کی دعا میں تو ریاکاری سے بچنے کا ارشاد فرمایا لیکن ثناء و درود میں اخلاص کی ہدایت نہیں فرمائی۔ یہ سراسر ناقابل فہم و لایعنی بہانہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو فرماتے ہیں انما الاعمال بالنیات ہر عمل کا دارودار نیت پر ہے۔ نیز فاخلصوا له الدعاء

میں لفظ لا متعلق ہے فاخلصوا فعل کا جس کا حق فاخلصوا کے مفعول الدعاء کے بعد آنے کا ہے اور قانون تقدیم ما حقہ التاخير یفید الحصر کے مطابق یہ دعا مرجع ضمیر لہ کے ساتھ خاص و محصور ہوئی چاہئے درمیان والی دعا اس کے ساتھ محصور و خاص نہیں۔ اس لئے بعد نماز جنازہ میت کے لئے خاص دعائیں مقتضی حدیث ہے۔

دوم اس لئے کہ حدیث شریف میں فاخلصوا الدعاء ہے فاخلصوا فی الدعاء نہیں۔ لفظ دعا پر حرف ل داخل ہے جو کہ ظرفیت کے لئے نہیں اختصاص کے لئے آتا ہے یعنی میت کے لئے خاص دعا کہو۔ اگر فاخلصوا سے مراد دعا میں اخلاص مراد ہوتا تو دعا پر ظرفیت فی آتا اور لہ الدعاء نہ ہوتا بلکہ فی الدعاء ہوتا۔ کسی عمل میں اخلاص کو اخلاص فی العمل کہتے ہیں اخلاص للعلن یا للشیء نہیں کہتے۔ اس کی تائید میں ملا علی قاری صاحب کی یہ عبارت بھی پڑھ لیجئے۔

واغرب صاحب الازہار علی ما نقلہ میرک انہ قال فیہ دلیل علی وجوب تخصیص المیت بالدعاء ولا یکفی العموم (مرقاہ ج 4 ص 69 طبع ملتان) اور صاحب ازہار نے اس حدیث میں ایک عجیب نکتہ بیان کیا ہے جیسا کہ شارح مشکوٰۃ تیسرے نے اس سے نقل کیا ہے کہ صاحب ازہار کے نزدیک اس حدیث کے لفظ فاخلصوا میں اس بات کی دلیل ہے کہ میت کے لئے خصوصی دعا مانگنا ضروری ہے اور تیسری تکبیر کے بعد والی دعا جو عام ہے کافی نہیں ہے۔

جب یہ ثابت ہو گیا کہ فنا کا حقیقی معنی متعقب ہے جس کا تقاضا ہے کہ دعا نماز کے بعد ہو اور نماز سے چوتھی تکبیر پر فراغت ہوتی ہے تو تیسری تکبیر کے بعد والی دعا مراد نہیں ہو سکتی کہ وہ نماز کے اندر ہے اور اسی مفہوم کی مؤید وہ حدیث ہے جو گزر چکی اذا فرغ احدکم من صلاتہ فلیدع الخ۔ تم میں سے کوئی جب اپنی کسی نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگے۔

ایک اور دیوبندی بہانہ منکرین کو جب کوئی راہ فرار نہیں ملتی تو کہتے ہیں کہ اس حدیث میں راوی محمد بن اسحاق ضعیف ہے لہذا یہ حدیث ضعیف ہے تو ان کا یہ فضول بہانہ تین طرح سے مرود ہے۔

اول اس لئے کہ اس حدیث کو محدث محمد بن اسحاق کے طریقہ سے ابو داؤد وابن ماجہ نے ہی روایت نہیں کیا بلکہ امام بیہقی نے بھی روایت کیا اور ابن حبان نے تو دوسرے طریقہ سے روایت کر کے اس کو صحیح کہا ہے اور کثرت طرق سے حدیث ضعیف بھی قوی ہو جاتی ہے اور متعدد محدثین نے محمد بن اسحاق کی بھرپور توثیق بھی کی ہے۔ خود امام بخاری نے اس کی روایات سے استشاد کیا ہے۔

وقال ابن عیینۃ سمعت شعبۃ یقول محمد بن اسحاق امیر المؤمنین فی حدیث الخ (تمذیب التذیب ج 9 ص 44 طبع حیدر آباد) ابن عیینہ کہتے ہیں میں نے محمد بن اسحاق سے سنا ہے کہ محمد بن اسحاق حدیث میں امیر المؤمنین ہے نیز یہ کہ محمد بن اسحاق محدثین کا سردار ہے۔ الخ

اس لئے امام سیوطی نے اس حدیث کے بعد (ح) کہا یعنی یہ حدیث حسن ہے جیسا کہ آپ نے اس حدیث کے موقع پر ابھی دیکھ چکے ہیں اور ابن حبان نے اسے صحیح قرار دیا۔ لہذا ابن حبان من طریق آخر عنہ مَصْرَحًا بِالسَّمَاعِ وَصَحَّحَهُ (عمود ج 3 ص 188 بیروت) یعنی اس حدیث کو محدث ابن حبان نے اپنی کتاب صحیح ابن حبان میں اور سند سے محمد بن اسحاق سے سماع سے تخریج کر کے صحیح قرار دیا ہے۔

ابن الدثین امام سیوطی کے اس حدیث کو حسن اور امام ابن حبان کے اسے صحیح قرار دینے کے بعد بھی اگر منکرین ضعیف، ضعیف کی رت لگائے رکھیں تو پھر بھی حدیث ضعیف سے مستحب دعا بعد نماز جنازہ ثابت ہے۔ کیونکہ ہم اس رسالہ کی ابتدا میں دیوبندیوں کے محدث شہیر عثمانی اور غیر مقلدوں کے تذیر حسین دہلوی کی تصریحات سے ثابت کر آئے ہیں کہ حدیث مستحب سے بھی مستحب ثابت ہو جاتا ہے۔ دیکھئے ابتدا رسالہ بحث صلوٰۃ و سلام قبل الاذان۔ اور کثرت طرق سے مروی حدیث کے قوی ہو جانے کے بے شمار دلائل بھی ہم کثرت سے ذکر کر چکے ہیں۔ مطالعہ کیجئے اور خارجیت کا جواب دیجئے۔

مقلدوں کے لئے تو مولوی شہیر احمد صاحب عثمانی کا یہ فیصلہ ہی کافی ہے :

والاستحباب یثبت بالضعیف غیر الموضوع (فتح الملکم مقدمہ) حدیث جعلی نہ ہو۔ ضعیف حدیث سے تو مستحب ہونا ثابت ہو جاتا ہے۔

دعا کوئی بھی دعا بعد جنازہ کے مستحب ہونے کا ہے جو بہر حال ثابت ہے۔ امام سیوطی نے جامع صغیر میں حسن کہہ کر درج کیا۔ آپ ضمانت دے چکے ہیں کہ جامع صغیر میں کوئی حدیث درج نہیں ہے۔ دیکھئے ابتدائے رسالہ ہذا۔

دعا اور عذر لنگ منکرین نے چونکہ یہ ضمان لیا ہوا ہے کہ ہر صورت دعا نہیں مانگنی اس لئے ہر تزلزلہ مارتے ہیں کہ کہیں نماز جنازہ کے بعد دعا ثابت نہ ہو جائے۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ عذر لنگ اور احادیث میں کئی جگہ جیسے اذا قرأت القرآن فاستعذ بالله ہے۔ جب تو قرآن پڑھنے لگے تو اعوذ باللہ پڑھ لے اور واذا اذنت فترسل واذا اقمعت فاحذر۔ جب تو اذان پڑھ رہے ہو آہستہ آہستہ پڑھ اور جب تکبیر کہے تو جلدی جلدی پڑھ۔ پہلی مثال میں اعوذ باللہ قرآن پڑھنے پہلے پڑھی جاتی ہے اور دوسری مثال میں آہستگی یا جلدی اذان یا تکبیر کے اندر ہوتی ہے

اذان یا تکبیر کے بعد نہیں ہوتی۔ تو یہ سوال بھی احمقانہ ہے۔ ہم نے یہ کہا بھی کب ہے
کا معنی ہر جگہ ہی تعقیب اور وصل کا ہوتا ہے۔ ہم کتب اصول کے حوالہ سے کہتے ہیں کہ
کا اصل اور حقیقی معنی تعقیب و وصل ہے اور اگر کہیں یہ معنی متغذر ہو تو پھر فاعل کا کوئی اور
مجازی بھی ہو سکتا ہے۔ یہ قانون ہے کہ حقیقی معنی ممکن ہو تو مجازی معنی نہیں ہو سکتا۔
قُرِئَتِ الْقُرْآنَ فَاَسْتَعِذَّ بِاللّٰهِ مِیْنِ اِذَا قُرِئَتِ الْقُرْآنُ سَے پہلے ایک فعل مقدر ہے۔ اذالہ
قُرِئَتِ الْقُرْآنَ۔

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کہتے ہیں فَاِذَا قُرِئَتِ۔ جب آپ قرآن پڑھنا چاہیں (ترجمہ)
اُرْدَتْ (مطلقاً الترجمة) (بیان القرآن ج 6 ص 81) یعنی جب تو قرآن پڑھنے کا ارادہ کر
پہلے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ پڑھ لے۔ تو یہاں فاعل کا حقیقی معنی مشکل ہونے کی وجہ سے ایک فعل اردت
ماننا پڑا مگر حدیث مذکور میں اِذَا صَلَّيْتُمْ سے پہلے اردت بھی مقدر نہیں کیونکہ اس طرح تو
حدیث کا مطلب یہ ہو جائے گا کہ جب نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کرو تو پہلے دعا مانگ لیا کرو
دیوبندیوں کے لئے فاعل کا اصل معنی تعقیب و وصل سے بھاگتے ہوئے ایک اور معیبت دعا
جائے گی جو ان کے لئے صرف مرگ مفاجات ہی نہیں بلکہ ”خود کردہ چہ علاج“ ایک نہ ٹھ
شد ”کا معاملہ بن جائے گا۔

اور حدیث اِذَا اَذْنَتِ فَنُرْسِلْ میں بھی بوجہ تغذر حقیقی معنی فاعل کا مجازی و مستعار معنی
ہے کہ یہاں فاعل مجازی یہ معنی واؤ ہے۔

وَنُسْتَعَارُ بِمَعْنَى الْوَاوِ اِنْ (نور الانوار ص 120) یعنی کبھی فاعل مجاز و او کے معنی کے
عارضی طور پر بھی استعمال ہو جاتی ہے۔

تو وہاں مطلب یہ ہوتا ہے یہ کام کرو اور وہ کام کرو مگر یہ معنی حقیقی نہیں مجازی ہوتا ہے۔
مذکورہ بالا معنی الواو کے متعلق صاحب نور الانوار لکھتے ہیں:

بیان للمعنی المجازی فی الفلوا (نور الانوار ص 120) یعنی فاعل کا یہ واو کے معنی میں
استعمال ہونا مجازاً ہے حقیقتہً نہیں۔

نور الانوار میں ہے:

وَلِنْ كَانَتْ الْحَقِیْقَةُ مُتَعَلِّقَةً اَوْ مُهْجُوْرَةً صَبَّرَ اِلَى الْمَجَازِ (نور الانوار ص 107)
یعنی اگر حقیقی معنی مشکل یا متروک ہو جائے تو پھر مجازی معنی مراد ہو سکتا ہے ہر جگہ نہیں۔

اور حدیث مذکور میں تو حقیقی معنی نہ متغذر ہے اور نہ متروک و مجبور بلکہ حدیث مذکور اذالہ
احدکم من صلاته فلیدع سے مؤید واقع اور فعل نبوی و عمل صحابہ و جمہور اہل اسلام
معمول و دائم و جاری و ساری ہے۔

اور دیوبندی چکر | صاحب مظاہر حق اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اس کا ترجمہ کیا
نماز ادا کرو یا پڑھو۔ یہ ترجمہ نہیں کیا کہ پڑھ لو یا پڑھ چکو۔ چنانچہ مظاہر حق میں اذالہ
میں علی المعیت فاخْلِصُوا لَہُ الدَّعَا کا ترجمہ یوں درج ہے۔

اور روایت ہے ابو ہریرہ سے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ جس وقت کہ پڑھو
نماز میت پر پس خالص کرو اس کے لئے دعا
صاحب ترجمہ کرتے ہیں:

پس نماز گزارید بر میت پس خالص کنید برائے وے دعا یعنی جب نماز ادا کرو یا پڑھو۔
رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد دعائیں“ ص 93

جواب یہ ہے کہ پڑھ لو فاعل تعقیب کے معنی میں زیادہ موزوں ہے اور پڑھو مبہم ہے۔ جو
فاعل کا معنی تعقیب کے تعین کے لئے قرینہ کا محتاج ہے اور دونوں ترجموں میں پڑھو کے بعد
فعل موجود ہے۔ پس کا معنی ہے۔ پیچھے بعد۔ تو دونوں مترتبین نے پس کا لفظ لا کر واضح
کر دیا ہے کہ دعا نماز کے بعد مانگے۔ مولوی عبدالرشید صاحب کو پڑھو کا لفظ نظر آگیا مگر پس کے
لئے اس کے سارے قریب کا تحت نکال دیا۔

قریب | رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد دعائیں“ میں مولوی عبدالرشید ارشد صاحب نے یہ
دعا لکھی کہ دینے کی کوشش کی ہے کہ یہ حدیث ابن ماجہ اور بیہقی نے باب الدعاء فی الصلوۃ میں درج
کی ہے اور فی الصلوۃ کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ فاخْلِصُوا لَہُ الدَّعَا والی دعا نماز جنازہ
کا دعا والی دعا ہے۔ سلام کے بعد والی دعا مراد نہیں اس کا یہ قریب دو وجہ سے مردود ہے

پہلی | اس لئے کہ فی الصلوۃ سے مراد نماز کے اندر والی دعا ہی مراد نہیں ہو سکتی نماز
کے بارے میں دعا بھی مراد ہو سکتی ہے اور سلام کے بعد والی دعا بھی نماز کے بارے میں ہی ہوتی
ہے اور یہاں مضاف مقدر ہو سکتا ہے یعنی فی معاملۃ الصلوۃ اور اس کی ضرورت اس لئے
ہے کہ جملہ فاخْلِصُوا لَہُ الدَّعَا میں اخصوا کا تقاضا ہے کہ اس جملہ سے مطلوب دعا میت
کے لئے خاص اور خالص ہو اور نماز کے اندر والی دعا صرف میت کے لئے نہیں ہوتی بلکہ میت
و زید مردہ حاضر غائب سب کے لئے ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے فَمَنْ لَمْ یَجِدْ
عِیَامَ ثَلَاثَ اَیَّامٍ فِی الْحَجِّ۔ میں مغاف مقدر ہے ای فی وقت الحج۔

دوسری | طرف الصوم محذوف اذ یمتنع ان یمکن شئی من اعمال الحج ظرفاً لہ
امام ابو حنیفہ المراد فی وقت الحج الخ (روح المعانی ج 2 ص 82 طبع مکتب)

اس طرح یہاں اعمال حج کے روزوں کا ظرف نہ ہو سکنے کی وجہ سے مضاف محذوف ہے اس
وقت میں بھی صلوۃ کے میت کے لئے خالص دعا کے ظرف نہ ہونے کی وجہ سے ظرف محذوف و

مقدور ہے۔ اسی لئے ابو داؤد نے اس حدیث سے پہلے باب الدعاء فی الصلوٰۃ نہیں کہا بلکہ باب الدعاء للہیت کہا ہے۔

نمبر 2 | اس لئے کہ مضمون حدیث کسی محدث کے باب کے مضمون کا پایند و محتاج نہیں ہوتا۔ اگر عنوان باب اس باب میں آنے والی حدیث کے مطابق نہ ہو تو باب کی تاویل ہونا حدیث کی نہیں۔ کئی محدثین نے ایسے باب قائم کئے ہیں جو کہ مضمون احادیث سے مطابقت نہیں رکھتے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم میں باب باندھا ہے۔ باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ والنہی عن الاشارة بالید ورفیعہا عند السلام الخ۔ امام نووی کہتے ہیں کہ المراد بالرفیع المنہی عنہا رفعہا یدہم ایدیہم عند السلام یعنی حدیث مالی اراکم ورافعی ایدیکم۔ امام مسلم کے باب الامر بالسکون سے مراد سلام کے وقت رفع یدین سے منع کرنا ہے۔ حالانکہ اس باب میں درج اس پہلے ارشاد نبوی میں قطعاً سلام کا ذکر نہیں یہ ارشاد رکوع کے وقت رفع یدین کی ممانعت میں ہے کہ اس وقت آدمی نماز میں ہوتا ہے اور اسکو فی الصلوٰۃ اسی ہی مناسبت رکھتا ہے۔ اور سلام کے وقت رفع یدین کی ممانعت میں اس سے الگ واقعہ ہے جس میں علام تو مومن بایدیہم ہے کہ سلام فی الصلوٰۃ نہیں ہوتا بعد الصلوٰۃ ہوتا ہے۔ بہر حال امام مسلم کا باب مضمون حدیث اول سے مطابقت نہیں رکھتا۔ اسی طرح امام بخاری نے صحیح بخاری میں باب باندھا ہے۔ باب یدوی بالتکبیر حسین یسجد اور اس کے تحت حدیث لای ہیں۔ وقال نافع کان ابن عمر یضع یدہ قبل رکبئہ (بخاری ج 1 ص 110) باب مضمون ہے کہ سجدہ میں جاتے وقت تکبیر پڑھتے اور اس کے بعد حدیث یہ ہے کہ نافع نے کہا ہے عبد اللہ بن عمر سجدہ میں جاتے وقت پہلے زمین پر ہاتھ رکھتے تھے پھر گھٹے ٹیکتے تھے۔ امام ابن جریر الباری میں کہتے ہیں واستشکل ایراد هذا الاثر فی هذه الترجمة امام بخاری کا اس باب میں اس حدیث کا لانا سمجھ سے بالاتر ہے۔ اور دیوبندی پیشوا مولوی محمد انور شاہ کشمیری بھی باب اور حدیث میں عدم مناسبت کی تصریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فانه قد یورد فی الترجمة مالا یناسبہ الحدیث المعروف فی شکل بیان المناسبت و یحتاج الی ابدال التاویلات امام بخاری ایسے باب باندھ دیتے ہیں کہ مرفوع حدیث کے مضمون کے مناسب نہیں ہوتے تو پھر ان کے باب کی تاویل کرنا پڑتی ہے (فیض الباری ج 1 ص 45 طبع ڈھاتیل)

اب دیوبندی بتائیں کہ ابن ماجہ و امام بیہقی کے باب میں لفظ فی الصلوٰۃ کی تاویل ہو سکتی ہے یا حدیث کو بدل لو گے؟

خود بدلتے نہیں مگر قرآن کو بدل دیتے ہیں اور

ایک اور کہانی | دعا بعد نماز جنازہ کا اگر حکم ہے تو کسی حدیث یا فقہ کی کتاب میں اس دعا کا باب دکھاؤ اور دعا کے الفاظ دکھاؤ وغیرہ وغیرہ من البدایات۔

باب | حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر نماز کے بعد دعا مانگنے کا حکم فرمایا ہے اور اسی کے تحت تم نماز عیدین کے خطبہ کے بعد دعا مانگتے ہو۔ دیکھو فتاویٰ دارالعلوم دیوبند ج 5 ص 225 میں ہے عیدین کی نمازوں کے بعد مثل دیگر نمازوں کے دعا مانگنا مستحب ہے (الی قول) ہمارے حضرات اور (محمد قاسم نانوتوی رشید احمد گنگوہی اشرف علی تھانوی وغیرہ) کا یہی معمول رہا ہے (فتاویٰ مذکورہ لا والہ محزر چکا ہے)

کتاب احادیث و فقہ میں اس دعا کا باب دکھاؤ اور دعا کے الفاظ بھی دکھاؤ ورنہ پہلے اپنے ہی اکابر اور رہنما کرو۔

دلیل نمبر 19 حدیث نمبر 9 | حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صحابہ کو فرمان کہ دعا مانگو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ پر نماز جنازہ سے فارغ ہو چکے فُلَمَّا فَرَغَ جَا عُمَرُ وَمَعَهُ لَوْحٌ فَأَرَادَ أَنْ يُصَلِّيَ ثَانِيًا فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الصَّلَاةُ عَلَى الْجَنَازَةِ لَا تُعَادُ وَلَكِنْ ادْعُ لِلْمَيِّتِ وَاسْتَغْفِرْ لَهُ (بدائع الصنائع ج 1 ص 311 طبع مصر) جب آپ نماز جنازہ سے فارغ ہوئے تو عمر ایک جماعت کے ساتھ آئے۔ عمر نے دوبارہ نماز جنازہ کی خواہش کی تو آپ نے فرمایا کہ نماز جنازہ دوبارہ نہیں ہو سکتی مگر تم میت کے لئے استغفار و دعا مانگ لو۔

اس سے واضح ہے کہ نماز جنازہ کے بعد حکم نبوی ہوا اور حضرت عمر نے جماعت کے ساتھ دعائی دعا مانگی۔ اور قرین قیاس یہ بھی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی جماعت کو نماز دعائی تو نماز جنازہ سے رہ جانے والی جماعت کو دعا بھی منگوائی ہوگی ورنہ آپ کے سامنے یہ لوگ ایسے کس طرح دعا مانگ کر آپ سے سبقت لے جاسکتے تھے۔ اور آپ کثرت دعا کا ارشاد فرماتے تھے۔ بَارَكَ اللَّهُ لِلرَّجُلِ فِي حَاجَتِهِ أَكْثَرَ الدَّعَاءِ فِيهَا (تاریخ خطیب بغدادی ج 3 ص 40)

دلیل نمبر 20 حدیث نمبر 10 | نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا عمل نبوی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا فرمان نبوی آپ نے حدیث اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاخْلَصُوا لَهُ الدَّعَاءَ میں پڑھ لیا اب فعل مبارک بھی پڑھ لیجئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ پڑھا کر اس کے بعد دعا مانگی۔ حدیث مرفوع یہ ہے:

عن ابی ہریرۃ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى عَلَی الْمَنَفُوسِ ثُمَّ قَالَ
اللَّهُمَّ اَعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (کنز العمال ج 8 ص 114 بحوالہ ابن التاجر طبع حیدر آباد
دکن) ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نو مولود بچے پر نماز
جنازہ پڑھائی پھر کہا (دعا کی) اے اللہ اس کو عذاب قبر سے بچا۔

دلیل نمبر 21 حدیث نمبر 11 | اِنَّہُ صلی اللہ علیہ وسلم صَلَّى عَلَیْ صَبِیْتِ فَقَالَ اللَّهُمَّ قِمِ
مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ (شرح المصنوع امام سیوطی ص 62) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچے
کی نماز جنازہ پڑھائی پس کہا (دعا کی) اے اللہ اسے عذاب قبر سے بچا۔

ان دونوں روایتوں میں نماز کے بعد دعا مانگنا مذکور ہے کیونکہ پہلی روایت میں قال سے پہلے حرف
ثم ہے جس کا معنی ہے پھر کہا اور دوسری روایت میں قال سے پہلے حرف فا ہے جس کا معنی ہے
اس کے بعد کہا اور سوائے تعذر حقیقتہً فاکا حقیقی معنی نہیں چھوڑا جاسکتا جیسا کہ ہم پہلے حوالہ سے
بیان کر چکے ہیں۔ لہذا بعد نماز جنازہ دعا مانگنا فعل نبوی سے ثابت ہے۔

دلیل نمبر 22 حدیث نمبر 12 | جمادی الاول 8 ھ میں ملک شام کے مشہور شہر بلقاء کے قریب
واقع مقام موتہ یا موتہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے زید بن حارثہ کی مکان میں
مشرکین و کفار سے جنگ ہوئی اسے غزوہ موتہ کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
مجاہدین کو ساتھ لے کر مدینہ طیبہ سے نکلے مگر کسی وجہ سے مجاہدین کو روانہ کر کے خود ثقیف الوداع
سے واپس تشریف لے آئے۔ اس غزوہ میں موتہ کے مقام پر غازیان اسلام کے تین امیر زید بن
حارثہ و جعفر بن ابی طالب و عبداللہ بن رواحہ علی الترتیب یکے بعد دیگرے شہید ہوئے۔ رحمت
عالین صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ طیبہ میں جلوس کرہوتے ہوئے ان کی شہادت کی خبر دی اور
ان کی نعشیں حاضر کرا کر ان پر نماز جنازہ پڑھ کر بعد دعا بھی مانگی۔ محقق احناف امام ابن ہمام و
دیگر مستند محدثین امام واقدی سے اسے یوں بیان کرتے ہیں۔

ولما اتفق الناس بموتہ جلّس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر
وکشف لہ ما بینہ و بین الشام فهو یُنظر الی مغربہم فقال علیہ السلام
أَحْذَرُ الرَّايَةِ زَيْدُ بْنُ حَارِثَةَ فَمَضَى حَتَّى اسْتَشْهَدَ فَصَلَّى عَلَیْہِ وَدَعَا لَہُ وَقَالَ
اسْتَغْفِرُوا لَہُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ یَسْعَى ثُمَّ أَحْذَرُ الرَّايَةَ جَعْفَرُ بْنُ ابِی طَالِبٍ
فَمَضَى حَتَّى اسْتَشْهَدَ فَصَلَّى عَلَیْہِ رَسُولُ اللہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدَعَا لَہُ وَقَالَ
اسْتَغْفِرُوا لَہُ دَخَلَ الْجَنَّةَ فَهُوَ یَطِيرُ فِیْہَا بِجَنَاحَیْنِ حَیْثُ یَشَاءُ (فتح القدر
امین ہمام ج 1 ص 456 - البدایہ والنہایہ ابن کثیر ج 4 ص 247 - مواہب اللدیہ تملانی
ج 2 ص 483 - زرقاتی شرح مواہب اللدیہ ج 7 ص 209 - طبقات ابن سعد ج 3 ص 46 و

ج 4 ص 38) یعنی موتہ میں جب جنگ ہو رہی تھی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی
میں منبر پر جلوس ہوئے اور آپ کی توجہ جلوسہ ذات حق میں زمین شام کی طرف کھول دی
گئی تو آپ نے ملک شام میں ہونے والی جنگ کا مدینہ طیبہ میں مشاہدہ فرماتے ہوئے فرمایا
کہ زید بن حارثہ نے جھنڈا پکڑا اور وہ جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے یہ فرما کر آپ نے
اس کی نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے دعا مانگی اور صحابہ جو آپ کے پیچھے نماز جنازہ میں
شامل تھے سے فرمایا کہ زید کے لئے دعا مانگو۔ پھر فرمایا کہ زید کے بعد جھنڈا جعفر بن ابی
طالب نے پکڑا وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہو گئے پھر آپ نے یہیں مسجد نبوی میں اس پر بھی با
جماعت نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے دعا مانگی اور صحابہ سے فرمایا کہ اس کے لئے دعا
مانگو۔ جعفر جنت میں داخل ہو گیا وہ اپنے دو بھائیوں سے جہاں چاہے جنت میں اڑ رہا ہے۔

ابن اللدیہ میں ہے کہ جعفر بن ابی طالب کے بعد عبداللہ بن رواحہ بھی شہید ہوئے ان کی
شہادت کی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی۔ ارن

اس روایت میں حضرت زید و جعفر دونوں کی نماز جنازہ کے ساتھ وَدَعَا لَہُ اور اس کے
لئے دعا مانگی کا صاف طور پر ذکر ہے۔ جس سے ثابت ہے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے
نماز جنازہ کے بعد دعا بھی مانگی اور ایسے فعل مبارک نبوی کو مستحب کہا جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز چاشت پڑھی ہے اور امام مسلم نے صحیح مسلم میں اس کے ذکر کا
باب باندھا ہے "باب استحباب صلوۃ الضحیٰ" اسی طرح دو رکعت تحیۃ المسجد کا حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے حکم فرمایا ہے۔ اذ دخل احدکم المسجد فلا یجلس حتی یرکع رکعتین
ابن قیم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو دو رکعتیں پڑھ کر بیٹھے۔ اس کا باب بھی امام مسلم نے
باب استحباب تحیۃ المسجد ہی باندھا ہے۔ اور ہم رسالہ کی ابتداء میں امام تہستانی صاحب
جامع الرموز کے حوالہ سے ایسی سنت کو مستحب اور مستحب کو سنت کہہ دینے کے متعلق فقہا کی
اصلاح ذکر کر آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کئی مواقع میں نماز جنازہ کے بعد دعا
پڑھی ہے اور یہ مستحب ہے۔

باب عادت دیوبندی اڑیکے | مثل مشہور ہے "نیت بد را ہمانہ بسیار" وہابیوں دیوبندیوں
میں یہ نکتہ یہ تہیہ کر رکھا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگنی اس لئے اس کے ثبوت میں کوئی
دلیل پیش کر لو اس پر کوئی نہ کوئی اعتراض گھڑی لیتے ہیں۔ جنگ موتہ کے ان شہداء کی نماز
جنازہ کے بعد اس وَدَعَا لَہُ کے صریح لفظ کے باوجود انہوں نے کئی لایعنی اعتراض بھی گھڑ
دئے ہیں جن کی جڑ نکالنا ضروری ہے۔

اعتراض | یہ حدیث عبد اللہ بن ابی بکر تابعی نے بیان کی ہے۔ اس نے صحابی کا جو

اصل راوی ہے حوالہ نہیں دیا لہذا محدثین کی اصطلاح میں ایسی حدیث مرسل کہلاتی ہے جو قابل حجت و دلیل نہیں۔

جواب | ہم احناف ہیں اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک حدیث مرسل قابل حجت ہوتی ہے۔ مگر از کم مقدمہ مشکوٰۃ کا مطالعہ ہی کر لیا ہوتا۔

و عند ابی حنیفۃ و مالک المرسل مقبول مطلقاً (مقدمہ مشکوٰۃ للشیخ عبدالحق محدث دہلوی ص 4) امام ابو حنیفہ اور امام مالک کے نزدیک مرسل حدیث مطلقاً ہر صورت مقبول ہے اور مولوی شبیر احمد عثمانی دیوبندی کا مقدمہ فتح العلمین شرح مسلم ہی دیکھ لیتے۔ وہ لکھتے ہیں۔

الحديث المرسل صحيح بحتج به وهو من مذهب ابی حنیفۃ و مالک و احمد رحمہم اللہ الخ (مقدمہ فتح العلمین ص 78) حدیث مرسل صحیح حدیث ہوتی ہے اس سے حجت و دلیل قائم ہو سکتی ہے امام ابو حنیفہ و امام مالک و امام احمد رحمہم اللہ کا یہی مذہب ہے

دوسرا اعتراض | دیوبندی علماء کہتے ہیں کہ اس روایت میں فصلی علیہ و دعا لہ نماز پڑھی اور دعا مانگی میں ہو سکتا ہے کہ دعا کا عطف نماز پر عطف تفسیری ہو اور دعا مانگی سے مراد بھی نماز پڑھی ہو تو مطلب یہ ہوگا کہ نماز پڑھی اور نماز پڑھی اور اذا جا الاحتمال بطل الاستدلال وغیرہ وغیرہ۔

جواب | اس محض بہانہ اور جاہلانہ فریب کا جواب یہ ہے کہ معطوف و معطوف علیہ کا اصل مقصد و مفہوم یہ ہے کہ معطوف خود مقصود ہو شرح جامی میں عطف کے بارے میں نحو کا یہ قاعدہ مصرح ہے۔

العطف یعنی المعطوف بالحرف تابع مقصود الخ یعنی معطوف خود نسبت سے مقصود ہوتا ہے۔

ولا شك ان المعطوف والمعطوف عليه بتلك الحروف السنة مقصودان بالنسبة معاً بهذا المعنى الخ (شرح جامی) اور عطف تفسیری میں معطوف خود علیحدہ مقصود نہیں ہوتا بلکہ معطوف علیہ اور معطوف ایک ہی شے ہوتے ہیں تو عطف تفسیری عطف کا اصل مقصد نہیں

بلکہ ایک مستعار و مجازی مفہوم ہے۔ لہذا بہ قانون علم نحو صلی علیہ و دعا لہ میں نماز اور دعا کا ایک دوسرے کا عین نہیں بلکہ مغایر ہونا چاہئے۔ عطف تفسیری ہر جگہ نہیں ہو سکتا۔ وہاں ہوا جہاں عطف کا اصل مفہوم مستعار و مشکل ہوگا۔ اور اس حدیث میں فصلی علیہ و دعا لہ کا ایک دوسرے کا مغایر ہونا قطعاً متغیر نہیں بلکہ فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اذ افرغ احدکم

من صلاته فليدع الخ۔ سے مؤید و ثابت ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دعا مانگو۔ یہ حدیث گزر چکی ہے ہر جگہ ملحوظ رہے۔ اور پھر صحابہ کو بھی فرمان کہ دعا کرو یہ نماز کے اندر ممکن

میں جو ”دعا لہ“ کے ساتھ ہی حدیث میں موجود ہے۔ قرآن میں معطوف اور معطوف علیہ کے باہمی مغایر ہونے کی بھی بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔ یا ایہا الذین آمنوا رکعوا واسجدوا میں ”ارکعوا“ ”رکوع کرو اور“ ”واسجدوا“ ”سجدہ کرو میں معطوف سجدہ اور معطوف علیہ رکوع علیحدہ فعل ہیں۔ باقی رہا اذا جا الاحتمال الخ۔ تو پہلے احتمال تو ثابت کرو جب تک معطوف اور معطوف علیہ میں اصل مفہوم مغایرہ متغیر نہ ہو عطف تفسیری کا احتمال ہو ہی نہیں سکتا۔

انما ثبت الفرض ثم النقش۔
اس انداز کے پاؤں کے نیچے پتیرا آگیا اس کو قابو کر کے ساتھیوں کو کہنے لگا کہ جھولیاں باندھ لو۔
میں عطف تفسیری دیکھ لیا تو یہ بھی کہنے لگے کہ ہر جگہ عطف تفسیری بنا لو۔ ”نیت بدرا بہانہ“ اسے کہتے ہیں۔

اور من المحطر وقام تحت الميزاب | ایک مناظرہ میں دیوبندی مناظر اسی پر مصرع تھے کہ فصلی علیہ و دعا لہ میں عطف تفسیری ہے اور دعا سے مراد نماز جنازہ ہی ہے۔ مگر پھر نے ان سے پوچھا کہ صلوٰۃ اور دعا مساوی ہیں یا عام و خاص؟ کہنے لگے کہ صلوٰۃ دعا سے عام ہے۔ کیونکہ صلوٰۃ میں کچھ قیودات ملحوظ ہوتی ہیں مثلاً وضو، استقبال قبلہ اور ہاتھ باندھنا وغیرہ اور دعا میں یہ قیودات نہیں۔ میں نے کہا کہ تفسیر و تشریح خاص کی عام سے ہوتی ہے یا عام کی خاص سے؟ کہنے لگے کہ تفسیر عام کی خاص سے ہی ہو سکتی ہے کیونکہ تشریح کسی صفت خاصہ سے ہی ہو سکتی ہے۔ تو پھر میں نے کہا کہ صلوٰۃ جب خاص ہے اور دعا عام تو یہاں دعا سے صلوٰۃ کی تفسیر و تشریح کیسے ہو سکتی ہے؟ تو دیوبندی مناظر نے فٹ پینترا بدلا۔ کہنے لگے چلو ہم دعا سے دعا ہی مراد مان لیتے ہیں مگر دعا تو نماز جنازہ سے پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ اس سے دعا بعد نماز جنازہ کی ثابت ہوگی؟ میں نے کہا کہ چلو ہم بعد میں دعا مانگتے ہیں۔ آپ پہلے شروع کردیں۔ میت کو آؤں فائدہ ہو جائے گا مگر آپ کے لئے یک نہ شد دوشد کی یہ مصیبت عظیم کیسے برداشت کریں؟ کہنے لگے نہ بھی ہم تو کہیں بھی نہ مانگیں گے۔ ماشاء اللہ۔

ایک اور اعتراض | اگر غزوہ موت والا یہ واقعہ نماز جنازہ اور دعا صحیح تسلیم کر لیا جائے تو دعا تو ثابت ہو جائے گی مگر اس روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

جلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المنبر و کشف لہ مابینہ و بین الشافہو ینظر الی معرکتہم یعنی آپ منبر پر بیٹھ گئے اور آپ کے اور ملک شام کے درمیان سے پردے ہٹا دئے گئے تو آپ نے حالت جنگ دیکھی۔

اس اٹھا دئے گئے“ سے معلوم ہوا کہ آپ کو علم غیب کئی نہ تھا اور ہر جگہ حاضر ناظر نہ تھا نیز اس سے نماز جنازہ علی الغائب ثابت ہو جائے گی جو کہ احناف کے نزدیک درست

نہیں۔ لہذا اس روایت کو ماننے سے پہلے بریلوی علم غیب کلی ثابت کریں اور نماز جنازہ علی الغائب بھی تسلیم کریں۔ یہ اعتراض مولوی عبدالرشید نے ایجاب کیا ہے۔ دیکھو رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد وعائیں“

جواب | کل کا معنی ہے ہر چیز جب اس کو کسی کی طرف نسبت کریں گے تو جلی کہلاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علوم قرآن مجید کے ذریعہ عطا ہوئے اگر قرآن مجید میں آئمہ علوم کلی ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علوم کلی کہلائیں گے اور اگر جزئی ہیں تو جزئی کہلائیں گے قرآن مجید کے علوم کے متعلق خود قرآن مجید میں ہے۔ وَتَفْصِيلُ كُلِّ شَيْءٍ (آخری آیت سورہ یوسف) یعنی قرآن کلی کی تفصیل ہے۔ دوسری جگہ ہے وَبَيِّنَاتٍ لِّكُلِّ شَيْءٍ (سورہ نحل پارہ 14) یعنی قرآن مجید میں کلی کی بیان ہے۔ دیکھئے قرآن مجید کے علوم جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے علوم شہادت ہوں یا علوم غیب کے متعلق نص قطعی میں لفظ کل موجود ہے اور ترمذی شریف ج 2 ص 109 کی صحیح حدیث میں ہے فَتَجَلَّى لِي كُلُّ شَيْءٍ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے علوم کے متعلق فرمایا کہ مجھ پر کلی کی ظاہر ہو گئی۔ لہذا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے کلی علم شہادت و کلی علم غیب ماننا نص قطعی سے ثابت ہے۔ جس کا ایمان عقل ساتھ نہ دے تو اس کی قسمت۔ تفصیل کے لئے دیکھو ”الدولة المكية من مادة الغيبة“ تصنیف امام العلماء العارفين شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ العزیز۔ اور اگر آپ کو کوئی شی قرآن مجید میں نظر نہیں آتی تو اس کی وجہ حروف مقطعات و تشابہات کا پردہ ہے جن کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بدرجہ اتم حاصل ہے۔ کچھ علوم آیات محکمات میں ہیں اور باقی تشابہات میں مخفی ہیں جو کلی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حاصل ہیں۔

عرفائے ربانین اور ان کے متبعین علمائے اہل سنت بریلوی مسلک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تین طرح سے حاضر ناظر مانتے ہیں۔

۱۔ بحیثیت حقیقت محمدیہ | قرآن مجید میں ہے کہ ظاہر بھی اللہ ہے اور باطن بھی اللہ ہی ہے۔ اولیاء اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ذات سے باطن ہے اور تجلیات سے ظاہر ہے۔ تجلیات اسمائے الہیہ ہیں اور ظہور کا مرتبہ خارجی ان اسماء کے مظاہر حقائق کائنات اور اعیان ثابتہ ہیں۔ اعیان چونکہ جمع ہے اور جمع کا وجود مجزواً واحد کے ناممکن ہے۔ لہذا اعیان کو وجود بمعنی واحد عین سے ملا ہے اور وہ تجلی اول کا مظہر و عین الاعیان تجلی اول ہے اور وہی حقیقت محمدیہ ہے۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی محمد انور شاہ کشمیری نے بھی اسے تسلیم کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے۔

تَعَالَى الَّذِي كَانَ وَلَمْ يَكْ مَاسُوِي
وَأَوَّلَ مَا جَلَى الْعَمَاءَ بِمَصْطَفَى

الحق الباری ج 4 ص 2) مرتبہ بطون عا سے اول تجلی ظہور یہی حقیقت محمدیہ ہے اور کائنات کے حقائق میں اور بواسطہ حقائق تمام موجودات میں مفیض و مربی و جاری و ساری و حاضر و غاib ہے۔ اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے علم حقائق اشیا و علم تجلیات الہیہ ضروری ہے اور دقیق عقل بیدار اور ازحد ذکی ذہن کی ضرورت ہے۔ دیوبندی اور وہابی فرقہ کے علماء کے بس کا علم نہیں کیونکہ یہ لوگ عموماً فہمی مسئلہ وحدت و علوم ربانیہ سے کورے ہوتے ہیں۔ اور اس کو سمجھنے کے لئے کسی اہل وجود یا شہود کی ضرورت ہے۔

دست ہر ناہل بشارت کنند سونے ماور آکہ بشارت کنند (روی)
اللہ کے تشہد میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حاضر خطاب سلام السلام علیک ایہا النبی سے میر میں حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے اشع المصنوعات شرح مشکوٰۃ میں اور دیوبندی مولوی محمد زکریا نے اوجز المسالك شرح موطا امام مالک ج 1 ص 265 اور شبیر احمد عثمانی نے فتح الرحمن ج 2 ص 42 وغیر مقلد پیشوا نواب صدیق حسن نے مسک الختام شرح بلوغ المرام اور حضرات اعلیٰ من نعمات التعلیٰ والتمنیٰ ص 2 میں اسی حقیقت محمدیہ کو جاری و ساری موجود فی الکاوین تسلیم کیا ہے۔ نیز حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے الکاتیب و الرسائل مطبوعہ بر حاشیہ اخبار الدیوبندی میں لفظ حاضر و ناظر کا اطلاق کیا ہے۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھو تسکین الخواطر حضرت اعلیٰ صاحب علیہ الرحمۃ۔

۲۔ بحیثیت عالم ماکان و مایکون | حاضر کا معنی عالم کا بھی ہے۔ ردالمحتار شرح در مختار میں ہے علی الحضور بمعنی العلم شائع۔ اور یا حاضر کا معنی کیا ہے یا عالم۔ (ردالمحتار ج 3 ص 3) اور ناظر کا معنی دیکھنے والا۔ تو چونکہ مندرجہ ذیل احادیث مجموعہ کی رو سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان کی ہر چیز کے عالم بھی ہیں اور ہر چیز کو دیکھتے بھی ہیں اس لئے حاضر ناظر بھی ہیں

۳۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فَعَلِمْتُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ یعنی میں زمین و آسمان کی ہر چیز کا عالم ہو گیا (ترمذی شریف ج 2 ص 155)

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں إِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا فَأَنَا أَنْظُرُ إِلَيْهَا وَأَنَا مَاهُوَ كَأَنَّ فِيهَا إِلَيَّ يَوْمَ الْقِيَمَةِ كَأَنَّمَا أَنْظُرُ إِلَيَّ كَفَقْتُ هَذِهِ اللَّهُ لَمْ يَسْأَلْ سَائِرَ دُنْيَا أَهْلِهَا سِوَايَ سَائِرَ مَا سَأَلَ ظَاهِرَ كَرَوِيَّ هُـ پس میں دنیا اور اس میں قیامت تک ہونے والی ہر چیز کو ایسے دیکھ رہا ہوں جیسے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو دیکھ رہا ہوں۔ (زر قانی شرح مواہب اللدنیہ ج 7 ص 200)

۵۔ زر قانی اس کی شرح میں فرماتے ہیں اَيَّ أَحَطَّتْ بِجَمِيعِ مَا فِيهَا كَمَا دُنْيَا كِي هَرِيزِ كَلِيَّةٌ وَ

احاطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں ہے۔ اس معنی بھی بلا ریب حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ناظر ہیں۔

3۔ بحیثیت جسمانی حاضر ناظر | از روئے حقیقت محمدیہ و عالم و ناظر زمین و آسمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حاضر و ناظر ہونا مان لینا بھی وہابیوں و دیوبندیوں کے لئے گو ایک منسک حادثہ سے کم نہیں مگر جسمانی طور پر ہر جگہ بلکہ متعدد جگہ پر بیک وقت موجود و حاضر و ناظر ہونا تو ان کے لئے مرگ مفاجات و قیامت کبریٰ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔ مگر حق آخر حق ہی ہوتا ہے۔ اب دیکھئے وہابیوں کی انچارج جماعت دیوبندیوں کے اکابر پیشوا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسمانی طور متعدد جگہ حاضر و موجود ہونا کس طرح ڈنگے کی چوٹ سے مانتے ہیں۔ مولوی حسین احمد مدنی دیوبندی فرقہ کے مدرسہ دیوبند کے مشہور شیخ الحدیث عالم ہوتے ہیں جو مشہور کافر بھی تھے۔ مولوی حسین احمد صاحب کی وفات کے قریب ایام کا ایک واقعہ اس فرقہ کے حضرت لاہوری مولوی احمد علی صاحب آف شیرانوالہ گیت لاہور نے رسالہ ہفت روزہ "خدام الدین" میں یوں لکھا ہے۔

خصوصیت نمبر 3: بیداری میں حضور پاک کی زیارت: آخری رمضان شریف جو ہائس کنڈی میں گزرا اور جس میں تقریباً پانچ سو علماء و صلحا شرف رفاقت سے بہرہ ور رہے۔ اس مبارک اجتماع کے خوش نصیب شرکا کے متعلق اخبارات میں شائع ہو چکا ہے کہ متعدد حضرات نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بیداری میں دیکھا اور شرف زیارت سے بہرہ ور ہوئے **هَنِيئًا لَّأَرْبَابِ النَّعِيمِ نَعِيمُهَا**۔ واضح رہے کہ محققین کے نزدیک وصال کے بعد بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ممکن اور واقع ہے۔ فیض الباری ج 1 ص 204 میں الشیخ الانور رحمہ اللہ الاکبر نے تصریح فرمائی ہے کہ **وَرُوِّتُصَلَّى اللّٰه عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُمْكِنُ عِنْدِي يَقْظَةُ اِلَى قَوْلِهِ فَالْرُؤْيَا يَقْظَةُ مُتَحَقِّقَةٌ وَانْكَارُهَا جَهْلٌ وَرَأَاهُ الشَّعْرَانِي وَقَرَأَ عَلَيْهِ الْبُخَارِيُّ فِي ثَمَانِيَةِ رَفْعَةٍ اَوْ ثَلَاثَةِ سَبْعِينَ كَمَا يَتَوَقَّعُ فِي مَقَالَتِهِ** ج 4 ص 366 میں بھی لکھا ہے کہ **اَنَّهُ رَأَى النَّبِيَّ اِنْسَانِيًّا وَعَشْرِينَ مَرَّةً فِي الْيَقْظَةِ** (رسالہ خدام الدین لاہور باب 26 دسمبر 1958ء مطابق 14 جمادی الثانی 1378ھ)

واضح رہے کہ امام سیوطی کی وفات 1000 ہجری اور امام شعرانی کی وفات 1100 ہجری میں ہوئی اور مولوی حسین احمد دیوبندی 1377 ہجری مطابق 1957ء میں آنجہانی ہوئے اور بیداری میں زیارت عالم برزخ کی مثالی صورت سے نہیں بلکہ اسی انسانی عنصری جسمانی وجود مسعود سے ہوتی ہے۔ جس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم وصال مبارک سے پہلے کہ مغفہ و مدینہ عالیہ میں صحابہ کے سامنے جلوہ گر رہے۔ تو قبر میں جلوہ گر ہونے کے نو سو سال بعد امام سیوطی کو ایک ہزار سال بعد

شعرانی کو اور بارہ سو سال بعد بمطابق اندراج رسالہ "خدام الدین" لاہور ہستی ہائس کنڈی کے لوگوں کو اسی حقیقت زندہ جاوید جسم مبارک سے زیارت کرائی۔ وہی مقدس انسانی عنصری جسم اقدس جسے صحابہ کرام نے اپنے ہاتھوں سے قبر انور میں دفن کیا اور جو روضہ انور میں گھر کر رہے اور جسے ہر وقت جن و انس و ملائکہ سلام عرض کرنے سے مشرف ہو رہے ہیں۔

یہ ہم دیوبندیوں سے صرف ایک بات پوچھتے ہیں کہ جس وقت ہستی ہائس کنڈی میں بقول حضرت ان متعدد حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی جسم مبارک مدفون مدینہ طیبہ کی زیارت ہوئی اس وقت آپ اسی وجود مسعود سے مدینہ طیبہ میں قبر انور میں بھی موجود تھے یا نہیں؟ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم قبر انور سے نکل کر اور روضہ انور چھوڑ کر ہستی ہائس کنڈی میں تشریف لے گئے تھے تو اس وقت حاضرین روضہ انور نے سلام کس کو دیئے؟ کیا روضہ انور خدام پیش کرنے والوں کی اتنا وقت چھٹی کرا دی گئی تھی؟

یہ خیال میں تو کوئی با حیا و با ایمان شخص ایسی بات نہیں کہہ سکتا کہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم صرف ہائس کنڈی میں تھے اور قبر انور خالی ہو گئی تھی اور سلام کرنے والے خالی اور کوئی سلام کتے رہے۔ اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیک وقت ہائس کنڈی میں بھی بات کرا رہے تھے اور قبر انور میں بھی موجود تھے تو یہی عقیدہ حاضر و ناظر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بطور خرق عادت و معجزہ بیک وقت پوری کائنات میں جلوہ گر ہیں۔ آپ کو آنے جانے کی ضرورت ہی نہیں بلکہ جس خوش نصیب پر کرم ہوتا ہے اس سے حجاب اٹھا دیا جاتا ہے اور ہر زیارت ہو جاتی ہے۔ صرف محبوب ہی محروم ہیں۔ کسی کی کھوپڑی میں یہ بات نہیں آتی تو نہ اسے واقعہ و شہادت بلکہ دیوبندیوں کے اقراراً حقیقتہ و علماً وجوداً حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ موجود و حاضر و ناظر و مفیض و مقوم کونین ہیں۔ فصلى اللہ علیک وسلم یا رسول اللہ۔

ماز جنازہ علی المناظر | باقی رہا منکرین کا یہ بہانہ کہ جنگ موتہ کے واقع سے نماز جنازہ علی صاحب ثابت ہوتی ہے تو یہ بھی خیال خام و لغو و بیوہ اعتراض ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح کی نماز جنازہ صرف شہدائے موتہ پر ہی نہیں پڑھی بلکہ شاہ حبش نجاشی اور معاویہ بن معاویہ مرنے کی نماز جنازہ بھی پڑھی۔ اختلاف کے نزدیک یہ سب جنازے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے رکھا کر پڑھے۔

ہائس کنڈی کا جنازہ مدینہ طیبہ میں حاضر تھا | فقہا اختلاف میں مقتب بہ ملک العبد امام کاسانی

یہ روایت ہے کہ نجاشی کی نماز جنازہ کے وقت زمین سمیٹ لی گئی اور اس کا جنازہ مدینہ طیبہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دیا گیا تو

آپ نے حاضر میت پر نماز جنازہ پڑھائی (بدائع الصنائع ج 1 ص 312)
 معاویہ بن معاویہ مرنے کا جنازہ بھی حاضر تھا | امام ابن ہمام فتح القدیر میں کہتے ہیں کہ
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم تبوک میں تھے کہ آپ کے صحابی معاویہ بن معاویہ مدینہ طیبہ میں فوت
 ہو گئے۔ فرشتہ جبرائیل علیہ السلام حاضر ہوا اور عرض کی:

اتَّحِبُّ أَنْ أَطُوعَ لَكَ الْأَرْضَ فَتُصَلِّيَ عَلَيْهِ فَرَفَعَ كَهَ سَرِيرَةٍ فَصَلَّى عَلَيْهِ اِنْخ -
 یا رسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ زمین سمیٹ دوں اور آپ معاویہ کی نماز جنازہ نہیں
 تبوک میں پڑھا دیں تو فرشتے نے معاویہ کا جنازہ مدینہ طیبہ سے اٹھا کر حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کے سامنے تبوک میں پیش کر دیا پھر آپ نے اس پر نماز جنازہ پڑھی (فتح القدیر ج 1
 ص 452 - غلطی علی مرقا الفلاح ص 352 و طبقات ابن سعد وغیرہ)

شہدائے جنگ موتہ کے جنازے بھی مدینہ طیبہ میں حاضر تھے | امام غلطی لکھتے ہیں:
 وَمِثْلُ مَا ذَكَرَ يَقَالُ فِي صَلَاتِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى زَيْدِ بْنِ حَارِثَةَ وَ
 جَعْفَرِ بْنِ أَبِي طَالِبٍ حِينَ اسْتَشْهَدَ بِمَوْتِهِ قَالَ فِي الْبَحْرِ وَقَدْ اثْبَتَ كِلَا مَنْ
 الْأَوَّلَيْنِ بِاللَّيْلِ الْكَمَالِ (غلطی ص 352) جیسا کہ نجاشی و معاویہ کی نماز جنازہ
 غائب پر نہ تھی بلکہ ان کی نعشیں حاضر کر کے نماز پڑھی گئی تھی ایسے ہی شہدائے موتہ کی
 نماز جنازہ بھی ان کو مدینہ طیبہ میں سامنے رکھوا کر پڑھی گئی۔ امام کمال بن عطاء نے فتح
 القدیر میں اس مسئلہ کو خوب اچھی طرح ثابت کر دیا ہے۔

دیوبندیوں کا آخری بہانہ | مشہور ہے کہ "نیت بدرا بہانہ بسیار"۔ منکرین مستحبات ہر امر
 مستحب کو بدعت بنانے کے شوق میں بہانہ سازی کے بڑے ماہر و ماسٹر ہوتے ہیں۔ ایک مناظرہ
 میں اسی واقعہ جنگ موتہ کے متعلق ایک دیوبندی پھولوی نے کہا تھا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم ہر جگہ حاضر و ناظر ہیں تو شہدا کی نماز جنازہ وہیں میدان جنگ میں کیوں نہ پڑھائی اور ان کی
 نعشیں اپنے پاس کیوں منگوائیں؟ اس سے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں موتہ
 میں حاضر نہ تھے۔ بس وقتی کشف سے آپ کو موتہ دکھا دیا گیا جیسا کہ اس روایت کے الفاظ
 وَكَشَفَ لَهُ مَا بَيْنَهُ وَبَيْنَ الشَّامِ سے ظاہر ہے۔

جواب | الفاظ وَكَشَفَ لَهُ اِنْخ - سے مراد کشف توجہ ہے کشف علم نہیں۔ آپ کا
 انکشاف علمی تو دائمی تھا۔ دوسری حدیث اِنَّ اللَّهَ قَدْ رَفَعَ لِي الدُّنْيَا اِنْخ - جو کہ حقیقی ہی
 گزری ہے کی شرح میں امام زرقانی کہتے ہیں قَدْ رَفَعَ لِي اَظْهَرُ وَ كَشَفَ لِي الدُّنْيَا اِي
 أَحْطَتْ بِجَمِيعِ مَا فِيهَا اور حدیث کے الفاظ اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ کا قہرہ واضح بتا رہا ہے کہ
 یہ کشف محیط و دائمی تھا۔ دیکھو زرقانی ج 7 ص 203، نیز آپ کے رسالہ خدام الدین لاہور کے

لاہور حالہ کے مطابق حضور صلی اللہ علیہ وسلم اگر ہانس کنڈی میں بھی جلوہ گر اور مدینہ طیبہ
 میں بھی جلوہ گر اور دونوں جگہ موجود و حاضر تھے تو موتہ میں بھی اپنے معجزاتی وجود سے ظہور فرما
 کر نماز جنازہ پڑھا سکتے تھے۔ مگر نماز جنازہ باجماعت پڑھائی تھی۔ موتہ کے مجاہدین تو جنگ میں
 مصروف تھے۔ جماعت مدینہ طیبہ کے صحابہ کرام کے ساتھ کرائی تھی جو کہ حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم کی طرح معجزاتی حاضر و ناظر وجود کے ساتھ ہر جگہ ہر وقت حاضر و ناظر نہ تھے اس لئے شہدائے
 موتہ کے جنازے مدینہ طیبہ میں اٹھوا کر نماز جنازہ باجماعت پڑھا دی۔ معجزہ نبی علیہ السلام کا انکار
 اور پھر اس پر ہر کلمہ چینی، آپ کے دل آخر کیوں اس قدر خوف خدا و شرم محمد صلی اللہ علیہ وسلم
 سے خالی ہو گئے ہیں؟ باقی رہا کہ اس سے مسجد میں نماز جنازہ ثابت ہوتی ہے تَوْ لَوْ اَمِنَ التَّلَوِثُ
 لَمْ تُكْرَهْ عَلَيَّ سَائِرُ الْوُجُوهِ پڑھ لیجئے (مرقا الفلاح غلطی ص 380) تلوث کا خطر نہ ہو تو
 مسجد میں نماز جنازہ ہر طرح جائز ہے۔

اصل نمبر 23 حدیث نمبر 13 | محمد بن براء جلیل القدر صحابی تھے فوت ہوئے تو رات ہی میں
 دفن کر دیے گئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صبح کو ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور قبر پر ان کی
 نماز جنازہ پڑھی اور اس کے بعد دعا مانگی۔

ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ وَقَالَ اللَّهُمَّ اِنِّ طَلَحْتَ يَضْحَكُ السِّبْكَ وَ اَنْتَ تَضْحَكُ اِلَيْهِ (عون
 المعبود شرح ابوداؤد و مظاہر حق شرح مشکوٰۃ ج 5 ص 319 طبع کراچی) (یہی دعا ان کے لئے
 طبقات ابن سعد ج 4 ص 354 طبع بیروت میں بھی مذکور ہے) یعنی حضور صلی اللہ علیہ
 وسلم نے نماز جنازہ کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اے اللہ! طہ سے اس طرح
 مل کہ یہ تجھ سے مسکرائے اور تو اس سے مسکرائے۔

"مظاہر حق" اور "عون المعبود" دونوں دیوبندیوں کے نزدیک معتبر کتابیں ہیں۔ اس روایت سے
 اہل واضح ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ سے سلام پھیر کر دونوں ہاتھ مبارک
 اٹھا کر نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی۔ حدیث کا لفظ ثُمَّ رَفَعَ يَدَيْهِ ہے۔ جس کا معنی ہے پھر دونوں
 ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی یعنی نماز کے بعد دعا مانگی۔ اس سے منکرین دعا بعد نماز جنازہ کا یہ فریب بالکل
 ناظر ہو گیا کہ نماز جنازہ خود دعا ہے اور اس کے بعد دعا کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ جنازہ کے
 بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی ہی نہیں جاتی۔ وَاَمَلْنَا اِلَّا الْاِبْدَاحَ۔

دلیل نمبر 24 حدیث نمبر 14 | صحیح حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کی
 نماز جنازہ پڑھی اور اس کے لئے دعا کی - وَصَلَّى عَلَيْهِ وَ قَالَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْهُ وَ اَرْحَمْهُ وَ
 اَوْخِلْهُ جَنَّاتِكَ اے اللہ! اسے بخش دے اس پر رحم فرما اور اسے اپنی جنت میں داخل فرما۔
 (المطالع الفتح ج 2 ص 20)

صاحب سلطان الفتاۃ کہتے ہیں کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ منکرین دعا بعد نماز جنازہ کے لئے صاحب سلطان الفتاۃ کے الفاظ "حدیث صحیح میں ہے" چیلنج بھی ہیں اور قضائے مہرم بھی کیونکہ وہ اپنے خلاف ہر حدیث کو ضعیف بنانے کے گرد ہوتے ہیں اور یہ حدیث صحیح ہے۔
دلیل نمبر 25 حدیث نمبر 15 ایک صحابی نماز جنازہ کے بعد دعا کر رہا تھا تو سرور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اور دعا کر! تیری دعا قبول ہے"

والبدانة بالشاء و الصلوة على النبي صلى الله عليه وسلم سنة الدعاء تحصيلاً للاجابة و انه روى ان رسول الله عليه وسلم راى رجلاً فعلم هكذا بعد الفراغ من الصلاة فقال صلى الله عليه وسلم ادع فقد استجيب لك (عنايه شرح ہدایہ بر عاشر فتح القدیر ج 1 ص 461 طبع مصر)

نماز جنازہ میں پہلی تکبیر کے بعد ثا الہی اور دوسری تکبیر کے بعد درود شریف اس لئے مشروع ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگی جوتی ہے اور دعا کی قبولیت کے لئے سنت طریقہ یہ ہے کہ دعا سے پہلے حمد و ثناء اور درود شریف پڑھا جائے پھر دعا مانگی جائے۔ اور حدیث میں مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد ایک صحابی کو پہلے حمد الہی پھر درود شریف اور پھر میت کے لئے دعا مانگتے دیکھا تو فرمایا "تیری دعا قبول ہوگئی۔"

اس روایت کو صاحب عناہ شرح ہدایہ امام اکمل الدین محمد بن محمود بایرقي روى متوفى 786ھ نے اور صاحب کفایہ شرح ہدایہ سید جلال الدین کرانی نے بھی ذکر کیا ہے۔ مولوی محمد سعد اللہ لکھنوی ثم رام پوری نے بھی اپنے فتاویٰ سعدیہ ص 131 میں گو بوجہ سایہ نجدیت اسے اس دعا مانگنے والے کے ساتھ مخصوص بنا دیا ہے مگر کفایہ شرح ہدایہ میں اس روایت کو تسلیم کیا ہے۔ اس کی عبارت یہ ہے:

و حدیثی کہ از کفایہ بایں الفاظ منقول شدہ روى ان رجلاً فعلم هكذا بعد الصلوة فراه رسول الله صلى الله عليه وسلم وقال قد استجيب لك (فتاویٰ سعدیہ طبع بجنائی دہلی ص 131) یعنی کفایہ شرح ہدایہ سے جو حدیث منقول ہے کہ روایت ہے کہ ایک صحابی نے پہلے ثناء الہی پھر درود شریف پڑھ کر پھر دعا بعد فراغت از نماز جنازہ مانگی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اس طرح دعا بعد نماز جنازہ دیکھ کر فرمایا کہ تیری دعا قبول ہے۔

اس کے بعد مولوی محمد سعد اللہ صاحب حسب عادت منکرین دعا بعد نماز جنازہ حدیث نبوی میں ناجائز مداخلت کرتے ہوئے مرض نجدیت کے جراثیم یوں پھیلاتے ہیں کہ نماز جنازہ کے بعد دعا تو کفایہ شرح ہدایہ سے منقول اس حدیث سے ثابت ہے مگر ظاہراً مخصوص برائے مخاطب است و اللہ اعلم (فتاویٰ سعدیہ ص 131) یعنی یہ دعا بعد نماز جنازہ اور اس کا مقبول ہونا ظاہراً اسی صحابی کی

دعا کے ساتھ خاص ہے اور کوئی دعا نہیں کر سکتا (لاحول ولا قوۃ الا باللہ)

لئے آپ نے کسی حدیث سے جان چھڑانے کے بجوی بہانے۔ اس حدیث میں کون سا لفظ ہے جس سے ایسی دعا کی اسی دعا مانگنے والے کے ساتھ خصوصیت ثابت ہو رہی ہے۔ مولوی محمد اللہ کو کوئی الہام ہو گیا یا لک کے ضمیر خطاب سے اسے ظاہراً مخصوص بہ مخاطب بنا بیٹھے؟ یہ ہے کہ ضد میں عقل کی بھی چھٹی ہو جاتی ہے۔ کیا مفتی صاحب ایسے عالم تھے کہ عنایہ میں اس الفاظ سنة الدعاء تحصيلاً للاجابة اور پھر فعل هكذا نظر نہیں آئے۔ یا اس کا مفہوم سمجھنے سے ہی قاصر تھے۔ روایت کا صاف مطلب ہے کہ اس شخص نے چونکہ دعا سے پہلے سنت تحویل اجابت دعا ثناء الہی و درود شریف پڑھ کر دعا مانگی تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس طرح دعا کرنے سے تیری دعا قبول ہوگئی۔ صاحب عناہ و کفایہ یہی بتا رہے ہیں کہ دعا کی قبولیت کے لئے یہ سنت دعا ثناء الہی و درود و نماز جنازہ کے اندر بھی اسی لئے جاری کی گئی ہے کہ دعا قبول ہو اور اس کی دلیل یہ دے رہے ہیں کہ ایک صحابی نے بعد نماز جنازہ ہکذا یعنی اسی طریقہ سے کہ پہلے حمد الہی اور درود شریف پڑھ کر میت کے لئے دعا کی تھی تو اسے قبولیت دعا کا مژدہ دے دیا گیا تو حدیث مذکور میں قبولیت دعا کی خصوصیت کا اس صحابی سے قطعاً کوئی تعلق نہیں بلکہ خصوصیت قبولیت کا تعلق فعل هكذا سے ہے۔ مفتی صاحب 1294ھ میں آج سے 123 سال پہلے فوت ہو چکے ورنہ ہم ان سے ان کے فقرہ "ظاہراً مخصوص برائے مخاطب است" کا سارا ظاہر باطن پوچھ لیتے اور اس دھکا شابی کی وجہ خصوصی بھی ان سے دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ ان سے حدیث حضرت معاذ بن جبل کے کشف اسرار بھی کرا لیتے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب حضرت معاذ بن جبل کو عالم یمن بنا کر روانہ فرما رہے تھے تو ان سے دریافت فرمایا کہ فیصلے کس سے کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن مجید سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر قرآن شریف میں تمہیں سمجھ نہ آئے تو پھر کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کی سنت سے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میری سنت سے بھی سمجھ نہ آیا تو پھر کیا کرو گے۔ انہوں نے کہا کہ اجتہاد بآرائی پھر میں اپنی رائے سے اجتہاد (قیاس) کر کے فیصلے کروں گا۔ اس پر آپ نے خوش ہو کر فرمایا الحمد للہ۔ الخ۔ (مسند امام احمد وغیرہ نور الانوار ص 224)

معاذ کے جملہ اجتہاد برائیں کو جملہ علمائے امت نے سرچشمہ جواز اجتہاد و قیاس قرار دیا ہے کہ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسے مسائل میں جن کا حکم کتاب و سنت دریافت نہ ہو، رائے سے اجتہاد کرنے کی اجازت فرمائی۔ لہذا اب تا قیامت بشروط معتبرہ

ایسے مسائل میں جو کتاب و سنت سے دریافت نہ ہوں مجتہدین کو اجتہاد و قیاس سے فیصلہ کرنے کی اجازت ہے۔

مفتی سعد اللہ والا قانون ناموں بلا قرینہ خصوصیت ہر جگہ چالو کر دیا جائے تو جس طرح حدیث مذکور میں لکک ضمیر خطاب ہے اسی طرح حدیث معاذ بن جبل میں پرائی میں یا ئے متکلم ہے تو جس طرح مفتی صاحب دعا کو اس صحابی سے خاص کر کے دوسرے لوگوں کے لئے دعا کو کمزور کہہ کر دعا بعد نماز جنازہ کا تیا پانچہ کر رہے ہیں اسی طرح اجتہاد و قیاس کو بھی حضرت معاذ سے خاص کر کے تمام ائمہ مجتہدین و تمام فقہ ائمہ اربعہ کا تختہ نکال کر میدان صاف کر دیں۔

بہر حال حدیث مذکور میں بغیر کسی شخص کی خصوصیت کے مطابق سنت اجابت دعا نماز جنازہ کے بعد دعا یا تکنا ثابت ہے اور مفتی صاحب مذکور کا اس صحابی کی دعا کو بعد نماز جنازہ تسلیم کر لینے کے بعد اس کی خصوصیت کا دعویٰ محل نظر و باطل و مردود ہے۔

دلیل نمبر 26 حدیث نمبر 18 صحابہ کرام نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے تھے | وَلَنَا مَرْوِي عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا - ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا فَاتَهُمَا الصَّلَاةُ عَلَى جَنَازَةٍ فَلَمَّا حَضَرَ أَمَّا زَادَا عَنِ الْأَسْتِغْفَارِ لَهُ (مبسوط امام سرخسی ج 2 ص 67 طبع مصر) (بدائع الصنائع ج 1 ص 31) یعنی ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن عمر یہ دونوں جلیل القدر صحابی ایک جنازہ کی نماز جنازہ ہو جانے (سلام پھیرنے) کے بعد پچھتے تو انہوں نے اس کے لئے صرف دعا کی۔

اس حدیث سے دو مسئلے معلوم ہو گئے:

نمبر 1۔ یہ کہ صحابہ کرام ایک دفعہ نماز جنازہ ہو چکنے کے بعد دوبارہ نماز جنازہ نہیں پڑھتے تھے۔

نمبر 2۔ یہ کہ نماز جنازہ کے بعد وہ دعا مانگتے تھے۔

اس حدیث میں بعد نماز جنازہ ثابت دعا کے لئے متکین دعا کا یہ فریب بھی نہیں چل سکتا کہ اس سے مراد نماز جنازہ کے اندر والی دعا ہے کیونکہ یہ دونوں حضرات تو نماز جنازہ میں شامل ہی نہیں ہو سکے تھے۔ اور نہ ہی اس سے جنازہ اٹھانے کے بعد کوئی دعا مراد ہو سکتی ہے کیونکہ راستہ میں اگر اور دعا کر کے جنازہ کو چھوڑ کر واپس چلے جانا بھی ایسے بزرگوں کی شان کے لائق نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس سے دفن کے بعد والی دعا مراد ہو سکتی ہے کیونکہ دفن کے بعد دعا مانگ کر تو سب لوگ اکٹھے واپس ہوتے ہیں صرف ان دونوں کی دعا کا کوئی مفہوم نہیں ہو سکتا۔ ہاں نماز جنازہ کے بعد دوسرے نماز پڑھنے والوں کی دعا میں شامل ہو کر بعض نمازی عام اجازت ہو جانے کے بعد ان کے ساتھ صرف دعا مانگ کر گھروں کو چلے جاتے ہیں

دلیل نمبر 27 حدیث نمبر 17 | عَنْ نَافِعٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ إِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَقَدْ

الْحَبْرُ الْبَرُّ النَّقِيُّ ذِيلُ السِّنِّ الْبَسِيقِي ج 4 ص 48) حضرت نافع سے روایت ہے کہ ان کے والد حضرت عبداللہ بن عمر جب بھی کسی ایسے جنازہ پر جاتے کہ نماز پہلے پڑھی جا چکی ہوتی تو نماز جنازہ کے بعد دعا مانگتے اور صرف اسی پر کفایت کرتے۔ نماز جنازہ دوبارہ نہ پڑھتے تھے اور واپس ہو جاتے تھے۔

حدیث اس مسئلہ میں صریح ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا سنت صحابہ ہے بلکہ یہ ان کی اپنی عادت تھی۔ اس حدیث میں الفاظ اِذَا انْتَهَى إِلَى الْجَنَازَةِ وَقَدْ صَلَّيْتَ عَلَيْهِ میں حرف اذا تحریر اور واؤ حالیہ اس پر واضح دلیل ہیں۔ اس فقرہ میں واؤ حالیہ گو نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کے بعد سے ہر وقت کو شامل ہے مگر اللہ تعالیٰ عقل کی رتی بھی دے دے تو جنازہ میں شامل ہو کر واپس ہونے والوں کی عادت جاریہ بتاتی ہے کہ معذوری یا کسی مصروفیت کی وجہ سے قبرستان تک نہ جانے والے لوگ یا تو نماز جنازہ کی دعا کے بعد جنازہ اٹھاتے ہی واپس ہو جاتے ہیں اور یا پھر نماز کرنا کر اٹھتے واپس آتے ہیں۔ یہاں دَعَا وَ انْصَرَفَ صیغہ واحد ہے جو بتا رہا ہے کہ نماز جنازہ کے ساتھ والی دعا میں ہی شامل ہو کر آپ اکیلے بوجہ معذوری ضعف واپس آ جاتے تھے۔ تو دعا نہ نماز کے اندر والی ہو سکتی ہے اور نہ ہی بعد دفن والی۔ اور امام بیہقی کے ”باب الصلوة علی القبر“ کا جواب بھی اختلاف کی طرف سے دعا متصل نماز جنازہ پڑھ کر واپس ہو جانے سے لایا ہوا ہے کہ عبداللہ بن عمر تو جنازہ گاہ میں ہی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگ کر واپس آ جاتے تھے قبر پر نماز جنازہ پڑھنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ صاحب الجوہر النقی علامہ علاؤ الدین حنفی اس روایت سے یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ”نیت بدرا بمانہ بسیار“ کا ہمارے پاس کوئی علاج نہیں۔ دلیل نمبر 28 حدیث نمبر 18 | حضرت امیر المومنین علی رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگی۔ عمر بن سعید سے روایت ہے کہ حضرت علی نے یزید بن کفعمل پر نماز جنازہ پڑھی۔ امام بیہقی کہ اس کی چارپائی کے پاس آئے اور دعا کی:

قَالَ صَلَّيْتُ مَعَ عَلِيٍّ عَلَى يَزِيدَ بْنِ الْمُكَنَّفِ فَكَبَّرَ عَلَيْهِ أَرْبَعًا ثُمَّ مَشَى حَتَّى أَتَاهُ فَقَالَ اللَّهُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدِكَ قَاضِيكَ ذَنْبَهُ وَوَسَّيْكَ مَذْخَلَهُ (الح) (مصنف ابن ابی شیبہ ج 3 ص 331 طبع کراچی) یعنی نماز سے سلام پھیر کر حضرت علی پھر چلے حتیٰ کہ اس نیت کے پاس آئے اور کہا (دعا کی) اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے۔ اسے بخش دے اور اس کی قبر کھول دے۔

حرف ظاہر ہے کہ حضرت علی نے نماز جنازہ کے بعد دعا کی۔ کیونکہ مَشَى إِلَيْهِ اس کی طرف چلنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے نماز کے اندر کوئی بھی نہیں چل سکتا اور نہ ہی دفن کے بعد چلنا تصور ہو سکتا ہے۔ کیونکہ اس وقت تو سب قبر کے اوپر موجود ہوتے ہیں۔ البتہ نماز کے وقت

اگر حضرت علی مقتدی تھے تو میت اور امام سے پچھلے مقتدیوں کا فاصلہ ظاہر ہے اور امام تھے تو بھی چار پانچ فٹ کا فاصلہ ہوتا ہے۔ وہابیوں دیوبندیوں نے نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کی اگر قسم اٹھا رکھی ہے تو اس کا علاج ہمارے پاس کوئی نہیں ہے۔

دلیل نمبر 29 حدیث نمبر 19 | عن عائشہ زوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہا اُمرّت ان یمُرَ علیہا سعد بن ابی وقاص فی المسجد حین مات لِتَدْعُوْهُ (موطا امام مالک ص 21 طبع کراچی) ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ عنہا نے صحابہ کو کہا کہ وفات کے بعد سعد بن ابی وقاص کا جنازہ مسجد میں سے گزارا جائے تاکہ عائشہ سعد کے لئے دعا کریں۔ صحیح مسلم ج 1 ص 313 میں بھی اس سے ملتی جلتی روایت عبداللہ بن زبیر سے موجود ہے۔ مسلم کی روایت میں عائشہ کی بجائے ازواج النبی اور لندعولہ کی بجائے فیصلین علیہ کے الفاظ ہیں مطلب ایک ہی جنازہ پر دعا مانگنے کا ہے۔

ام المؤمنین عائشہ و دوسری امہات المؤمنین ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد کا جنازہ مسجد میں سے گزارنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ ان کے حجروں کے دروازے مسجد میں کھلے تھے اور وہ سب حضرت سعد کے جنازہ کے لئے دعا کرنا چاہتی تھیں۔ بہر حال اس حدیث سے مندرجہ ذیل مسائل حل ہو گئے:

نمبر 1 نماز جنازہ کے بعد دعا کی بڑی اہمیت ہے۔ امہات المؤمنین جو کہ سب سے زیادہ نیکی شناس اور فیضان قرب نبوی سے منور تھیں نے بعد غسل و نماز جنازہ حضرت سعد کا جنازہ مسجد میں بلوایا تاکہ بعد نماز جنازہ اس پر وہ بھی دعا کر لیں۔

نمبر 2 نماز جنازہ کے بعد دعا صحابہ کرام و امہات المؤمنین کے نزدیک امر محبوب و مستحب و مفید میت ہے۔ صحابہ کرام نے جنازہ لا کر رکھا۔ امہات المؤمنین نے دعا کی۔ کسی صحابی نے اس پر اعتراض نہیں کیا کہ نماز جنازہ تو خود دعا ہے جو ایک دفعہ ہو چکی اب دعا کی کیا ضرورت ہے۔ جیسا کہ آج کل کے دیوبندی مولوی کہہ رہے ہیں۔

دیوبندی فریب | بہانہ اور اعتراض کے ہاتھ بھی برسے لمبے ہوتے ہیں۔ ہر بات پر اعتراض کرنا بڑا آسان ہوتا ہے۔ منکرین دعا بعد نماز جنازہ نے چونکہ ہر صورت کوئی دلیل بھی نہیں مانی اس لئے ہو سکتا ہے ہی نہیں بلکہ ضرور وہ یہ شوشہ پھوڑیں گے کہ ہو سکتا ہے کہ امہات المؤمنین نے نماز جنازہ سے پہلے یہ دعا مانگی ہو۔ تو بعد نماز جنازہ یہ دعا کیسے ثابت ہو گئی؟

جواب | ہم نے بھی تہیہ کر رکھا ہے کہ ان کے دہل و فریب کی جڑ اکھیر کر ہی ان کی خدمت کریں گے۔ تو نماز جنازہ سے پہلے یہ دعا ہونے کا یہ بہانہ بھی سراسر جہالت و غباوت ہے۔ حضرت سعد کی وفات مدینہ طیبہ سے 10 میل دور بمقام عقیقین ان کے مکان میں ہوئی۔ وہاں سے

کا جنازہ مدینہ طیبہ لایا گیا۔ 55ھ میں اس وقت کے والی مدینہ طیبہ مروان بن حکم نے پہلے ان کا جنازہ پڑھی۔ پھر امہات المؤمنین نے ان کا جنازہ مسجد نبوی میں منگوا کر بعد نماز جنازہ ان کے لئے دعا کی۔ امام ابن جوزی لکھتے ہیں:

مات سعد فی قصرہ بالعقیق علی عشرة امیال من المدینہ فحمل علی رقاب الرجال الی المدینہ و صلی علیہ مروان بن حکم و هو یومئذ والی المدینہ ثم صلی علیہ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی حجرہن و دفن بالبقیع الخ (مفت العفو ج 1 ص 140 طبع حیدر آباد دکن) حضرت سعد مدینہ سے دس میل دور بمقام عقیقین اپنے مکان میں فوت ہوئے تو لوگ انہیں گردنوں پر اٹھا کر مدینہ لائے والی مدینہ مروان بن حکم نے ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے اپنے حجروں میں دعا کی اور جنت البقیع میں دفن ہوئے (یہی مضمون صفحہ العفو کے حوالے سے امام محب طبری کی ریاض النضر فی مناقب العشرۃ المبشرۃ ج 2 ص 333 میں بھی موجود ہے)

اب تو ثابت ہو گیا کہ دعا بعد نماز جنازہ صحابہ کرام و امہات المؤمنین کے نزدیک محبوب و مستحب ہے۔ ایک اور چکر | پھر باز آدمی ہر چکر چلاتا ہے۔ ممکن ہے کہ کوئی منکر یہ کہہ دے کہ امہات المؤمنین نے تو نماز جنازہ نہیں پڑھی تھی اس لئے بعد نماز جنازہ دعا کر لی۔ جو شخص نماز جنازہ پڑھ لے اس کے لئے دوبارہ دعا کرنا منع ہے۔

جواب | یہ بھی تمہارا سراسر جھوٹ ہے۔ ابھی دلیل نمبر 28 میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ حضرت علی نے یزید بن کلف کی نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد حضرت علی نے ہی اس کی دعا کی کہ پاس کھڑے ہو کر اس کے لئے دعا بھی مانگی۔ ہر بیگانہ نماز فرض کے التحیات کے بعد رَبَّنَا آتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَۃً کی دعا مانگ کر سلام کے بعد پھر دوبارہ دعا کیوں مانگتے ہو؟ اور نماز جنازہ میں دعا مانگ کر بعد دوبارہ دعا پر یہ پابندی کیوں؟ شریعت محمدیہ میں دعا پر دعا مانگنے پر کوئی پابندی نہیں۔ تم کون ہو پابندی لگانے والے؟ باقی رہا بعض فقہاء کی عبارات میں لَا تَدْعَا دَعَا مَرَّةٍ کہ وہ ایک دفعہ دعا کر چکا اس کا صحیح مطلب بھی ہم فقہاء کی عبارات کی وضاحت کے بیان میں عنقریب ہی واضح کرنے والے ہیں۔ انتظار کیجئے۔

دلیل نمبر 30 حدیث نمبر 20 | و عبد اللہ بن سلام فانتہ الصلوۃ علی جَنَازَۃِ عُمَرَ مَا حَضَرَ قَالَ اِنْ سَبَقْتُمُوْنِیْ بِالصَّلٰوۃِ عَلَیْہِ فَلَا تَسْبِقُوْنِیْ بِالْاَدْعَاۃِ (مبسوط سرخسی ج 2 ص 67 طبع مصر و بدائع الصنائع ج 1 ص 311 طبع مصر) حضرت عبداللہ بن سلام امیر المؤمنین حضرت عمر کی نماز جنازہ سے رہ گئے۔ پہنچے تو سلام پھر چکا تھا۔ تو آواز دی کہ تمہو نماز تم نے پہلے

محقق عالم دین ایک حرام فعل کو حدیث نبوی پر کیسے محمول کر سکتا تھا۔ اس سے صاف معلوم کہ بعد نماز جنازہ فاتحہ خوانی و دعا ہرگز ہرگز بدعت نہیں بلکہ حدیث نبوی کی ایک صحیح توجیہ مطابق محبوب نبوی و امر مستحب ہے۔

دلیل نمبر 32 | فقہ حنفی کی معروف کتاب النہ الفائق شرح کنز الدقائق کے حوالہ

زاد الآخرۃ میں ہے: بعد سلام بخواند اللہم لا تحرمنا اجرہ ولا تعذبنا بعقلہ واعف عننا وکلمہ (البحر الذخائر) نماز جنازہ کے سلام کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اے اللہ ہمیں اس کے ثواب سے محروم نہ رکھ اور اس کے بعد ہمیں ہر قسم کے فتنہ سے محفوظ فرما اور اس کو بخش دے۔

دلیل نمبر 33 | مولوی فتح محمد صاحب برہان پوری دیوبندی جماعت کے نزدیک معتد علیہ ہیں۔ 1061ھ میں انہوں نے مسائل فقہ میں "مفتاح الصلوٰۃ" لکھی ہے۔ وہ کہتے ہیں:

مسئلہ - وہوں از نماز فارغ شوند - مستحب است کہ امام یا صالح دیگر فاتحہ و بقرہ تا مظلون طرف سر جنازہ و خاتمہ بقرہ یعنی آمن الرسول طرف پائیں بخواند کہ در حدیث وارد است - و در بعضی احادیث بعد از دفن واقع شدہ - ہر دو وقت کہ میسر شود مجوز است - (مفتاح الصلوٰۃ ص 112 طبع مطبع ہندوستان لاہور)

مسئلہ - جب نماز جنازہ سے فارغ ہوں تو مستحب ہے کہ امام یا کوئی اور نیک آدمی سورہ فاتحہ و سورہ بقرہ تا مظلون جنازہ کے سر کی طرف اور سورہ بقرہ کا آخری رکوع یعنی آمن الرسول جنازہ کی پائنتی کی طرف پڑھے کیونکہ یہ عمل حدیث نبوی سے ثابت ہے۔ بعض احادیث میں یہ سور فاتحہ و سورہ بقرہ کا اس طرح پڑھنا میت کے دفن کے بعد بھی آیا ہے۔ ان دونوں میں سے جس وقت فاتحہ وغیرہ پڑھے درست ہے۔

پڑھ لیا آپ نے کہ برہان پوری صاحب گیارہویں صدی ہجری میں آج 1417ھ سے چار سو سال پہلے جب کہ سرزمین ہند میں وہابیت دیوبندیت کا نام و نشان تک بھی نہ تھا بعد نماز جنازہ فاتحہ خوانی (دعا بعد نماز جنازہ) کو حدیث نبوی کے حوالہ سے مستحب لکھ رہے ہیں۔ دیوبندی یہ کہہ نہیں کہہ سکتے کہ اس سے مراد دعا صرف بعد دفن ہے۔ کیونکہ وہ دونوں وقت بعد فراغت از نماز جنازہ یعنی نماز جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد متصل بھی اور بعد دفن بھی دونوں وقتوں کا نام لے کر فاتحہ خوانی و قرات قرآن کے استحباب کی تصریح کر رہے ہیں۔

دلیل نمبر 34 | عارف صدائی قطب رہانی امام عبد الوہاب شعرانی مسئلہ تعزیت میت کے متعلق ائمہ مجتہدین کے اقوال کہ "تعزیت دفن سے پہلے سنت ہے یا بعد دفن بھی سنت ہے" نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

من ذلک قول ابی حنیفۃ ان التعزیزۃ سنۃ قبل الدفن لا بعدہ وہ قال الثوری مع قول الشافعی و احمد انها تسن قبلہ و بعدہ الی ثلثۃ ایام فالاول مخفف والثانی مشدد من حیث التعزیزۃ بعد الدفن مخفف من حیث امتدادہا ثلثۃ ایام فرجع الامر الی مرتبۃ العیزان الخ (المیزان الکبری الشرح ج 1 ص 210) ایک ہی مسئلہ میں ائمہ مجتہدین کے درست مختلف اقوال میں سے تعزیت کے بارے میں بھی ان کے مختلف اقوال ہیں کہ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں "تعزیت دفن سے پہلے یعنی نماز جنازہ کے بعد ہی وارثان میت کو صبر کی تلقین اور میت کے لئے دعا کر کے کر لینا سنت ہے" اور امام ثوری بھی یہی کہتے ہیں۔ اسی کے بارے میں امام شافعی اور امام احمد کا قول ہے کہ "تعزیت و دعا نماز جنازہ کے بعد سے تین دن تک سنت ہے"۔ پس امام ابو حنیفہ و امام ثوری کا قول آسانی پر مبنی ہے اور امام شافعی و امام احمد کا قول وارثان میت کے لئے تو قات ہے کہ وہ تین دن تک تعزیت کرنے والوں کے لئے گھر پر رہیں مگر تعزیت کرنے والوں کے لئے آسانی پر بھی مبنی ہے کہ کوئی شخص جو بوجہ کسی مصروفیت نماز جنازہ میں شامل ہو کر بعد نماز جنازہ تعزیت و دعا نہیں کر سکا وہ تین دن تک کسی بھی وقت وارثان میت کے پاس جا کر تعزیت و دعا کر لے۔

اپنے اپنے لحاظ سے سب اماموں کے اقوال درست ہیں اور شریعت کے ترازو پر بالکل شریعت کے مطابق ہیں۔ استعداد کے مطابق جو تخفیف و آسانی پر عمل کرے وہ بھی درست اور جو تشدید عمل کر سکتا ہے تو تشدید بھی درست ہے۔

عبد الوہاب شعرانی جلال المحدثین امام سیوطی کے شاگرد اور علمائے محدثین میں قطب العلماء صدیقین سے ہیں۔ پوری ائمہ مسلمہ کے نزدیک اللہ و معتد علیہ فی نقل المذاهب ہیں۔ امام ابو حنیفہ سے قبل دفن تعزیت کے مسنون ہونے سے واضح ہے کہ میت کی وفات سے دفن تک نماز جنازہ سے پہلے ہو یا بعد نماز کے متصل ہو یا دیر سے ہر وقت تعزیت کرنا سنت ہے۔ اپنی طرف سے خانہ ساز حنفیت وضع کر کے نماز جنازہ کے بعد متصلاً دعا و تعزیت سے منع صرف جہالت ہی میں افترا علی المذہب بھی ہے۔ اس عبارت کو حضرت مولانا مفتی احمد یار خان گجراتی نے بھی کتاب "جاء الحق" میں نقل کیا ہے۔ جس پر حسب عادت ثانیہ ایک دیوبندی مولوی رشید ارشد نے بولائی واپسی اعتراضات کئے ہیں (دیکھو اس کا رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا" ص 127 وغیرہ) ہم اس کے دہل و فریب کا بیخ کنی بھی کئے دیتے ہیں۔

خلاصہ نمبر 1 | اس عبارت میں جب امام ابو حنیفہ کے نزدیک تعزیت دفن سے پہلے سنت ہے تو پھر بریلوی سنی نماز جنازہ کے بعد میت کے دوبارہ میت والے گھر جا کر دعا

کیوں مانگتے ہیں؟ اور تیسرے روز قل خوانی کیوں کرتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

نمبر 2۔ امام شعرانی کی عبارت مذکورہ کے بعد وجہ تعزیت قبل الدفن کے بیان میں عبارت ہے

أَنَّ بَشَلَةَ الْحَزَنِ إِنَّمَا نَكُونُ قَبْلَ الدَّفْنِ يَتَعَزَّى وَيُذْعَى لَهُ بِتَخْفِيفِ الْحَزَنِ يَعْنِي
امام ابو حنیفہ کا تعزیت قبل دفن سنت کتنا اس لئے ہے کہ زیادہ غم دفن سے چلے ہی ہوتا
ہے اس لئے تعزیت دفن سے پہلے ہی مسنون ہے تاکہ اس کا غم ہلکا ہو۔

نمبر 3۔ مفتی صاحب گجراتی نے یہی لہ کو یہ قول لکھا ہے یہ عبارت غلط اور یہی لہ سے مراد
میت کے لئے دعا کرنا نہیں بلکہ میت کے وارثوں کے لئے دعا کرنا مسنون ہے وغیرہ وغیرہ۔

جواب | ”یہ قول“ اور ”یہی لہ“ کتابت اور نسخوں کا فرق ہے۔ میں نے آپ کے نسخے کے
مطابق ہی نقل کر دیا ہے لہ دونوں میں ہے۔ یہ ضمیر کس طرف لوتی ہے؟ آپ میت کے وارث
کی طرف لوٹا کر دعا وارث کے لئے جاتے ہیں اور حضرت مفتی صاحب میت اور وارث دونوں کی
طرف اور بعض صرف میت کی طرف لوٹاتے ہیں کہ دونوں کے لئے دعا مانگئے وارث کے لئے دعا
کی دعا کرے اور میت کے لئے بخشش کی دعا کرے اور اغلب میت کے لئے دعا کرنا ہی ہے۔
آپ کا مقصد صرف میت کے لئے دعا سے بھاگنا ہے تو آئیے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم کے عمل سے فیصلہ کر لیتے ہیں کہ تعزیت کے موقع پر آپ نے میت کے وارثوں کے لئے
دعا فرمائی یا میت کے لئے دعا ہے مغفرت فرمائی؟

حضرت ماعز اسلمی کی حد میں وفات کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ماعز کے وارثوں کے
گھر دوسرے یا تیسرے روز (شک من الراوی) تعزیت کے لئے تشریف لے گئے تو فرمایا
رَأَيْتُمْ غُفْرًا لِمَاعِزٍ بَنِ مَالِكٍ مَاعِزُ كَيْفَ لَمْ يَكُنْ يَدْعُو لِي؟ ظاہر ہے کہ یہاں صرف میت
کے لئے دعا فرمائی لہذا مولوی عبدالرشید کا یہ سارا گورکھ دھند کہ میت کے لئے دعا نہیں ہوا
غشورا ہو گیا (دیکھو صحیح مسلم شریف ج 2 ص 88 کتاب اللہ و باب عد الزنا) باقی رہا کہ جب دفن
سے پہلے دعا کر لینا ہی سنت ہے تو پھر میت والوں کے گھر جا کر دوبارہ دعا اور قل خوانی
کیوں کرتے ہو؟ تو یہی روگ ہے جس نے دیوبندیوں کو تباہ کر دیا ہے کہ سنت کے بعد مستحب یا
مباح و جائز ان کے جغرافیہ میں ہی نہیں۔ حالانکہ روزانہ کتب فقہ میں یَسْتَحِبُّ اور يَسْتَحَبُّ
اور يَجُوزُ پڑھا کر اور ان کا باہمی فرق جان بوجھ کر سنت کے بعد صرف بدعت کا ٹیپ لگا کر
جارے ہیں۔ قبل از دفن دعا سنت اور بعد از دفن بھی سنت حضرت امام ابو حنیفہ اور امام شافعی
ہر دو کا قول درست۔ اول آسانی پر اور دوسرا ضرورت پر محمول ہے۔ امام اعظم کے نزدیک قبل از
دفن سنت ہونے سے بعد حرام یا بدعت ہونا لازم نہیں آتا بلکہ بعد بھی مستحب اور مباح و جائز

اور دوسرے یا تیسرے روز قل خوانی و ایصال ثواب و دعائے مغفرت کی اصل بھی حضرت
امام کے واقعہ دوسرے یا تیسرے روز میت کے وارثان کے گھر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ
سلم کے دعا مانگنے سے ثابت ہو گئی کہ یہ تعزیت بھی ہے اور سنت بھی اور فقہانے بھی تعزیت
کے لئے یہ دعا لکھی ہے۔

وَسْتَحَبَّ أَنْ يَقَالَ لِصَاحِبِ التَّعْزِيَةِ غُفْرَ اللَّهُ تَعَالَى لِمَيْتِكَ وَتَجَاوَزَ عَنْهُ وَ
عَمَلُهُ بِرَحْمَتِهِ وَرِزْقِكَ الصَّبْرُ عَلَى مُضِيبَةِ الْخَلْقِ - (فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 177)
مستحب یہ ہے کہ تعزیت والے سے یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے متوفی کو بخش دے اس
کے گناہوں سے درگزر فرمائے اور اسے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے اور تجھے اس مصیبت
سہرے۔

سنت میں دونوں کے لئے دعا کا استحباب ثابت اور متصل یا منفصل کی ممانعت کی دیوبندی خانہ
قید باطل و میت کے لئے دعا نہ کرنے کی تخصیص مردود ہے۔

الحال نمبر 35 | خود دیوبندیوں کے سب سے بڑے مفتی محمد کفایت اللہ صاحب دہلوی یہی فتویٰ
دے ہیں کہ:

سب اس کا انتقال ہو جائے تو اس کے لئے مغفرت کی دعا کرے۔ اس کے بعد جنازے کی
نماز پڑھے۔ اس کے بعد دفن تک اور پھر اپنی زندگی تک میت کے لئے دعا کرتا رہے۔
الخ (خیر السالطین حکم الدعاء بالموات ص 19 طبع 1336ھ دہلی)

اس عبارت سے نماز جنازہ کے بعد دفن تک کا لفظ عام ہے اور نماز جنازہ کے بعد متصل دعا مانگنے
کی صریح اجازت ہے اور منقطع بھی ایسی کوئی قید نہیں کہ نماز کے بعد منقطع دعا نہ مانگے۔ نماز
سے پہلے مانگ سکتا ہے یا نماز جنازہ کے بعد کچھ دیر توقف کرے، بالکل وہی مضمون ہے جسے
امام عبدالوہاب شعرانی سے نقل کر چکے ہیں۔ لہذا نماز جنازہ کے متصل دعا مانگنا خود دیوبندیوں
کے گھر کے فتویٰ سے جائز ہے: میزان عدل چاہئے اور انصاف۔ ہر صورت مسلک اہل سنت ہی
سنت و صحیح ہے کہ جب دعا ہر وقت جائز ہے تو نماز جنازہ کے بعد متصل کیوں ممنوع ہے؟

الحال نمبر 36 | بیہیہ بی مضمون شیخ نورالحق صاحب محدث دہلوی شیخ عبدالحق محدث
ان لکھتے ہیں:

فاتحہ و دعا برائے میت پیش از دفن درست است و ہمیں است روایت معمول۔ کذا فی
خلاصۃ الفقہ (فتاویٰ رشیدیہ ج 4 بحوالہ کشف الغطاء) دفن سے پہلے فاتحہ خوانی و دعا درست
ہے اسی روایت پر عمل بھی ہے۔

الحال نمبر 37

و تصدق نمودن و خواندن قرآن مجید برائے میت و دعا کردن در حق او قبل برداشتن جنازہ پیش از دفن سبب نجات از اہوال آخرت و عذاب قبر است - (دلیل الخیرات ص 128)
دفن سے پہلے جنازہ اٹھانے سے پہلے - کوئی شے صدقہ کرنا اور قرآن مجید پڑھنا اور میت کے لئے دعا کرنا آخر کی ہولناکی اور عذاب قبر سے نجات کا باعث ہے -

دلیل نمبر 38

و یستحب ان یعلم جبرائیل و اسحاق و حتی یثودوا حقہ بالصلوۃ علیہ والدعاء
لہ کذا فی الجوہرۃ النیرۃ (فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 51 طبع کان پور) مستحب ہے کہ
جب کوئی آدمی فوت ہو جائے تو اس کے پیڑھیوں اور دوستوں کو اس کی وفات کی اطلاع
دی جائے تاکہ وہ اس کی نماز جنازہ پڑھ کر اور اس کے لئے دعا کر کے اس کا حق ادا کریں -
یہاں بھی متصل یا قبل نماز جنازہ یا بعد نماز جنازہ دعا کی کوئی قید نہیں کیونکہ فقہاء کے نزدیک دعا ہر
وقت جائز ہے تو بعد نماز جنازہ متبعہ دعا سے منع کرنا بلا دلیل ہے اور دیوبندیوں کا خانہ ساز قانون
ہے جو کہ مردود ہے -

دلیل نمبر 39

عبد اللہ بن عباس سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن
علی الجنائزۃ بفاتحة الكتاب (مشکوٰۃ ص 148) کی شرح میں دیوبندیوں کے معتمد علیہ مولوی
قطب الدین صاحب مظاہر حق شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں کہ سورہ فاتحہ کا پڑھنا محتمل ہے -
جیسا کہ حدیث ابن عباس میں گزرا یا جنازہ پر بعد از نماز کے یا پہلے نماز - قصد تحرک پڑھی ہو -
مولوی قطب الدین صاحب کے الفاظ "بعد از نماز" غور سے پڑھئے اور پھر دیوبندیوں کی قید
"متصل" کا تماشا کیجئے -

دلیل نمبر 40

وفی نافع المسلمین رجل رفع یدیه بدعاء الفاتحة للمیت قبل الدفن جائز
(الجواہر النقیس ص 131) نافع المسلمین میں ہے کہ جو آدمی دفن سے پہلے میت کے لئے ہاتھ
اٹھا کر فاتحہ خوانی و دعا کرے جائز ہے -

اب ہم اصغر و اکبر و علما مصنفین کتب مسائل فقہ کی کتب کے بحر ذخار میں سے صرف چند حوالہ
جات بطریق عموم یا خصوص اثبات استحباب و جواز دعا بعد نماز جنازہ دیوبندیوں کے چلہ کا حساب
پورا کرتے ہوئے صرف چالیس دلائل پر اکتفا کرتے ہیں - کیونکہ "حافل را اشارہ کا نیست" اور
اب دیوبندیوں کے دلائل منع دعا بعد از نماز جنازہ کی دھوکہ منڈی کا دیوالہ ٹٹکتے ہوئے آپ کی
اپنی آنکھوں سے دکھاتے ہیں کہ یہ لوگ کس قدر چالاک مداری کی طرح فقہاء کی عبارات سے
کس طرح اپنے تماشاہوں کی آنکھیں بند کر کے اپنے ہاتھ کی صفائی دکھاتے ہیں اور عربی علوم

سلامت فقہاء سے ناواقف عوام کو کس طرح یہ قوف بنا کر ایک مستحب کام سے منع کرتے ہیں -

فقہائے نماز جنازہ کی کس دعا سے منع کیا ہے؟

نماز جنازہ کے متعلق دو دعاؤں کا جھگڑا ہے - (1) چوتھی تکبیر کہہ کر سلام سے پہلے دعا
الشا - (2) سلام پھیر کر دعا مانگنا - چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا مانگنا امام ابو حنیفہ کے
دلیل مکروہ ہے اور امام شافعی و احمد و مالک کے نزدیک مستحب ہے - سلام پھیرنے کے بعد دعا
الشا کسی امام کے نزدیک قطعاً ممنوع نہیں - اسے محض وہابیوں دیوبندیوں نے متنازع فیہ بنایا ہوا
ہے - چونکہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک چوتھی تکبیر کہہ کر بغیر کوئی دعا مانگنے فوراً سلام پھیرنا ہے اور
دوسرے امام کہتے ہیں کہ چوتھی تکبیر کہہ کر دعا پڑھئے اور پھر سلام پھیرے - اس طرح یہ دعا
ارے احناف اور شوافع وغیرہ کے درمیان متنازع فیہ تھی - لہذا سب فقہائے احناف نے اپنے
امام کی اتباع میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی امام ابو حنیفہ کے نزدیک ممنوع دعا سے
منع کیا ہے - سوائے ایک کتاب "بحر الرائق" کی غلط عبارت کے بیسیوں فقہاء میں سے کسی نے
اسی سوائے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کے سلام کے بعد متصل ہو یا منفصل نماز
جنازہ سے پہلے ہو یا بعد اور کسی دعا سے بھی منع نہیں کیا اور دعا جیسی خیر موضوع اور مخ العبادۃ
اور موقوتہ عبادت سے اپنی طرف سے منع کرنے کا کسی قیید کو اختیار بھی نہیں ہے - دیوبندیوں
نے غلط بحث کر کے عوام مسلمانوں کی مسائل فقہیہ سے لاعلمی سے ناجائز فائدہ اٹھا کر چوتھی
تکبیر اور سلام کے درمیان والی ظاہر الروایت و ظاہر المذہب یعنی امام ابو حنیفہ کے قول سے ممنوع
دعا کے بارے میں فقہی عبارات کو نماز جنازہ کے سلام کے بعد والی دعا پر فٹ کر کے اسے مکروہ
اور کہنے کا ڈھنڈورا پیٹنا شروع کر رکھا ہے -

مسائل ظاہر الروایت و ظاہر المذہب اور دیگر فقہی مسائل میں فرق | کتب فقہ میں کئی
قسم کے مسائل درج ہوتے ہیں - جو مسائل امام ابو حنیفہ سے آپ کے شاگردوں نے نقل کئے
ہیں ان کے ساتھ ظاہر الروایت یا ظاہر المذہب یا اصل المذہب کا لفظ ہوتا ہے اور جو مسائل خود
ابو حنیفہ کا قول ہوتے ہیں اس کے ساتھ ظاہر الروایت یا ظاہر المذہب یا اصل المذہب کا لفظ نہیں
ہوتا ہے - بعض دفعہ ظاہر الروایت میں بھی امام صاحب کے شاگردوں سے امام صاحب کے دو قول
میں منقول ہوتے ہیں - ایسی جگہ پر ان مختلف اقوال میں تصحیح کی ضرورت ہوتی ہے کہ ان اقوال
میں سے امام صاحب کا کون سا قول اصح ہے - اس سلسلہ میں فقہائے مکہ سات طبقے ہیں - (1)
مجتہدین فی الشرع (2) مجتہدین فی المذہب (3) مجتہدین فی المسائل (4) اصحاب التزیج (5)
اصحاب التزیج (6) فقہاء مقلدین اہل تسمیہ (7) فقہاء مقلدین غیر اہل تسمیہ (8) رد المحتار ج 1

طبع مصر

اسی طرح کتب فقہ میں بھی کئی مدارج ہیں۔ کتب ظاہر الروایۃ و کتب مسائل نوادر و کتب فتاویٰ۔ کتب ظاہر الروایۃ میں اس حوالہ سے درج قول امام صحیح یا اصح مدار مذہب ہوتا ہے مگر فقہاء کے امام کے کسی قول سے مستنبط مسائل یا نوادر اقوال یا مختلف فیہ اقوال فقہانہ مدار مذہب ہوتے ہیں اور نہ ہی کسی شے کے منع و حرام قرار دینے میں حرف آخر ہو سکتے ہیں۔ ایسی صورت میں دیکھنا پڑتا ہے کہ رائج قول کون سا ہے یا فتویٰ کس قول پر ہے؟۔ کتب فقہ میں کوئی مسئلہ دیکھ کر فتویٰ لگا دینا کہ یہ بدعت سیئہ ہے اور حرام ہے محض جهالت و فساد ہے۔ اسی لئے مفتی صرف مجتہد ہی ہو سکتے ہیں باقی علما ناقل قول مفتی مجتہد ہوتے ہیں اور ان پر فرض ہوتا ہے کہ افتاء میں مجتہد کا قول نقل کریں۔ (رد المحتار ج ۱ ص 54)

ظاہر الروایۃ میں نماز جنازہ کے متعلق کون سی دعا منع ہے؟ امام کے اعظم کے مذہب کی ظاہر الروایۃ کی سب سے مضبوط و مستند علیہ کتاب "مبسوط سرخی" ہے اور پھر ظاہر الروایۃ اور نوادر یا رائج و مروج یا غلط معلوظ و رطب و یابس اقوال فقہاء کی چھاننی کرنے والی کتاب "فتاویٰ عالمگیری" ہے۔ ان دونوں کتابوں کے درمیانی عرصہ میں بیسیوں فقہاء کی بیسیوں کتب میں ظاہر الروایۃ کے حوالہ کے بغیر یا علیہ الفتویٰ کی تصریح کے بغیر مندرجہ مسائل نہ تو معیار حلت و حرمت ہو سکتے ہیں اور نہ ہی ان پر یک طرفہ بدعت و حرمت کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔ امام ابو حنیفہ کے قول ظاہر الروایۃ میں نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا سے منع کیا گیا ہے۔ دنیا کی کسی فقہ کی کسی کتاب میں بھی ظاہر الروایۃ یا ظاہر المذہب کے حوالہ سے نماز جنازہ سے سلام پھیرنے کے بعد دعا سے ہرگز ہرگز منع نہیں کیا گیا اور جن فقہانے ظاہر الروایۃ کے حوالہ کے بغیر اپنے جن الفاظ اور جس تعبیر سے بھی دعا سے منع کیا ہے ان کی مراد بھی یہی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا ہے۔ سلام کے بعد والی دعا نہیں۔ کیونکہ نماز کے بعد دعا کی فضیلت حدیث نبوی میں وارد ہے۔ کوئی قسیدہ قربان نبوی سے تصادم کر کے اپنی فقہ نہیں چلا سکتا۔

ظاہر الروایۃ میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان ممانعت کی وجہ

دعا و العبادۃ ہے اور غیر موقوفہ عبادۃ ہے۔ سوائے کسی شرعی دلیل کے اس کو موقوف کرنا اور کسی وقت منع کرنا مداخلت فی الدین ہے جو کہ ہرگز درست نہیں۔ چوتھی تکبیر پر نماز جنازہ بحیثیت ارکان نماز تکبیرات اربعہ ختم ہوجاتی ہے۔ امام ابو حنیفہ نے چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا اس شرعی وجہ سے منع کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتعملیک مملیک المملک مالک کو نین اور مختار کل تھے۔ آپ جس قدر چاہتے تھے اتنی تکبیروں سے نماز

نماز پڑھا دیتے تھے۔ اہل بدر صحابہ پر سات تکبیروں سے نبی ہاشم پر پانچ تکبیروں سے اور بعض پر چار تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھائیں۔ جس قدر جس سے زیادہ محبت ہوتی اس قدر اس کی نماز پر زیادہ تکبیرات کا کرم فرمادیتے (فتح القدیر ج ۱ ص 181) اور بروایات مختلفہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے نو تکبیروں تک سے نماز پڑھانا ثابت ہے۔

فان القاضی عیاض اختلاف الصحابة فی ذلک من ثلاث الی تسع (نیل الاوطار شوکانی ج 4 ص 58) امام قاضی عیاض نے کہا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز جنازہ میں کتنی تکبیریں پڑھتے تھے اس کے متعلق مختلف صحابہ کرام سے تین تکبیروں سے نو تکبیروں تک روایات آئی ہیں۔

حضرت فاروق اعظم کے زمانہ تک یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہا کہ صحابہ تین تکبیروں سے نو تکبیروں تک جو جس قدر چاہتا اتنی تکبیروں سے نماز جنازہ پڑھا لیتا۔ حضرت فاروق اعظم نے امت مسلمہ کو نماز جنازہ کے ایک طریقہ پر قائم کرنے کے لئے اعظم صحابہ کو جمع کیا تو یہ بات حتمی ہو گئی کہ نجاشی کے جنازہ سے وفات مبارک تک آپ نے سب نماز پڑھائے جنازہ صرف چار تکبیروں سے ہی پڑھائے تھے تو صحابہ کرام کے عظیم اجتماع میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دلی داعی عمل چار تکبیر نماز جنازہ سے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نجاشی کی نماز جنازہ سے آخر سے پہلے عمل مبارک کو منسوخ قرار دیا جا کر اجماع صحابہ سے ہمیشہ کے لئے چار تکبیر نماز جنازہ مقرر ہو گئی۔ فمخالفتہ مخالفۃ الاجماع (فتح القدیر) اور پانچویں، چھٹی، ساتویں، اسیس و نویں تکبیریں منسوخ ہو گئیں۔ تو چونکہ نماز جنازہ کی ہر تکبیر ہی بمنزلہ رکعت ہوتی ہے اور ہر رکعت کی تکمیل کے بعد بغیر کسی چیز کے پڑھے سلام کہہ دینا ضروری ہوتا ہے امام ابو حنیفہ سے ظاہر الروایۃ میں چوتھی تکبیر کہہ کر بوجہ فراغت از نماز فوراً سلام پھیر دے اور کوئی دعا نہ پڑھے کیونکہ جب نو تکبیروں سے جنازہ ہوتے تھے، چوتھی تکبیر پھر پانچویں تکبیر اسی طرح چوتھی تکبیر کے بعد کوئی نہ کوئی دعا ہوتی تھی۔ اسی لئے احادیث میں بھی نماز جنازہ کی متعدد دعاؤں کے الفاظ بھی متعدد وارد ہیں۔ مگر سب چوتھی تکبیر کے بعد والی تکبیریں ہی اجماع صحابہ سے منسوخ ہو گئیں اور چوتھی تکبیر پر نماز ختم ہو گئی تو اب فوراً ہاتھ کھول دے جائیں اور فوراً سلام پڑھا جائے کیونکہ گو نماز تو ختم ہو چکی مگر ابھی نمازیوں کے صف بستہ ہونے اور نماز کے بعد نماز سے خروج کی سزا، شکل سلام نہیں ہوا۔ لہذا سلام سے پہلے دعا پڑھنے سے نماز میں زیادتی کا شبہ نہ رہتا ہے جو کہ درست نہیں۔ اس لئے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا نہ پڑھی جائے۔ اس شرعی علت کی بنیاد پر امام ابو حنیفہ نے اور پھر ان سے اسی دعا کے بارے میں منقول ظاہر الروایۃ سے ہی فقہائے احناف نے اسی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کو مکروہ کہا کیونکہ اپنے

امام کے فیصلہ کا خلاف کرنا مکروہ ہوتا ہے۔ چنانچہ اسی نماز جنازہ کے اندر سورہ فاتحہ بہ نیت قرات قرآن پڑھنا امام اعظم کے نزدیک درست نہیں۔ امام ابن عابدین فرماتے ہیں:

ولیس له ان یقرء ہا بنیۃ القراءۃ ویرتکب مکروہ منہ (رد المحتار ج 1 ص 611)
نماز جنازہ میں سورہ فاتحہ قرات قرآن کی نیت سے نہ پڑھے کیونکہ اپنے مذہب کا خلاف ہوتا ہے اور امام کے قول کا خلاف مکروہ ہوتا ہے۔

باقی رہی سلام کے بعد والی دعا جو کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمومی ارشاد:

اذا فرغ احدکم من صلاتہ فلیدع (مکمل حدیث پہلے گزر چکی ہے) جب بھی تم میں سے کوئی اپنی کسی نماز سے فارغ ہو تو (مستحب ہے کہ) دعا مانگے۔

سے ثابت ہے کہ اس دعا سے نہ امام صاحب نے کہیں منع کیا نہ ہی کسی قیید نے ظاہر الروایۃ یا ظاہر المذہب کے حوالے سے اسے مکروہ قرار دیا ہے۔ یہ سب وہابیوں دیوبندیوں کا دجل و فریب ہے کہ بعض فقہاء کی مبہم عبارات بابت منع دعا چوتھی تکبیر اور قبل سلام کو دعا بعد سلام پر چپاں کر کے ایک مستحب دعا سے منع کر کے فساد مچا رہے ہیں۔ جیسا کہ حسب عادت بتوں کے بارے میں آیات قرآنیہ کو انبیاء کرام علیہم السلام و اولیائے عظام پر لاگو کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے ہیں۔

مسائل فقہ میں خواص و عوام علما کی غلطیاں اور ایک دوسرے کی ترویج کتب فقہ میں کتاب و سنت یا امام اعظم سے صحیح ثابت قول ظاہر الروایۃ کے حوالہ سے درج ہر مسئلہ علی الراوی والعین اور لازم التسلیم ہے۔ مگر امام صاحب کے علاوہ فقہائے امام کے قول سے مسائل کے استنباط یا اپنی رائے سے کسی مسئلہ کا فیصلہ کرنے یا امام سے منقول کسی مسئلہ کو اپنی زبان میں تعبیر کرنے میں بے شمار غلطیاں بھی کی ہیں اور ایک دوسرے کے خلاف ان کی ایسی بے شمار آراء کتب فقہ میں درج ہیں۔ مثلاً خود امام صاحب کے شاگرد احمد بن حسین بردی متوفی 317ھ بڑے پایہ کے قیید ہیں۔ انہوں نے امام صاحب کے ایک قول سے مسئلہ استنباط کر کے لکھ دیا کہ نماز سے خروج بمعنی یعنی نمازی کا نماز سے کسی فعل منافی نماز کے ساتھ ٹھٹھا فرض ہے اور صاحب تہذیب الابصار نے بھی اس کی اتباع میں فرائض نماز شمار کرتے ہوئے لکھ دیا و منها الخروج بصنعه مگر امام حنفی نے درمختار شرح تہذیب الابصار میں اس کا رد کرتے ہوئے تصریح کی کہ والصحيح انه ليس بفرض اتفاقا یعنی خروج بمعنی سب فقہاء کے نزدیک اتفاقاً فرض نہیں ہے۔ قالہ الزيلعي امام زہلی نے یہی کہا ہے اور اس پر مزید یہ کہ بردی کے اس غلط مسئلہ کی لاشعوری طور پر اکابر ائمہ و فقہاء بھی تائید کرتے چلے گئے۔ مثلاً صاحب ہدایہ اور اس کے شارحین۔ عامہ مشائخ و فقہاء اکثر محققین۔ امام فہنی صاحب وافی و کافی و کنز الدقائق اور

اس کے شارحین۔ امام اہل سنت ابو منصور ماتریدی صاحب نور الایضاح شربنلی وغیرہم اتنے ائمہ و فقہاء کی بروی کے قول کی تائید کے باوجود بروی کے شاگرد امام کرخی نے اپنے استاد بروی کا اس مسئلہ میں رد کیا:

ورده الكرخي بانه لاخلاف في انه ليس بفرض وان هذا الاستنباط غلط من البردعي بروي کے اس قول کو کرخی نے رد کر دیا ہے کہ یہ مسئلہ متفق علیہ ہے کہ خروج بمعنی نماز کا فرض نہیں اور بروی کا یہ استنباط غلط ہے۔

عامة المحققين علامہ شامی فیصلہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وعليه اي على الصحيح الذي هو قول الكرخي المحققون (رد المحتار ج 1 ص 315 طبع مصر) یعنی بعض فقہاء کے نزدیک امام کرخی کا قول ہی صحیح ہے۔ اس طرح مسائل میں فقہاء کے باہمی اختلاف کا نمونہ بھی دیکھ لیجئے:

عید گاہ میں منبر بنانا مکروہ ہے یا نہیں۔ قال بعضهم لا يكره وفي نسخة الامام خواهر زاده هذا حسن في زماننا وعن ابي حنيفة انه لا بأس به (خلاصة الفتاوى ج 1 ص 213 طبع كهنو) بعض فقہاء نے کہا مکروہ ہے اور بعض نے کہا مکروہ نہیں۔ امام خواہر زاده کے نسخہ میں ہے کہ منبر بنانا ہمارے زمانہ میں بہت اچھا کام ہے اور ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ جائز ہے۔

ماشا وکلا۔ فقہاء کرام کے ان فقہی اختلافات کے ذکر سے ہمارا مقصد نہ تو ان کی غلطیاں نکالنا ہے نہ ہی ان پر کوئی اعتراض کرنا ہے۔ ایسے غیر منصوص مسائل میں اختلاف امتی رحمت بھی ہے فقہائے کرام کے ہم مرہون منت ہیں اور وہ امت کے محسن پیشوا ہیں۔ ہمارا مقصد فقہاء کے باہمی ایسے اختلافات کی نشاندہی سے صرف یہ ہے کہ جس مسئلہ میں ظاہر الروایۃ اور عام فقہاء کی تعبیر میں اختلاف ہو تو ظاہر الروایۃ کو ہی ترجیح ہوگی اور دوسرے کسی قیید کی اس مسئلہ میں تعبیر مسئلہ کو ظاہر الروایۃ کے مطابق ہی محمول کیا جائے گا۔ اب نماز جنازہ کے موقع پر ممنوع دعا کے متعلق ظاہر الروایۃ بھی پڑھ لیجئے اور کچھ فقہاء کے مبہم الفاظ بھی پڑھ کر فیصلہ کر لیجئے کہ چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا ممنوع ہے یا سلام کے بعد والی دعا۔ کتب فقہ میں امام اعظم کے اقوال ظاہر الروایۃ کی سب سے اول معتمد علیہ کتاب امام سرخسی کی مبسوط ہے اور پھر اس کے بعد مختلف فقہاء کی تعنیفات میں رطب و یابس مسائل کی چھاننی کرنے والی فقہ کی سب سے آخری کتاب فتاویٰ عالمگیری ہے۔ مبسوط کے متعلق تو یہ فیصلہ ہے کہ:

قال العلامة الطرطوسي مبسوط السرخسي لا يعمل بما يخالفه ولا يركن لآلية ولا يفتي ولا يعول الا عليه (رد المحتار ج 1 ص 49 طبع مصر) علامہ طرطوسی

نے کہا ہے کہ کتب ظاہر الروایۃ میں سے امام سرخسی کی مبسوط ہی ایسی کتاب ہے کہ امام ابو حنیفہ کے مذہب کے بیان میں مبسوط میں درج کسی مسئلہ کے مخالف کسی قول پر عمل نہ کیا جائے اور اختلاف اندراج مسئلہ کی صورت میں صرف مبسوط پر ہی اعتماد ہوگا اور اسی پر فیصلہ کیا جائے گا۔

اور فتاویٰ عالمگیری کے متعلق عالم اسلام کے 50 فقہاء کی کمیٹی مرتبہ فتاویٰ عالمگیری زیر نگرانی شہنشاہ اورنگ زیب کی رائے اور اس کی وجہ تالیف بھی پڑھ لیجئے۔ فتاویٰ عالمگیری طبع مسطفا دہلی 1278ھ کے پہلے صفحہ پر یہ الفاظ ثبت ہیں:

اما بعد فسیب تالیف هذا الكتاب المسمى بالفتاوی العالمگیریۃ ان السلطان محمد اورنگ زیب عالمگیر لما كانت بمنه مصروفة الى امور الدين اراد ان يعمل الناس على المسائل المفتی بها من الفروع الحنفیة و اذا ثبت عنده ان ذلك متعسر لاختلاطها بالخلافات والروایات الضعیفة و تفرقها فی الكتب الكثیرة و عدم اجتماعها فی واحد من الكتب فامر مشاییر الهند بان تتبعوا الكتب المبسوطه و غیرها من الكتب المعتمده التي فی دار کتبه (السی قولہ) ورنبوا منها کتابا جامعاً (فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 1 طبع مسطفا دہلی 1278ھ) اس کتاب فتاویٰ عالمگیری کی تالیف کا سبب یہ ہوا کہ بادشاہ وقت عالمگیر اورنگ زیب سلطان دہلی کی توجہ دینی امور کی طرف تھی ان کا خیال ہوا کہ امام ابو حنیفہ کی فقہ رائج ہو اور لوگ اس پر عمل کریں۔ مگر کتب فقہ حنفی میں رطب و یابس اور فقہاء کے ہاتھی مختلف اور ضعیف اقوال و روایات اور ضروری مسائل کسی ایک کتاب میں جمع نہ ہونے کی وجہ سے فقہ حنفی پر عمل مشکل تھا۔ اس لئے شاہ دہلی نے ہندوستان کے مشہور علماء جمع کر کے انہیں اس کام پر لگایا کہ مبسوط اور معتبر کتابوں سے مفتی بہ مسائل جمع کر کے ایک صاف فتاویٰ مرتب کر دیں تو انہوں نے فقہ کی یہ جامع کتاب مرتب کی۔ الخ۔

اس سے واضح ہے کہ کسی مسئلہ فقہیہ میں کسی تعبیر و بیان میں جب مبسوط و فتاویٰ عالمگیری کی تالیف کے درمیانی عرصہ تقریباً ایک ہزار سال میں تالیف شدہ کتب فقہ میں بیان مسئلہ کی تعبیر و تشریح اور مبسوط و فتاویٰ عالمگیری کی تشریح و تعبیر میں اختلاف ہو تو مبسوط و فتاویٰ عالمگیری پر فیصلہ ہوگا اور ان کے مقابل کسی بھی قاضی یا قیامہ کی تعبیر و تشریح ناقابل قبول و مردود ہوگی۔ اب دیکھئے کہ مبسوط و فتاویٰ عالمگیری میں نماز جنازہ میں کس دعا سے منع کیا گیا ہے۔ چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا مانگنے سے روکا گیا ہے یا بعد سلام دعا جو اہل سنت و جماعت مانگتے ہیں

اس سے منع کیا گیا ہے۔ جس کے بدعت و حرام ہونے کا وہابی دیوبندی شور مچا رہے ہیں۔ امام سرخسی کی کتاب مبسوط کی عبارت

وفی ظاہر المذہب لیس بعد التکبیرۃ الرابعۃ دعائوسوی السلام و قد اختار بعض مشائخنا ما یختم به سائر الصلوات۔ (مبسوط ج 2 ص 64 طبع مصر) ظاہر المذہب یعنی امام اعظم کے مذہب میں چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہ مانگے صرف سلام پھیر دے۔ بعض مشائخ نے دوسری نمازوں والی دعا پڑھنی پسند بھی کی ہے۔

فتاویٰ عالمگیری کی عبارت

ولیس بعد التکبیرۃ الرابعۃ قبل السلام دعائھکذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان وهو ظاہر المذہب ھکذا فی الکافی (فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 59 تفتیح کلاں طبع دہلی 1278ھ) چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا نہ مانگے امام اعظم کے شاگرد امام محمد کی جامع صغیر کی شرح میں قاضی خان نے یہی کہا ہے اور امام اعظم کا قول ظاہر مذہب یہی ہے۔ کتاب کافی میں ایسا ہی ہے۔

مجھے فقہ احناف کی ان دونوں فیصلہ کن کتابوں میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا مانگنے سے منع کیا گیا ہے جس کی علت شرعی ہم عنقریب ہی بیان کر آئے ہیں۔ ان دونوں کتابوں میں سلام کے بعد والی دعا سے ہرگز ہرگز منع نہیں کیا گیا اور گو کہ اس کے بعد اس مسئلہ میں کہ نماز جنازہ میں کس جگہ دعا منع ہے مزید کسی حوالہ کی ضرورت ہی نہیں رہی مگر ہم مزید برآں اور چند دیگر و محتاط اکابر فقہاء کی عبارات بھی پیش کئے دیتے ہیں۔

چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان ممنوع دعا کے بارے فقہاء کی صریح عبارات

درائع الصنائع

ولیس فی ظاہر المذہب بعد التکبیرۃ الرابعۃ دعائوسوی السلام (درائع الصنائع ج 1 ص 313 طبع مصر) ظاہر مذہب میں چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں صرف سلام ہے۔

در المختار

وسلم بلا دعا بعد الرابعۃ تسلمین (در مختار شرح تنویر الابصار ج 1 ص 611 طبع مصر) المختار فتاویٰ شامی

وهو ظاہر المذہب چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگے بغیر سلام پھیر دینا جیسا کہ در مختار میں لکھا یہی ظاہر مذہب ہے (در المختار ج 1 ص 611)

مجموعہ خانی | بعد از تکبیر چہارم سلام ہر دو جانب بگوید و دعا بخواند (مجموعہ خانی ص 108) چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیر دے اور دعا نہ پڑھے۔

مجموعہ خانی طبع صفائی میں ایسا ہی ہے مگر طبع دیکھ لاہور میں "دعا بخواند" کی بجائے "دعا بخواند" ہے یعنی چوتھی تکبیر کے بعد دعا پڑھ کر سلام کہے۔ بخواند والا نسخہ ظاہر الروایۃ کے مطابق ہے اور بخواند والا نسخہ مبسوط میں درج بعض مشائخ احناف کے قول کے مطابق ہے کہ دعا پڑھ بھی سکتا ہے کیونکہ اسی مجموعہ خانی میں عبارت مذکورہ کے چند سطور بعد یہ عبارت ہے:

اگر یکے ازین چہار تکبیر ترک داد نماز روا نہ باشد فلما اگر دعا بخواند روا باشد (مجموعہ خانی ص 109) اگر چار تکبیروں میں سے کوئی تکبیر چھوڑ دی تو نماز نہیں ہوگی اور چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگ لی تو نماز ہو جائے گی۔

یہ عبارت اس دعا کے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان ممنوع ہونے پر شہادت صریح ہے کیونکہ سلام کے بعد دعا مانگنے یا نہ مانگنے کا نماز کے ہونے یا نہ ہونے سے کیا تعلق؟ ایک دیوبندی خائن عبدالرشید نے اپنے رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" میں مجموعہ خانی کی اس عبارت سے سلام کے بعد والی دعا کی ممانعت ثابت کی ہے۔

آپ نے دونوں عبارتیں پڑھ لی ہیں۔ اس کی اس حرکت پر اسے یہی کہا جاسکتا ہے کہ کچھ تو خوف خدا بھی چاہئے۔ نیز دیکھ لیجئے کہ رسالی "نماز جنازہ کے بعد دعا کی حقیقت" کا موجد ایک بھاول نگری نجدی تو صرف ایک جملہ "دعا بخواند" نقل کر کے اور باقی ساری عبارت شیرمادر کی طرح ہضم کر کے صاحب مجموعہ خانی کی عبارت سے ممانعت دعا بعد سلام نماز جنازہ گھر کر لعنت اللہ علی الکاذبین کا رجسٹر صدق ہوا یا نہیں؟ مجموعہ خانی کے دونوں چھاپوں کے دونوں نسخے موجود ہیں۔ ملاحظہ کریں۔

المستخلص شرح کنز الدقائق

ولم يذكر الشيخ ما يقال بعد الرابعة لان ظاهر المذهب ان لا يقال شي وقيل يقول ربنا اتنا الخ - (المستخلص على هامش كنز الدقائق ص 52 طبع ميرٹھ 1277ھ) صاحب كنز الدقائق نے یہ نہیں بتایا کہ چوتھی تکبیر کے بعد کیا پڑھے اس لئے کہ ظاہر مذهب میں اس کے بعد کچھ نہیں پڑھا جاتا۔ ہاں بعض مشائخ دعا ربنا اتنا فی الدنيا حسنة کے قائل ہیں۔

الجوهرة النيرة شرح القدوري

ثم يكبر تكبيرة الرابعة ولا يدعو بشي (الى قوله) ظاهر المذهب ان لا يقول

بعدها شيئاً الا السلام (جوهرة نيرة ص 138 طبع عامرہ ترکی) پھر نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر کے لئے اور دعا نہ مانگے ظاہر مذهب یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کچھ نہ پڑھے۔

تہذیب ہدایہ

ممكن ما بعد التكبيرة الرابعة أو ان التحلل و ذلك بالسلام وليس بعدها دعاً لا السلام - (تہذیب ہدایہ فتح القدیر ج 1 ص 460 طبع مصر) چوتھی تکبیر کے بعد نماز سے خروج کا ہی وقت ہے اور وہ سلام کہہ دینا ہے۔ چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہ مانگے صرف سلام کہہ دے۔

فتح القدیر شرح ہدایہ

ثم يكبر الرابعة ويسلم من غير ذكر بعدها في ظاهر الرواية و استحسن بعض المشائخ ربنا اتنا في الدنيا - سنة الخ - (فتح القدیر ج 1 ص 460 طبع مصر) چوتھی تکبیر کے بعد کوئی دعا مانگے بغیر سلام کہہ دے ظاہر الروایۃ یہی ہے۔ ہاں بعض مشائخ احناف نے دعا ربنا اتنا فی الدنيا پڑھنے کو مستحسن کہا ہے۔

مسکین شرح کنز الدقائق

وليس بعد التكبيرة الرابعة دعاء سوى السلام في ظاهر المذهب وقيل يقول ربنا اتنا الخ - (مسکین شرح كنز الدقائق بر حاشیہ فتح الله المبین ج 1 ص 354 طبع مصر) چوتھی تکبیر کے بعد سوائے سلام کے کوئی دعا نہ پڑھے یہی ظاہر مذهب ہے۔ بعض نے دعا ربنا اتنا فی الدنيا کا قول بھی کیا ہے۔

الطحاوی علی الدر المختار

ويسلم بلا دعاء بعد الرابعة هو ظاهر المذهب وقيل يقول ربنا اتنا في الدنيا حسنة الخ - (الطحاوی ج 1 ص 373 طبع مصر) چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگے بغیر سلام کہہ دے۔ ظاہر مذهب امام ابو حنیفہ کا یہی ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ دعا ربنا اتنا فی الدنيا حسنة پڑھ لے۔

شرح تہذیب ملا علی قاری

والظاهر الرواية انه ليس بعد التكبيرة الرابعة سوى السلام دعاً الخ - (شرح تہذیب القاری ج 1 ص 134 طبع دیوبند) ظاہر روایت یہی ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد سلام کے بعد کوئی دعا نہیں ہے۔

الباب للمیدانی شرح القدوری

ثم يكبر ويسلم بعدها من غير دعاء (الباب بر حاشیہ الجوهرة النيرة ص 138 طبع ترکی)

پھر چوتھی تکبیر کے اور بغیر دعا پڑھے سلام پھیر دے۔
تلبیس الحقائق امام زبلی شرح کنز الدقائق |

ولم يذكر المصنف بعد الرابعة سوى التسليمين وهو ظاهر المذهب -
الخ (زبلی شرح کنز ج 1 ص 241 طبع مصر) کنز الدقائق کے مصنف نے چوتھی تکبیر کے
بعد کسی دعا کا ذکر نہیں کیا سوائے دونوں طرف سلام پھیرنے کے۔ ظاہر مذہب یہی ہے۔
جمع الانهر شرح ملتقى الاخر

وليس عقيبها ايس بعد التكبيرة الرابعة شيء سوى السلام في ظاهر
الرواية الخ - (جمع الانهر ص 184 طبع مصر) چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے یعنی چوتھی
تکبیر کے بعد سوائے سلام کے ظاہر الروایۃ کے مطابق کچھ نہیں ہے۔
مرآة الفلاح شرح نور الايضاح |

وليس وجوباً بعد التكبيرة الرابعة من غير دعاء بعدها في ظاهر الرواية
ولستحسن بعض المشايخ ان يقول ربنا اتنا في الدنيا حسنة الخ - (مرآة
الفلاح ص 158 طبع مصر) چوتھی تکبیر کے بعد ضروری طور پر بغیر دعا کے سلام پھیر دے
یہی امام سے ظاہر الروایۃ ہے۔ بعض مشائخ نے دعا ربنا اتنا في الدنيا حسنة پڑھ
لینا مستحسن کہا ہے۔

برجندی شرح نقایہ |

وليس بعد التكبيرة الاخيرة دعاء في ظاهر الرواية - الخ (برجندی ج 1 ص 180 طبع
لکھنؤ) ظاہر الروایۃ امام اعظم میں آخری تکبیر کے بعد دعا نہیں ہے۔

ان سولہ فقہاء کی سولہ کتابوں میں امام ابو حنیفہ کے مذہب ظاہر الروایۃ کے حوالہ سے
صراحتہً چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا مانگنے سے ہی منع کیا گیا ہے۔ صرف معمولی
الفاظ کا تقدم یا تاخر ہے۔ کسی نے کہا "کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں صرف سلام ہے" سلام
کا ذکر بھی موجود ہے مگر کسی نے سلام کے بعد دعا نہ مانگنے کا قطعاً ذکر نہیں کیا۔ اگر سلام کے
بعد بھی دعا ممنوع ہوتی تو فقہاء لازماً لکھتے کہ سلام کے بعد بھی دعا نہ مانگے اور کسی نے کہا دیا کہ
"چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے اور دعا نہ مانگے" بلا ریب سب کا ایک ہی مطلب ہے اور
خصوصی طور پر اس موقع پر دعا سے ممانعت کی وجہ وہی امام اعظم اور امام شافعی وغیرہ کا چوتھی
تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا نہ مانگنے یا دعا مانگنے کا اختلاف ہے۔ ورنہ دعا جیسی ہر وقت
محبوب و "مع العبادة" عبادۃ سے اس کے علاوہ کسی نماز یا عبادۃ سے پہلے یا بعد ممانعت نہ کسی فقہ
کی کتاب میں ہے نہ ہو سکتی ہے اور مقام عبرت ہے کہ ظاہر الروایۃ میں ممنوع دعا کے باوجود

دعا کو مستحسن کہہ رہے ہیں مگر سلام کے بعد ظاہر الروایۃ میں غیر ممنوع دعا کو دیوبندی برا
کہہ رہے ہیں۔

ظاہر الروایۃ میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان ممانعت دعا کے باوجود بعض مشائخ
فقہاء کے استحسان دعا کی وجہ

امام اعظم صاحب چوتھی تکبیر کے بعد کی تکبیرات اجماع صحابہ سے منسوخ ہو جانے کی بنا پر
چوتھی تکبیر پر نماز ختم ہو جانے کی وجہ سے بغیر دعا کے سلام پھیر دینے کا کہتے ہیں مگر بعض مشائخ
اتفاق قیاس و حدیث ابن ابی اوفی سے دعا کو مستحسن قرار دے رہے ہیں کہ دوسری نمازوں میں
آخری تشدید یا قعود بقدر تشدید پر نماز ختم ہو جاتی ہے۔ حدیث میں ہے فقد تمت صلواتک
اور جب دوسری فرض نمازوں میں تکمیل نماز تشدید یا قعود بقدر تشدید کے بعد دعا ربنا اتنا فی
الدنيا حسنة الخ درست ہے تو فرض نماز جنازہ کی تکبیر رابع کے بعد بھی دعا درست ہے تو
امام صاحب استحسان پر عمل کر رہے ہیں اور مشائخ فقہاء قیاس و ایک حدیث پر۔

اب ہم چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان ممانعت کی بعض فقہاء کی مبہم عبارات پیش کرتے
ہیں۔ جن سے سلام کے بعد والی دعا کی ممانعت گھڑ کر دیوبندی دھوکہ دیتے ہیں۔ مگر پہلے اسی
موضوع پر دیوبندیوں سے ہمارے ایک مناظرہ کے انعقاد اور دیوبندی علما کے فرداً نماز جنازہ کے بعد
واز دعا کے تحریری فتویٰ کا قصہ سن لیجئے۔

منڈی چشتیاں کے شمال مغرب میں واقع مشہور گاؤں شہر فرید میں کسی جنازہ کے موقع پر دعا
بعد نماز جنازہ کے متعلق جھگڑا ہوا تو 15 محرم 1407ھ مطابق 2 ستمبر 1986ء بروز اتوار بمقام بستی
(دھمی والی کھوٹی) جو کہ زمینداران شہر فرید کے ہی زیر اثر ہے میں فریقین کے علاوہ بلا کر دعا بعد
ماز جنازہ کے مسئلہ پر مناظرہ مقرر ہوا۔ دیوبندی جماعت کی طرف سے مولوی عبدالغنی ولد مولوی
الحی بخش صاحب دیوبندی امام مسجد شہر فرید و مدرس مدرسہ اشاعت العلوم منڈی چشتیاں اور سنی
مولوی مسلک کی طرف سے محرر سطور غلام مہر علی مہتمم دارالعلوم نور الدارس صدر عید گاہ
چشتیاں شریف مناظرہ مقرر ہوئے۔ علاقہ کے لوگ اس مناظرہ اور اس مسئلہ کے نتائج کا بڑی بے
تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ محرر سطور 15 محرم کی صبح کو اپنی کتابیں ترتیب دے رہا تھا کہ
رہسائے شہر فرید محبت خان اور ریاض احمد خان صاحبان میرے پاس صدر عید گاہ آئے اور کہنے
لگے کہ ہم آپ کو اطلاع دینے آئے ہیں کہ مناظرہ کینسل کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس کا سبب
پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ دیوبندی مولوی صاحبان کہتے ہیں کہ یہ کوئی جھگڑے والا مسئلہ ہے ہی
نہیں۔ کوئی دعا مانگ بھی لے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ میں نے کہا کہ یہ ان لوگوں کا وقتی داؤ ہے۔
بعد پھر یہ کہیں گے کہ منع ہے اور بدعت ہے وغیرہ وغیرہ۔ میں تیاری کر چکا ہوں۔ میں ضرور

مقام مناظرہ میں جاؤں گا یا آپ ان دیوبندی مولوی صاحبان سے مجھے لکھوا دیں کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگنا جائز ہے۔ میری یہ بات سن کر وہ دونوں صاحبان چلے گئے اور مدرسہ اشاعت العلوم واقع جامع مسجد دیوبند پشٹیاں کے مولوی صاحبان سے یہ فتویٰ لکھوا کر لے آئے۔ ملاحظہ کیجئے:

جنازہ حیثیت دعا ہے۔ اس کے بعد دعا مانگنا اہل سنت کے ہاں ثابت نہیں۔ چونکہ مطلق دعا کی فضیلت نصوص قطعیہ میں وارد ہے اس لئے اگر نماز جنازہ کے بعد زیادتی کی مشابہت نہ ہو تو مفیس توڑ کر فردا دعا مانگنا جائز ہے۔

عبد الغنی عفا اللہ عنہ
جامع مسجد شرفیہ
حقیق الرحمن مدرسہ اشاعت العلوم
جامع مسجد پشٹیاں شہر

الجواب صحیح
عبد العزیز عفا اللہ عنہ (مستتم مدرسہ اشاعت العلوم)

مر مدرسہ 15-1-1407

(فتویٰ قلمی محفوظ ہے)

لا الہ الا اللہ۔ یہ فتویٰ انہی مولوی صاحب کے دست کرامت کا ہے جنہوں نے شرفیہ میں کسی جنازہ پر دعا نہ مانگ کر یہ سارا ہنگامہ کھڑا کیا اور پھر یہ لکھ کر کہ "نماز جنازہ کے بعد دعا ثابت نہیں" خود ہی اپنی فتویٰ میں فردا دعا مانگنے کے بواز کا نصوص قطعیہ سے ثبوت دے رہے ہیں۔ پہلے مطلقاً عدم ثبوت کا دعویٰ پھر مطلق سے ثبوت بواز۔ کیا کوئی ہے پوچھنے والا کہ کسی جائز کام کو بدعت سیئہ و حرام کہنے کی سزا کیا ہے؟ اور آپ نے بھی اس جائز ذہر ہلال کا عمر بھر میں کبھی ایک گھونٹ بھی بھرا؟ عامۃ الناس کے جنازوں اور نارمل حالات میں دعا بدعت۔ اور دو صاحب اثر زمینداروں کی موت میں جائز۔ یہ مسلک ہے یا مصلحت؟ مذہب ہے یا تہذیب؟ فتویٰ ہے یا فراڈ؟

یہ تو خیر چوتھے مولوی ہیں۔ یہ پورے خانہ دیوبند کے مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی کا ہی "مفیس توڑ کر علیحدہ ہو جائیں" اور "ہر شخص تنہا تنہا دعا کر لے" (دلیل الخیرات کفایت اللہ ص 19) کا دفع الوقتی سبق پڑھایا ہوا ہے۔ حالانکہ سنی لوگ مفیس توڑ کر ہی دعا مانگتے ہیں اور دیوبندی

مفسس توڑ کر بھی دعا نہیں مانگتے تو مفیس توڑنے کے بہانے بنانے کا کیا فائدہ؟
اسرا یہ کہ خود دیوبندیوں کی فتوے سے اجتماعاً نہ سہی فردا دعا مانگنا جائز ہے اب بعض فقہاء کی وہ عبارات جن سے دیوبندی مولوی صاحبان دھوکے میں مبتلا ہیں یا دھوکہ دیتے ہیں۔ دیکھئے اور ان واقعی صحیح مفہوم ملاحظہ کیجئے۔

چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے دعا کے متعلق بعض علما کی مبہم عبارات جن کو دعا بعد سلام پر محمول کر کے دیوبندی دھوکہ دیتے ہیں

دیوبندی اکابرین میں سب سے کبیر مفتی کفایت اللہ دہلوی مولف "خیر الصلوٰۃ" سے لے کر ان کے اصغر میں سے سب سے صغیر فتاویٰ مولوی عبدالرشید ارشد مؤلف "نماز جنازہ کے بعد دعا" میں "نماز جنازہ کے سلام کے بعد دعا کی ممانعت میں علما اختلاف کی جو عبارات پیش کی ہیں اور ایک چالاک مداری کی طرح اپنے تماش بیوں کی آنکھیں بند کر کے جھڑپا کر ہاتھ کی صفائی لگاتی ہے وہ شرم ناک بھی ہے اور مقام حیرت بھی۔

مذکورہ الصدر سولہ فقہاء کی عبارات میں بھی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا سے منع کیا گیا ہے اور مندرجہ ذیل عبارات میں بھی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا سے ہی منع کیا گیا ہے جس کی وجہ شرعی آپ پڑھ چکے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ مذکورہ الصدر عبارات میں ظاہر الروایۃ اور چوتھی تکبیر کے بعد کے الفاظ ہیں اور مندرجہ ذیل عبارات میں چوتھی تکبیر کے بعد کی بجائے بعد صلوٰۃ کے الفاظ ہیں اور ظاہر الروایۃ کے الفاظ ظاہر الروایۃ میں چوتھی تکبیر کے بعد ممنوع دعا کی ممانعت کی علت بیان کر دی گئی ہے۔

اب ہم وہ عبارات نمبر وار نقل کرتے ہیں۔ عبارات دیوبندیوں کے رسالہ جات "خیر الصلوٰۃ" و "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" سے نقل ہوں گی۔ نمبر وار ترتیب ہم دے رہے ہیں۔

(1) لا یقوم بالدعا بعد صلوٰۃ الجنائزۃ لانه یشبه الزیادۃ فیہا کذا فی المحيط۔
برجنڈی "رسالہ (نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں ص 71 طبع مکتبہ رشیدیہ لاہور)

(2) و بعدہ استاذہ نمائند برائے دعا (فتاویٰ برہنہ ص 36) (رسالہ مذکورہ صفحہ مذکورہ) استاذہ نشود لا یقوم کا ہی ترجمہ ہے۔

(3) لا یقوم بالدعا بعد صلوٰۃ الجنائزۃ لانه دَعَا مَرَّةً۔ فتاویٰ بزانہ ج 283 (رسالہ مذکورہ ص 73)

(4) اذافر ع من الصلوٰۃ لا یقوم بالدعا (فتاویٰ ہراجیہ ص 23) (رسالہ مذکورہ ص 73)

(5) لا یقوم الرجل بالدعا بعد صلوٰۃ الجنائزۃ: فتاویٰ (رسالہ مذکورہ ص 74)

(6) ولا يقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائزۃ (بحوالہ طاہر احمد بخاری - کتاب کا نام نہیں - رسالہ مذکورہ ص 74)

(7) لا يقوم بالدعاء فی قرۃ القرآن لاجل الميت بعد صلوة الجنائزۃ و قبلہا (خلاصہ الفتاویٰ ص 56 تا 161) رسالہ مذکورہ ص 74

(8) ولا يقوم داعیاً لہ : جامع الرموز (رسالہ مذکورہ ص 73 و غیر الصلاة کفایت اللہ ص 18)

(9) ولا يدعو للميت بعد صلوة الجنائزۃ لانه يشبه الزیادۃ فی صلوة الجنائزۃ - مرقاۃ لا علی قاری (رسالہ مذکورہ ص 72)

(10) خالی از کراہت نیست زیرا کہ اکثر فقہاء بوجہ زیادہ ہون پر امر مستنون منع سے کنتہ - فتاویٰ سعدیہ (رسالہ مذکورہ ص 72)

(11) بعد نماز جنازہ دعا مانگنا مکروہ ہے - نفع الملتقی والسائل مولوی عبدالحی (رسالہ مذکورہ ص 71)

(12) جنازہ کے بعد کوئی دعا نہ مانگے کیونکہ یہ نماز جنازہ میں زیادتی کے مشابہ ہے - مظاہر حق (رسالہ مذکورہ ص 71)

(13) ان الدعاء بعد صلوة الجنائزۃ مکروہۃ - محیط (رسالہ مذکورہ ص 74)

(14) لا يدعو بعده فی ظاہر المذہب فتاویٰ عالمگیری (رسالہ مذکورہ ص 71)

رسالہ مذکورہ میں مولوی عبدالرشید کی تمام عبارات سوائے فتاویٰ مجموعہ خانی و بحر الرقائق کے من و عن ہم نے نقل کر دی ہیں - مجموعہ خانی کی عبارت گزشتہ صفحہ میں ظاہر الروایۃ کی عبارات میں درج ہو چکی ہے اور بحر الرقائق کی عبارت چونکہ ابن نجیم کے سموذہبن یا سبق قلم کی وجہ سے غلط ہے - اس لئے اس کا جائزہ عنقریب ہی ہم علیحدہ لیں گے - اب مذکورہ عبارات میں دیوبندی فراڈ سے پردہ اٹھاتے ہیں - پہلے خط زدہ لا يقوم والی عبارات کے مطلب کی نفی وضاحت اور پھر نمبر 9 سے تا 14 کا جائزہ و تصحیح محمل و مفہوم -

لا يقوم بالدعاء یا لا يقوم الرجل بالدعاء یا لا يقوم داعیاً لہ
کا مطلب کیا ہے

نمبر 9 عبارت میں اصل بنیادی لفظ لا يقوم استعمال ہوا ہے - اس کا معنی ہے کھڑا نہ ہونا کھڑا نہ رہے یعنی دعا کے لئے کھڑا نہ رہے یعنی دیر نہ کرے - اب یہ کہ چوتھی تکبیر یا بعد نماز جنازہ کے دعا کے لئے دیر نہ کرے تو جلد از جلد کرے کیا؟ ان عبارات میں یہ بات مذکور نہیں جس کی وجہ سے دیوبندیوں کا داؤد لگ گیا - ہم کہتے ہیں کہ چوتھی تکبیر پر نماز جنازہ مکمل ہوتی فقہاء کی ان عبارات میں لا يقوم کا مطلب یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا کے لئے دیر نہ کرے

اللہ فوراً ہاتھ کھول دے اور سلام پھیر دے - دیوبندی اس کا مطلب گھڑتے ہیں کہ سلام کے بعد دعا کے لئے دیر نہ کرے بلکہ جنازہ اٹھا کر چل پڑے - سمجھ گئے آپ اصل بات - اب ہم کہتے ہیں کہ خود فقہاء سے اس کا فیصلہ کرا لو کہ ان عبارات میں لا يقوم دیر نہ کرے سے چوتھی تکبیر کے بعد بغیر دعا کے فوراً سلام پھیر دینا مراد ہے یا سلام کے بعد فوراً جنازہ اٹھا لینا یا پیچھے ہاتھ اٹھ کر بھاگ جانا مراد ہے - کسی کتاب کے حوالہ میں بد دیا جی کرنے میں دیوبندی غلط ضرب النعل ہیں - انہیں نمبر 9 تا نمبر 18 لایقوم کے لفظ والی عبارات میں سے عبارت نمبر 8 جامع الرموز کی نقل میں مولوی کفایت اللہ دہلوی اور مولوی عبدالرشید نے دیدہ وانتہ فیانت کی ہے - جامع الرموز سے صرف ہندو ولا يقوم داعیاً لہ نقل کر کے دعویٰ ماری اور باقی عبارت اس لئے چھوڑ دی کہ اس کے اظہار سے ان کے دروغ کی سادی ثمارت یک دم دھڑام سے زمین بوس ہوتی تھی - صاحب جامع الرموز علامہ تہستانی کی پوری عبارت یہ ہے :

ولا يقوم داعیاً لہ وفيہ اشارۃ الی ان ليس بعد الرابعة ذکر وقيل هو ما فی الفعلۃ وقيل ربنا لا تزغ قلوبنا وقيل سبحان رب العزت عما یصفون کما فی المحيط وفي الکلام رمز خفی الی ان الکرکن هو التکبیرات الاربعۃ فالاربعة الباقیۃ سنۃ کما فی الجلالی - الخ - (جامع الرموز ج 1 ص 125 طبع نول نشور لکھنؤ) یعنی صاحب نقایہ کے جملہ ثم یکبیر ی یسلم چوتھی تکبیر کے اور سلام پھیر دے کا مطلب یہ ہے کہ ولا يقوم داعیاً لہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا کے لئے کھڑا نہ رہے - دیر نہ کرے - بلکہ فوراً سلام پھیر دے - اور اس میں اشارہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی ذکر دعا نہیں ہے - ہاں بعض فقہاء نے کہا ہے کہ دوسرے فرضوں کے قعدہ آخری میں جو دعا پڑھی جاتی ہے وہ پڑھ کر یا ربنا لا تزغ قلوبنا الخ - یا سبحان ربک رب العزت عما یصفون پڑھ کر سلام پھیر دے - اور صاحب نقایہ کے کلام میں یہ بھی رمز ہے کہ فرض و رکن نماز جنازہ صرف چار تکبیریں ہی ہیں جن پر نماز مکمل ہو جاتی ہے باقی چار چیزیں (1) ثنا (2) درود (3) دعا (4) سلام سنت ہیں جیسا کہ جلالی میں ہے

دیوبندیوں کی دعا بعد سلام نماز جنازہ کی ممانعت میں پیش کی گئی جامع الرموز کی مکمل عبارت کے ساتھ ہی اگلی تشریحی عبارت دیکھئے : لا يقوم بالدعاء کی اصطلاح سے مانعین دعا بعد نماز جنازہ کی مراد مکمل کر سامنے لگتی کہ لایقوم دیر نہ کرے سے مراد چوتھی تکبیر کے بعد فوراً سلام پھیر دینا ہے - جیسا ظاہر الروایۃ والی عبارات میں آپ پڑھ چکے اور دیوبندیوں کا پول کھل گیا کہ لا يقوم بالدعاء وغیرہ مراد - ام کے بعد والی دعا نہیں -

دیوبندی والی عبارت نمبر 9 میں جملہ لانه يشبه الزیادۃ فیہا اور فتاویٰ بزازیہ کی عبارت لانه

دَعَاءُ مُرَّةً سے مزید تائید ہوگئی کہ ان کی مراد چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا ہے جو کہ مانگے جو کہ امام اعظم منع کرتے ہیں اور شافعی مانگتے ہیں۔ کیونکہ بعد تکبیر چارم بوجہ نماز کے صف بستہ بصورت نماز ہونے کے اگر سلام میں دیر کرے گا تو بوجہ قیام بصورت نماز دعا نماز میں زیادتی ہونے کا شبہ ہوگا اور چوتھی تکبیر کے بعد دعا سے اجتماع صحابہ کہ نماز صرف چوتھی تکبیر ہے کا خلاف ہوگا کیونکہ پانچویں تکبیر منسوخ ہو چکی۔ نماز میں تو صرف ایک دفعہ دعا تیسری تکبیر کے بعد مستنون رہ گئی۔ چوتھی تکبیر کے بعد دعا سے دوسری مرتبہ دعا ہوگی جو کہ امام کے اندر دوبارہ نہیں ہو سکتی۔ باقی رہی سلام کے بعد والی دعا تو نمازی ادھر ادھر ہو چکے اور انہوں نے جوتے پہن لئے اور جب کہ وہ اب کسی بھی صورت نماز میں نہیں تو دعا سے نماز میں زیادتی کا کیا شبہ ہو سکتا ہے اور فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو چار چیزوں کی دعا کرو پھر چارہو دعا کرو (سنن بیہقی) حدیث مفصل گزر چکی ہے۔ کے خلاف ایک مرتبہ کے بعد دوسری مرتبہ دعا پر مطلقاً پابندی لگانا فرمان نبوی سے تضاد ہے جو کہ صاحب فتاویٰ بزازی پر اتمام ہی ہو سکتا ہے جو کہ ان کی شان کے لائق نہیں۔

عبارت نمبر 9 سے تا عبارت نمبر 14 کے مطلب کی وضاحت

عبارت نمبر 9 کہ بعد نماز جنازہ میت کے لئے دعا نہ مانگے کہ اس سے نماز جنازہ میں زیادتی شبہ ہوتا ہے (مرقاۃ) تا عبارت نمبر 14 سب میں لفظ بَعْدُ صَلَوةِ الْجَنَازَةِ میں لفظ بعد ہی باعث شبہ ہے اور دیوبندی اس سے بعد سلام نماز جنازہ ہی مراد لے کر سلام کے بعد والی دعا سے منع کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ان کی سراسر دھوکہ دہی ہے کیونکہ چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے پہلے کا وقت بھی بعد نماز ہے اور سلام کے بعد کا وقت بھی بعد نماز ہے۔

چوتھی تکبیر پر نماز جنازہ سے فارغ ہو جانے اور اس کے اور سلام کے درمیان والے وقت کے بعد نماز ہونے کی فقہی وجہ

سلام کے بعد تو بعد نماز یا نماز سے فارغ ہونے کا مطلب واضح ہی ہے مگر فقہاء کے نزدیک ارکان نماز مکمل ہو جانے اور سلام سے پہلے بھی من وجہ نمازی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے۔ خصوصاً نماز جنازہ کے سلام سے پہلے کہ سلام نماز جنازہ نہ رکن نماز ہے نہ واجب بلکہ صرف سنت تخلل ہے جیسا کہ جامع الرموز کی صریح عبارت میں آپ پڑھ چکے ہیں اور سنت نماز نماز نہیں ہوتی بلکہ سنت نماز ہی ہوتی ہے اصل نماز ارکان نماز ہی ہوتے ہیں اگر سلام نماز ہو تو سلام کے درمیان منہ پھیرنا منع ہو۔ حالانکہ لفظ سلام کے شروع کے ساتھ ہی منہ پھیر دیا جاتا ہے تو سلام سنت تخلل خارج از نماز جنازہ ہے۔ نماز نہیں ہے۔ اسی لئے امام اعظم و امام محمد کا یہ قول

کہ نماز جنازہ کی چوتھی تکبیر ہو جانے کے بعد اور سلام سے پہلے اگر کوئی شخص پہنچا تو وہ نماز نماز میں شامل نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز چوتھی تکبیر پر ختم ہوگئی وہ بعد نماز آیا ہے۔ لہذا گواہی سلام نہیں پھیرا نماز ختم ہو چکی ہے۔ وہ نماز میں شامل نہیں ہو سکتا۔ اور گو کہ امام یوسف سے روایت شمول بہ نماز مذکور ہے مگر صحیح قول طرفین کا ہی ہے۔ ولو جا بعد ما کبر الامام الرابعة لم يدخل معه وقد فاتته الصلوة عند ابي حنيفة و محمد والصحیح قولہما چوتھی تکبیر کے بعد اور سلام سے قبل شامل ہونے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ امام ابو حنیفہ اور امام محمد اسی قول صحیح ہے۔ (بدائع الصنائع ج 1 ص 314) اور چوتھی تکبیر پر نماز مکمل ہو جانے کی یہ دلیل بھی واضح ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ کھول دینے کا حکم کتب فقہ میں صریح ہے۔

ولا یعتقد بعد التکبیر الرابع لانه لا یبقی ذکر مسنون حتی یعتقد
والصحیح انه یحل الیدین ثم یسلم تسلیعین (خلاصہ الفتاویٰ ج 1 ص 225 طبع کتب خانہ)

چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان نماز باقی ہوتی تو سلام سے پہلے ہاتھ چھوڑنے ممنوع ہوتے نیز جب فقہ میں اس پر فقہاء کی اور تصریحات بھی واضح دلیل ہیں کہ بمطابق حدیث نبوی: اذا قلت قضیت هذا فقد قضیت صلواتک (ابو داؤد ج 1 ص 139 باب التہجد) جب تو نے تہجد پڑھ لیا یا قنود پورا کر لیا تو تو نے نماز مکمل کر لی۔

ب ارکان نماز پورے ہو جاتے ہیں تو نماز ختم ہو جاتی ہے اس لئے فقہائے کبار دیا ہے کہ نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیر دے یعنی فرائض ہنگامہ میں تشہد یا قنود بقدر تشہد اور نماز جنازہ میں چوتھی تکبیر آخری رکن نماز ہیں۔ ان پر نماز ختم ہوگئی۔ ان کے بعد دعا مانگے گا یا سلام پھیرے گا وہ دعا یا سلام بعد نماز ہی ہوگا۔ دیکھئے امام ابن عابدین لکھتے ہیں:

قال فی النجیس الامام اذا فرغ من صلواتہ فلما قال السلام جا رجل و
اعتدی به قبل ان یقول علیکم لا یصیر داخلًا فی صلاتہ لان هذا سلام
(رد المحتار ج 1 ص 328 طبع مصر) تجس (کتاب کا نام ہے) میں کہا ہے کہ امام نے جب
نماز سے فارغ ہو کر سلام پھیرتے ہوئے لفظ السلام پڑھ لیا تو کوئی آدمی اس کی نماز میں اقتدا
نہیں کر سکتا کیونکہ سلام نماز کے ختم ہونے کے بعد ہے۔
والعلماء کاسانی پیشانی سے منی پونچھنے کے مسئلہ میں لکھتے ہیں۔

ولا یأثم بانه یمسح جہتہ من التراب بعد ما فرغ من الصلوة قبل ان یسلم
لا خلاف (بدائع الصنائع ج 1 ص 279) یعنی نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور سلام
سے پہلے پیشانی سے منی پونچھ سکتا ہے۔

دیکھ لیا آپ نے سلام سے پہلے فرغ من الصلوٰۃ کا جملہ جو صریح شہادت دے رہا ہے کہ اس کے آخری رکن پر نمازی نماز سے فارغ ہو جاتا ہے۔ نماز جنازہ میں آخری رکن چوتھی تکبیر اس کے بعد اور سلام سے پہلے جو بھی ذکر یا دعا پڑھے گا بعد صلوٰۃ الجنازہ ہی ہوگی۔ اور دیکھنے کی تیج کے بیان میں مرقاہ شرح مشکوٰۃ میں ملا علی قاری صاحب لکھتے ہیں:

وقد ذکر شیخ مشائخنا حلال الدین السیوطی فی الکلم الطیب عن الامام احمد انه يقول بعد صلوٰۃ التسبیح قبل السلام ولفظه اللهم انی اسئلك توفیق اهل الهدی الخ (مرقاۃ ج 3 ص 217 طبع ملتان) ہمارے مشائخ کے شیخ امام جلال الدین سیوطی نے العلم العلیب میں بیان کیا ہے کہ امام احمد نماز تیج سے فارغ ہونے کے بعد اور سلام سے پہلے یہ دعا پڑھتے تھے اللهم انی اسئلك الخ۔

اب تو پکی تصدیق ہو گئی کہ ملک العلماء کاسانی و ملا علی قاری و امام جلال الدین سیوطی و امام ابوبکر اسماعیل احمد اسلام کے فیصلہ سے نماز کے آخری رکن تشدید یا قعود بقدر تشدید اور حسب احتیاط نماز جنازہ کے آخری رکن چوتھی تکبیر پر نمازی نماز سے فارغ ہو گیا۔ اس کے بعد جو پڑھے گا یا کرے گا وہ بعد نماز جنازہ ہی ہوگا کیونکہ سنت نماز نہیں بلکہ تکمیل کنندہ نماز ہوتی خاتمۃ الفتا امام ابن عابدین، ملا علی قاری، امام سیوطی، امام احمد اور امام کاسانی بھی نماز کے آخری رکن نماز پر نماز سے فارغ ہو جانے اور اس کے بعد کوئی کام یا ذکر یا دعا یا سلام کو نماز قرار دینے کی ان کی تصریحات سے یہ فقہی نکتہ جب انظر من الشمس ہو گیا کہ چوتھی تکبیر پر نماز پر نمازی نماز سے فارغ ہو گیا تو اس بنا پر مذکورۃ الصدر فقہانے عبارت نمبر 14 میں اسی ظاہر الروایۃ والی عبارات میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی ممنون سے ہی لا یدعو بعد صلوٰۃ الجنازۃ نماز جنازہ (چوتھی تکبیر) کے بعد دعا نہ مانگے یا الدعاء بعد صلوٰۃ الجنازۃ مکروہ بعد نماز جنازہ دعا مانگنا مکروہ ہے وغیرہ قدرے مختلف الفاظ سے اسی چوتھی تکبیر کے بعد والی دعا سے ہی منع کیا ہے۔ سلام کے بعد والی دعا جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے عام فرمان فضیلت دعا بعد ہر نماز کی تعمیل اور آپ کی سنت مستحبہ کی امتداد میں تمام اہل سنت اولیاء و علماء و عوام و خواص مانگتے چلے آ رہے ہیں قطعاً کسی کتاب میں نہیں ہے۔ نیم خواندہ ملاں کتب فقہ میں مستعمل اصطلاحات فقہانے جہالت کی وجہ پکی رائے والے کی طرح پکی روٹی دھکنا جانتے ہیں۔ پکی روٹی میں نماز کے مستحبات میں لکھا ہے "کھانا پونجے" حالانکہ بدائع الصنائع میں ہے "ینبغی ان یأخذہ بطرف ثوبہ" (بدائع ج 1 ص 177 طبع مصر) اسی پکی روٹی میں نماز کے ہنڈروں میں ہے "وقت دیگر سے نفلان چا پڑھے" یعنی کے وقت میں عشاء کی نماز پڑھنے سے نماز ٹوٹ جائے گی حالانکہ ایسا کرنے سے نماز منقطع

ہوتی۔ ٹوٹے تو تب کہ پہلے متعقد تو ہو۔ (لا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم) اسی پکی روٹی میں ممانعت دعا بعد نماز جنازہ کا حوالہ بھی عبدالرشید دیوبندی نے دیا ہے۔ ماشا اللہ! شرے چنیں شریارے چنیں

اب قد العلم زمانہ میں ملک نجدیت و خارجیت سے کئی ایسی علم مار پکی روٹیاں برآمد ہو رہی ہیں کہ علم کے قحط زدہ عوام و خواص اسے جہالت کے روح مار شہرت سے ہضم کئے جارہے ہیں۔

مولوی عبدالرشید ارشد صاحب کے رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" میں دئے گئے حوالہ جات پر ایک اور ضرب

مرقاۃ | ملا علی قاری نے مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں یہ عبارت ابن مالک کی شرح کے حوالہ سے نقل کی ہے جس میں نماز جنازہ کے بعد نماز میں زیادتی کے شبہ کی وجہ سے منع لکھی ہے۔ خود ملا علی قاری نے شرح نقایہ میں ظاہر الروایۃ امام اعظم کے حوالہ سے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا ممنوع لکھی ہے۔ لہذا ملا علی قاری کی ابن مالک کی عبارت چند وجوہ سے ناقابل عمل ہے:

1. ابن مالک کی عبارت میں مطلقاً دعا ممنوع لکھی ہے یہ وضاحت نہیں کہ کون سی دعا نہ مانگے۔ ظاہر الروایۃ امام ابو حنیفہ سے ممنوع چوتھی تکبیر کے بعد والی دعا نہ مانگے یا دیوبندیوں کی مراد کے بعد والی دعا نہ مانگے۔ لہذا مرقاۃ والی عبارت مجمل ہے اور شرح نقایہ والی عبارت اصل اور واضح ہے۔ لہذا شرح نقایہ والی عبارت جو ہم نے عبارات ظاہر الروایۃ میں نقل کر لی ہے۔ کے مقابلہ میں اس کی مرقاۃ والی عبارت ناقابل عمل ہے۔ کیونکہ خود ملا علی قاری کی شرح نقایہ کی عبارت ان کی ابن مالک سے منقولہ عبارت سے مراد کی تفسیر و وضاحت و تفصیل دئے ہوئے خود لکھا ہے کہ:

عبداللطیف ابن مالک کی کتاب شرح وقایہ ناقابل اعتبار کتاب ہے کیونکہ اس کی نامکمل عبارت میں ابن مالک کی وفات کے بعد اس کے بیٹے محمد نے اس میں اپنی طرف سے اضافہ جات کئے اس کی تہنیت کی تھی جس کی وجہ سے اس کتاب سے نقل مسئلہ کی صحت ناقابل یقین ہے۔ مولوی عبدالحی کھنوی لکھتے ہیں کہ شرح وقایہ ابن مالک کے دریاچہ میں ابن مالک کے بیٹے نے خود لکھا ہے کہ:

کان ابی قد الف شرحاً للوقایۃ لکن لما ضاعت النسخۃ التی بیضاها (الی) (حوالہ) کتب من مسودتها مع بعض الاحقائق شرحاً آخر الخ (الفوائد ابیہ) (تراجم الحنفیہ ص 107 طبع نور محمد کراچی) میرے والد ابن مالک نے شرح وقایہ لکھی تھی

مکروہ صاف شدہ کاپی ضائع ہو گئی پھر میں نے ان کے صاف کردہ نسخہ کے ضیاع کے بعد اس کے مسودہ سے اس میں اپنی طرف سے کچھ حصے لاحق کر کے دوسری کتاب شرح وقایہ تیار کی۔

لہذا مرقاۃ میں شرح وقایہ کی عبارت ناقابل اعتبار ہے۔ زیادہ سے زیادہ اس کی یہ توجیہ ہو سکتی ہے کہ اس سے مراد بھی چوتھی تکبیر کے بعد والی دعا ہے جو کہ ملا علی قاری کی شرح میں ظاہر الروایۃ کے حوالہ سے موجود ہے نہ کہ بعد سلام والی دعا جو کہ حدیث نبوی صلی اللہ وسلم ۱۔ بعد کُلِّ فَرِیضَةٍ دَعْوَةُ مُسْتَحَابَّةٌ اور 2۔ اَلَا فَرِیغَ اَحَدُکُمْ مِّنْ صَلَاةٍ فَلِیَدْعُ بِارْبَعِ اَرْحَامٍ سے متضاد ہے جو ہم مفصل درج کر چکے ہیں۔

(3) ویسے بھی اس عبارت کا ایسے موقع پر مرقاۃ میں اندراج محل نظر ہے کیونکہ جس حدیث کی شرح میں یہ عبارت درج ہے اس میں میت پر نماز جنازہ کی تین صفیں بنانے کی فضیلت بیان ہے دعا وغیرہ کا کوئی محل نہیں ہے۔ لہذا عبارت ملا علی قاری کی منقولہ ہے یا بعد میں بے عقل کاری کر کے بے محل الحاق کا کارنامہ ہے (واللہ اعلم) لہذا یہ عبارت کسی طرف مذکورہ احادیث نبویہ بابت عمومی فضیلت دعا کی محض حرمت دعا بعد سلام از نماز جنازہ ہرگز نہیں ہو سکتی۔ جو کہ حدیث نبوی اور خود دیوبندیوں کے فتویٰ جواز دعا فرداً کے بھی صریح خلاف اور ناقابل حجت ہے۔ سوائے اس توجیہ مطابقت ظاہر الروایۃ کے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں۔

(4) ملا علی قاری کی مرقاۃ والی عبارت خود دیوبندیوں کے فتویٰ کے بھی خلاف ہے کیونکہ عبارت میں مطلقاً بغیر امتیاز اجتماعی یا فرداً کے منع کیا گیا ہے۔ جیسا کہ اس کے الفاظ لا بد سے ظاہر ہے اور دیوبندیوں کا فتویٰ ہے کہ صفیں توڑ کر فرداً دعا مانگنا جائز ہے اس سلسلہ میں مولوی کفایت اللہ دہلوی دیوبندی اور منڈی چشتیاں کے دیوبندیوں کا فتویٰ ہم درج کر آئے ہیں ابو بکر بن حامد کا قول و شرح نقایہ بر جندی کی عبارت نمبر 1 دیوبندی مولوی عبدالرشید صاحب نے رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں“ میں دیدہ دانستہ نقل عبارت میں بدو سے صرف اتنی ہی عبارت نقل کی ہے جتنی کہ آپ دیکھ چکے ہیں۔ پوری عبارت یہ ہے:

ولا یقوم بالدعاء بعد صلوة الجنائز لانه بشبه الزیادة فیہا کذا فی المحيط عن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوة الجنائز مکروہ و قال محمد بن الفضل انه لا بأس بہ کذا فی الفنیۃ (برجندی ج 1 ص 180 طبع لکھنؤ) نماز جنازہ کے بعد دیر نہ کرے تاکہ نماز میں زیادتی کا شبہ نہ ہو۔ محیط میں ایسا ہی ہے اور ابو بکر بن حامد سے منقول ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مکروہ ہے اور محمد بن فضل نے کہا ہے کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگنا درست ہے۔

صاحب نے پوری عبارت اس لئے نقل نہیں کی کہ: عبارت کا پہلا حصہ برجندی میں محیط سے مبہم الفاظ ولا یقوم بالدعاء بعد صلوة سے منقول ہے۔ مگر اسی محیط کے حوالے سے جامع الرموز میں ان واضح الفاظ سے ظاہر ہے:

ولا یقوم داعیاً لہ و فیہ اشارۃ الی ان لیس بعد الرابعة ذکر و قبیل ہو ما فی الفنیۃ (الشی قولہ) کما فی المحيط (جامع الرموز ج 1 ص 125 طبع لکھنؤ) نماز کے بعد دیر نہ کرے اور اس کا مطلب یہ ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد کوئی ذکر دعا محیط میں ایسا ہی ہے۔ (11)

پھر برجندی میں منقول الفاظ میں کوئی وضاحت نہ تھی کہ دعا بعد نماز جنازہ سے کون سی دعا ہے چوتھی تکبیر کے بعد والی جو ظاہر الروایۃ امام ابو حنیفہ سے ممنوع ہے یا سلام کے بعد والی دعا جو دیوبندی منع کرتے ہیں۔ مگر برجندی کے بعد امام قسطلانی نے جامع الرموز میں برجندی میں عبارت منقولہ از محیط کی محیط کے ہی حوالہ سے وضاحت کر دی کہ محیط میں ممنوع دعا مراد چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا ہے۔ جس سے امام ابو حنیفہ منع کرتے ہیں امام شافعی و امام احمد و مالک مانگتے ہیں۔ سلام کے بعد والی دعا محیط کی عبارت سے مراد نہیں محیط 544 ھ برجندی 933 ھ اور جامع الرموز 941 ھ کی تصنیفات ہیں۔ محیط والے نے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کی ممانعت ظاہر الروایۃ میں ممنوع پا کر اسے اپنے الفاظ میں منع لکھا۔ برجندی نے بھی اسے بغیر وضاحت کے نقل کر ڈالا مگر اس کے بعد امام قسطلانی صاحب محیط کی غیر مختاط اور مبہم عبارت کی وضاحت کر دی کہ لا یقوم بالدعاء بعد صلوة مراد چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی ممنوع دعا ہے۔ صاحب جامع الرموز صاحب محیط و صاحب برجندی سے متأخر ہیں۔ اس لئے اس کی ہی قطعاً کن و قائل قبول ہوگی۔ دیوبندیوں کی خود ساختہ تشریح ہرگز قائل قبول نہیں ہو سکتی محیط و برجندی کی مبہم عبارت تو دیوبندیوں کے مذکور فتویٰ جواز دعا فرداً کے بھی خلاف ہے۔ عبارت اللہ اور منڈی چشتیاں کے دیوبندی علما کا فتویٰ گزر چکا ہے کہ فرداً دعا مانگنا جائز ہے۔

اس لئے کہ ابو بکر بن حامد کا قول بھی خود مولوی عبدالرشید نے محیط کے حوالہ سے نقل کیا (دیکھو رسالہ مذکورہ ص 74) اور برجندی نے ابو بکر کا قول تینہ کے حوالہ سے نقل کر دیا تینہ کے حوالے سے ہی محمد بن فضل سے اس کی تردید کر دی ہے کہ محمد بن فضل کہتے ہیں بعد نماز جنازہ دعا مانگنا درست ہے۔ تعبیر مذہب میں محمد بن فضل عام فقہاء سے زیادہ محقق

قید ہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب کلمنوی لکھتے ہیں:

محمد بن الفضل ابو بکر الفضلی الکماری البخاری کان اما ما کبیرا و شیخا جلیلا معتمدا فی الروایۃ مقلدا فی الدرایۃ رحل الیہ ائمة البلاد و مشاہیر کتب الفتاوی مشحونة بفتاواه و روایاته (الشی قوله) کان صالحا عالما عمر حتی حلت بالکثیر و کانت ولادته سنہ ست و عشرين و اربع مائة و توفی ببخارا سنہ ثمان و خمس مائة الخ (الدرر البیہ ص 184 طبع کراچی) محمد بن فضل بخاری امام کبیر و شیخ جلیل روایت میں معتد اور درایت میں مقلد تھے۔ ائمہ فقہ کے مرجع تھے۔ ان کے فتوؤں سے کتب فتاویٰ مزین ہیں۔ صالح عالم تھے۔ بڑی عمر پائی اور کثرت سے حدیث بیان کی۔ 436 ھ میں پیدا ہوئے اور 508 ھ میں بخارا میں وفات پائی۔

مولوی عبدالرشید دیوبندی نے سلام کے بعد والی بارشہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مستحب کی ممانعت ثابت کرنے کے شمار میں اپنی جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے ابو بکر بن خالد کا قول کے حوالہ سے نقل تو کر دیا مگر ڈنڈی یہ ماری کہ جامع الرموز میں اس کی تشریح شیر ماور کیم ہضم کر گئے۔ حالانکہ محیط و تحیہ دونوں میں غلط مسائل کی بھرتی بھی ہے۔ محیط کے متعلق ابن ہمام صاحب فتح القدر شرح ہدایہ کی فتح القدر کی کتاب "القضا" اور ابن امیر الحاج "منیۃ المصلی" کے حوالہ سے مولوی عبدالحی صاحب لکھتے ہیں:

لم یحل النقل منه ولا الافتتاح عنه محیط سے کوئی مسئلہ نقل کرنا اور اس پر فتویٰ دینا جائز نہیں ہے۔ (الدرر البیہ ص 190 طبع کراچی)

اور تحیہ کے متعلق تو فیصلہ واضح ہے کہ:

کلام القسینۃ لا یعمل بہ اذا عارضہ غیرہ (روا المختار ج 1 ص 611 مسئلہ قرابت فاتحہ جنازہ) قید والے کا کوئی مسئلہ جب دوسرے کسی قید کے مطابق نہ ہو تو اس پر عمل کیا جائے۔

رضی الدین سرخسی کی کتاب محیط تو اس لئے غیر معتبر ہے کہ اس میں نوادر مسائل بھرے ہیں۔ جو غیر معتبر ہیں۔ دیکھو روا المختار ج 1 ص 49 اور محیط کا معتبر متفق علیہ نسخہ بھی موجود ہے اور تحیہ جس سے ابو بکر کا قول دیوبندی میں بھی منقول ہے یہ بھی معتبر نہیں۔ کیونکہ مصنف معتزلہ فرقہ سے تعلق رکھتا ہے جو کہ بعض دیوبندی معتزلیوں کی طرح وفات کے بعد صدقہ دعا و ثواب میت کو پہنچنے کا قائل ہی نہیں ہے۔

الاحیاء للاموات و صلقتهم الی صدقۃ الاحیاء عنهم الی عن الاموات نفع الاموات حلالا للمعتزلی (متن شرح عقائد شرح میراس ص 579) اہل سنت و جماعت صدقہ و دعا کا میت کو نفع ہوتا ہے۔ معتزلہ فرقہ اس کا قائل نہیں۔

میں نے صاحب محیط و قید کی عبارات غیر معتبر ہیں۔ ان دونوں نے ظاہر الروایۃ میں ممنوع دعا غیر رائج و قبل سلام مندرج و منقول از مبسوط کو ہی اپنی طرف سے ولا یقوم للدعا یا دعا بعد صلوة الجنائزہ مکروہ کے اپنے ایجاد کردہ الفاظ سے تعبیر کیا ہے۔ جس کی صحیح امام قسطلانی نے جامع الرموز میں کر دی ہے۔ لہذا دیوبندیوں کی یہ فراڈ بازی قطعاً بد دینا تھی کہ بعد صلوة الجنائزہ سے مراد سلام کے بعد والی دعا ہے اور فرمان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم خرج احدکم من صلواتہ فلیدع الخ۔ کے خلاف ایسی بیہش و غلط تعبیری عبارات قطعاً قابل توجہ و مردود ہیں۔

بعد صلوة الجنائزہ کی فقہی وجہ برائے اطلاق یہ دعا بعد تکبیر رابع ہم بیان کر چکے ہیں۔ تو ابو حنیفہ جلد اسی ظاہر الروایۃ امام اعظم میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی ممنوع دعا کو بوجہ اہل سنت ظاہر الروایۃ مکروہ کہہ رہے ہیں اور امام محمد بن فضل بھی اسی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کو بوجہ قیاس برہانی نماز ہائے فرض و نفل و عمل صحابی عبداللہ بن ابی اوفیٰ بعد رابع و اثنان مثلاً احتاف لا باس بہ یعنی جائز و درست کہہ رہے ہیں۔ یہ سب جھگڑا بوجہ اہل سنت در ظاہر الروایۃ صرف چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کے متعلق ہے اسی کو ابی حنیفہ جلد مکروہ اور اسی کو محمد بن فضل بوجہ مذکور درست و جائز کہہ رہے ہیں۔ ورنہ دیوبندیوں نے اہل سنتی سلام کے بعد دعا مانگنا جب بدعت سیٹھ ہے تو ابو بکر اسے حرام کہتے صرف مکروہ نہ کہتے۔ اور اپنے امام کے مذہب کا خلاف ہوتا ہے جو کہ چوتھی تکبیر کے بعد دعا مانگنے سے ہو سکتا ہے کہ بدعت سیٹھ کا ارتکاب ہو کہ بقول دیوبندی بعد سلام دعا مانگنے سے ہوتا ہے۔ ورنہ بوجہ شیخ اہل سنت بعد تکبیر رابع ظاہر الروایۃ میں فوراً سلام اور منع دعا کے اس موقعہ کے علاوہ دیوبندی علماء کہ کیا کوئی بھی دعا کہیں بھی کہو وقت بھی منع ہے؟ فاعتبروا بالاولیٰ الابصار۔

فتاویٰ الفتاویٰ کی مجموعہ عبارت نمبر 7 | اس عبارت میں بھی لا یقوم کا لفظ ہے۔ جس کی تفسیر فقہاء سے جامع الرموز سے ہم بیان کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ صاحب خلاصۃ الفتاویٰ میں اس وجہ سے بھی قائل قبول نہیں کہ صاحب خلاصۃ الفتاویٰ نے میت کے لئے قرابت سے نماز جنازہ سے پہلے بھی اور بعد بھی منع کی ہے۔ حالانکہ اس کا یہ قول فقہائے محققین اور تمام تلامذہ امام اعظم ابو حنیفہ و جمہور احناف کے خلاف ہے۔ خاتمہ الحقیقین امام

ابن عابدین کہتے ہیں :

فان لم يكن هناك نجاسة ولا احد مكشوف العورة فلا كراهة مطلقا (رد المحتار ج 1 ص 598) یعنی اگر قرآن پڑھنے کی جگہ پاک ہو اور میت کی شرم گاہ کپڑے سے ڈھکی ہوگی ہو تو غسل میت سے پہلے بھی اس کے لئے قرآن مجید پڑھنا قطعاً مکروہ نہیں ہے

مخلوی علی الدر میں ہے :

ويقرأ عليه القرآن الخ (مخلوی بحوالہ قسطنطینی ج 1 ص 365 - بکذا فی جامع الرموز ج 1 ص 123)

اور اس سے بڑھ کر خود امام اعظم کی وفات کے موقع پر اکابر فقہائے احناف و علامہ امام اعظم عمل دیکھتے :

وان ابا حنیفة لما مات فحنم عليه سبعون الفاقيل الدفن جب امام ابو حنیفہ فوت ہوئے تو ان پر دفن سے پہلے ستر ہزار قرآن مجید ختم ہوئے (جواز الدعاء للموتی خواجہ محمد اکبر بصیر پوری بحوالہ جامع الروایات ص 3)

اور خود دیوبندی مفتی کفایت اللہ دہلوی کی "خیر الصلوة" کے صفحہ 38 اور "مفتاح الصلوة" کے صفحہ 112 اور حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی کی اشعۃ اللمعات ج 1 ص 686 سے متصل گزر چکا ہے بعد نماز جنازہ فاتحہ جو کہ ام القرآن ہے کا پڑھنا اور دعا کرنا جائز ہے تو صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کا یہ قول وہم ہے اور خود دیوبندیوں کے فتویٰ مذکور جواز دعا فردا کے بھی خلاف ہے - اسی نے علامہ عبدالقادر قرشی مصری متوفی 775ھ اپنی کتاب "الجواهر المنیۃ فی طبقات الغنیۃ" میں صاحب ہدایہ و صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کی بے شمار فقہی غلطیاں ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

وقد وقع فی کتاب الهدایۃ و الخلاصۃ اوہام کثیرۃ (الجواهر المنیۃ ج 2 ص 440 طبع حیدر آباد دکن) ہدایہ اور خلاصۃ الفتاویٰ میں بہت سے اوہام اور مشکوک مسائل بھی ہیں - اس لئے ظاہر الروایۃ صحیحہ امام اعظم کے فقہی قول کے علاوہ کسی بھی قتیہ کا ایسا تحول جو کتاب اللہ و حدیث نبوی سے مشکوک ہو وہ مدار مذہب نہیں ہو سکتا - صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کا یہ قول کہ توجیہ دیوبندیہ ممانعت دعا بعد سلام نماز جنازہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشاد فرغ احدکم من صلاتہ فلیدع کے خلاف ہے اور ناقابل قبول ہے - ورنہ دیوبندی بھی نماز جنازہ فردا دعا مانگنے کے جواز کا فتویٰ واپس لیں کہ دعا میں قرآن مجید پڑھ کر ہی ایصال ثواب ہوتا ہے اور صاحب خلاصہ مطلقاً بعد نماز جنازہ قرآن مجید پڑھنے سے روک رہے ہیں - اور اس کا یہ قول حدیث نبوی اور مذکورۃ الصدر فقہاء و محدثین اور خود دیوبندیوں کے بھی خلاف ہوئے وجہ سے بلا ریب وہم و محل نظر ہے - الا بصورۃ توجیہ ممانعت دعا بعد تکبیر راجع قبل سلام صلوات

صاحب جامع الرموز -

دعائی عالمگیری کی عبارت نمبر 14 مولوی عبدالرشید صاحب نے فتاویٰ عالمگیری سے جھوٹ و دعا بعد نماز جنازہ میں یہ عبارت نقل کی ہے :

لا بدعوا بعده فی ظاہر المذہب مولوی عبدالرشید صاحب کا یہ صریح دروغ ہے - فتاویٰ عالمگیری میں عبارت یوں ہے - ولیس بعد التکبیرۃ الرابعۃ قبل السلام دعاء ھکذا فی شرح الجامع الصغیر لقاضیخان و هو ظاہر المذہب ھکذا فی الکافی (فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص 59 طبع دہلی)

دعائی مولوی کی جعلی عبارت کا مطلب ہے کہ ظاہر المذہب میں اس کے بعد دعا نہ مانگے اور اس کے بعد "کے گم مول لفظ سے کچھ بھی مراد ہو سکتا ہے اور ارشد صاحب نے اس سے امام نماز جنازہ کے بعد والی دعا کی ممانعت گھڑ کر امام اعظم کے ذمہ لگا کر اپنی جعل سازی فتاویٰ عالمگیری کے حوالے کر دی - حالانکہ فتاویٰ عالمگیری کی اصل عبارت کا مطلب ہے کہ چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان ظاہر المذہب میں دعا ممنوع ہے -

ان کارروائی میں اس نے جھوٹ بول کر دو ظلم کئے ہیں - پہلا ظلم تو امام اعظم پر کیا کہ ان پر سلام کے بعد والی دعا کو جو عموم احادیث نبویہ سے ہر نماز کے بعد مانگنا مستحب ہے کا ان سے منع ہونا گھڑا اور دوسرا ظلم یہ کہ مرتبین فتاویٰ عالمگیری اعظم فقہاء احناف پر سلام کے بعد تکبیر دعا کی ممانعت کا اتمام لگا کر قبروں میں ان کی روجوں کو بڑھایا اور ان سے لعنت اللہ علی الکاذبین کا تمغہ حاصل کیا - اور تعجب بھی کیا؟ دیوبندی فرقہ کے نزدیک جھوٹ بول لینا کوئی عیب نہیں کیونکہ ان کے نزدیک تو معاذ اللہ انبیائے کرام علیہم السلام بھی صریح جھوٹ سے معصوم نہیں ہوتے - یہ مولوی ارشد صاحب تو خیر سے نیم ملاں خطرہ ایمان بنی ہیں - اس گروہ کے سب سے بڑے عالم العلماء جنہیں انہوں نے قاسم العلوم و جمیع نعم ربانیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں قاسم العلوم نصب کیا ہوا ہے - مولوی محمد قاسم نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند ایک فکر مسلک دیوبند کے لئے یوں گوہر فشانے کرتے ہیں :

(1) دروغ صریح بھی کئی طرح پر ہوتا - جن میں سے ہر ایک کا حکم یکساں نہیں اور ہر قسم سے نبی کا معصوم ہونا ضروری نہیں (معاذ اللہ)

(2) بالجملة علی العموم کذب کو منافی شان نبوت بایں معنی سمجھنا کہ یہ معصیت ہے اور ایمان علیہم السلام معاصی سے معصوم ہوتے ہیں خالی غلطی سے نہیں (معاذ اللہ) (تصفیہ عقائد مولوی محمد قاسم بانی دیوبند ص 23 طبع دیوبند)

دروغ صریح کا مطلب ہے چٹا بنگا جھوٹ - دیوبندی فرقہ کے بانی صاحب کمد رہے ہیں کہ

چنے جھوٹ کی ہر قسم سے نبی کا معصوم ہونا ہی ضروری نہیں یعنی چٹا رنگ جھوٹ بھی نبی کے لئے تو اس کی شان کے خلاف نہیں اور دوسری عبارت میں تقسیم علم و خیرات یوں فرما رہے ہیں کہ جھوٹ گناہ ہی نہیں تو پھر نبیوں کو اس سے معصوم سمجھنا ہی غلط ہے (معاذ اللہ) سمجھ گئے آپ دیوبندی علم و فطرت کی جولا نیاں - اور جب چٹا رنگ جھوٹ بول لینا نبی کی شان کے خلاف نہیں تو ان کے نزدیک ان کے اپنے آقاؐ نے نعمت نبویؐ پیشوا کے مذہب و ملت و آبیاری کے لئے تو جھوٹ بول لینا بڑا ہی کارِ ثواب ہوگا۔

دیوبندی مولویوں کے آخری سارا "البحر الرائق" کی عبارت کا جائزہ

کنز الدقائق فقہ حنفی کی جامع اور مختصر کتاب ہے - اس میں بوجہ اختصار و جامعیت متعلق عبارت و اشارات سے کام لیا گیا ہے - مختلف علما نے اس کی شروح لکھی ہیں - الدین ابن نجیم کی شرح کا نام البحر الرائق ہے - ابن نجیم کے مدافعوں نے بمطابق "جہاں نے پرند بلکہ مریداں سے پراند" ابن نجیم کی غلطیوں میں سے بھرپور طویل و عریض شرح البحر الرائق دیکھ کر ابن نجیم کی بھی بڑی لمبی چوڑی تعریف کی ہیں - یہاں تک کہ اسے شجر المذہب العثماني و ابو حنیفہ الثانی بھی کہا گیا ہے - حالانکہ ابن نجیم کے متعلق جو کچھ کہا گیا ہے وہ اتنے قد کاٹھ کا عقیدہ نہیں تھا - اس کی البحر الرائق باقی شارحین کنز کی شروح سے لمبی ضرور ہے مگر ایسی غیر ضروری طوالت کی وجہ سے ابن نجیم نے اس میں رطب و یابس اور غلط مسائل سے بھی گریز نہیں کیا - خود دیوبندیوں کے سب سے بڑے محقق مولوی محمد انور شاہ کشمیری ابن نجیم کی "البحر الرائق" میں مشدق غلطی نکالتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن نجيم صاحب البحر - ان اللعنة صغيرة - ولعله ذهب اليه لانه راى هذا اللفظ بحرى بين المسلمين فى باب اللعان فيكون صغيرة لا محالة وليس بشئ فان الشرع انما وضعه بين المتلاعنين لكونه اقبح لفظ عند الشرع (اللى قوله) لا كما فهمه (فيض الباري شرح بخارى ج 4 ص 214 طبع دہلی) ابن نجیم صاحب بحر الرائق نے کہا ہے کہ لعنت صغیرہ گناہ ہے - شاید اس نے یہ اس لئے کہہ دیا کہ لعان کنندگان کے درمیان ایک دوسرے پر لعنت میں یہ لفظ استعمال ہوتا رہتا ہے - ابن نجیم کا اس لعنت جیسے کبیرہ گناہ کو صغیرہ قرار دینا اس کی غلطی ہے - کیونکہ قذف کی صورت میں خاوند و بیوی کے درمیان لعان کرایا ہی اس لئے جاتا ہے کہ لفظ لعنت شرع میں سب سے زیادہ قبیح لفظ ہے تو یہ کس طرح صغیرہ گناہ ہو سکتا ہے - تو ابن

البحر الرائق کی غلطی ہے -

ابن نجیم آپ کو نماز جنازہ کے اندر والی دعا کے متعلق صاحب کنز الدقائق کی عبارت دکھاتے ہیں کہ ابن نجیم کی عبارت کی شرح میں ابن نجیم کی غلط فہمیاں بھی گنواتے ہیں اور اس کے ساتھ ہی ابن نجیم کی غلط عبارت میں پھر دیوبندی علما کی تبدیلیاں و فقہی بے اعتدالیاں بھی دکھاتے ہیں - آپ سے پہلے نماز جنازہ میں دعا کا موقع بیان کرتے ہوئے صاحب کنز الدقائق کی عبارت لکھتے ہیں:

وهي اربع تكبيرات بشاء بعد الاولى و صلوة على النبي عليه السلام بعد الثانية و دعاء بعد الثالثة و تسليمين بعد الرابعة - نماز جنازہ میں چار تکبیریں ہیں - پہلی تکبیر کے بعد ثا ہے دوسری تکبیر کے بعد درود ہے تیسری تکبیر کے بعد دعا ہے اور چوتھی تکبیر کے بعد دونوں طرف سلام پھیرنا ہے - صاحب کنز الدقائق کی اس عبارت کے فقرہ و دعاء بعد الثالثة کی تشریح میں ابن نجیم کی البحر الرائق کی عبارت یہ ہے:

ومع ذلك بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة وعن بعض لا بأس به (البحر الرائق ج 2 ص 183 طبع مصر) کنز الدقائق والے نے دعا کے ساتھ بعد الثالث کی قید اس لئے لگائی ہے اور کہا ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگئے - اس لئے کہ سلام کے بعد دعا نہ کرے -

ابن نجیم کی سبق قلم یا غلطی یا دو اشت یا غلط فہمی سے لکھی ہوئی اس غلط عبارت میں لانه لا يدعو بعد التسليم صاحب کنز الدقائق کے فقرہ و دعاء بعد الثالثة کی علت بیان کی گئی ہے یعنی تیسری تکبیر کے بعد دعا کرنے کی علت یہ ہے کہ سلام کے بعد دعا نہ کرے "تیسری تکبیر کے بعد دعا کرے" یہ جملہ معلولہ بھی جملہ انشائیہ ہے اور اس کی علت بیان کر دہ ابن نجیم لانه لا يدعو بعد التسليم بھی جملہ انشائیہ ہے - حالانکہ علت کا معلول سے پہلے فیعلہ شدہ ہونا ضروری ہے ورنہ بناء المتيقن على الموهوم لازم آئے گی - اور جب کہ علت یعنی عدم دعا بعد سلام ہی کتاب اللہ یا حدیث نبوی یا امام اعظم کے قول سے محقق نہیں تو اس کی وجہ دعا کی تنقید بالاشیاء کی نکتہ آفرینی ابن نجیم جیسے عالم سے صرف توہم یا اس کی اپنی غلط فہمی یا کارروائی کے سوا کوئی معنی نہیں رکھتی -

مشہور مقولہ ہے ثبت الفرض ثم النقش ابن نجیم پہلے دعا بعد تسلیم کو قرآن مجید یا حدیث نبوی یا ظاہر الروایۃ یا اپنے سے پہلے کسی مستند محقق کے قول سے منع ثابت کرتے پھر صاحب کنز الدقائق کے ذمہ لگاتے کہ چونکہ سلام کے بعد دعا نہ مانگنا نص یا قول امام سے ثابت

ہے اس لئے دعا تیسری تکبیر کے بعد ہی مانگ لے، سلام کے بعد نہ مانگے۔ حاشا و کلا صاحب الدقائق کا ہرگز ہرگز یہ مطلب نہیں۔ ان کی عبارت کا صاف مطلب یہی ہے کہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگے اور چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے یعنی ظاہر الروایۃ امام اعظم کے مطابق چوتھی تکبیر کے بعد صرف سلام ہی ہے دعا نہیں ہے۔

اگر ابن نجیم کی اس عبارت کو من و عن صحیح تسلیم کر لیا جائے تو یہ علامہ صاحب محرر مذہب نعمانی نہیں بلکہ محرف مذہب نعمانی قرار پاتے ہیں کہ صاحب مذہب تو چوتھی تکبیر کے بعد دعا منع کریں اور یہ ترجمان مذہب امام اپنی طرف سے سلام کے بعد دعا سے منع کر کے اپنے امام بلکہ حدیث نبوی اذا فرغ احدکم من صلاتہ فلیدع (جب کوئی اپنی کسی نماز سے فارغ ہوا دعا مانگے) کا مقابلہ کرنے پر تل جائیں۔ بہر حال ابن نجیم کی عبارت لانه لا یدعو بعد التسليم بوجہ عدم صحت ملیت حکم دعا بعد تکبیر و ثالث سبق قلم یا عبارت صاحب کنز الدقائق سے غلط فہمی یا ذہنی یادداشت کی غلطی ہے جو کہ بڑے بڑے جلیل القدر مصنفین سے متقاضی الانسان مرکب من الخطأ والنسيان واقع ہوتی آئی ہے۔ اعظم علمائے اسلام کی تفنیفات میں اس قسم کی سبق لسان یا سبق قلم کی بے شمار مثالیں موجود ہیں کہ آوی بولنا یا لکھنا کچھ اور چاہتا ہے مگر زبان یا قلم سے کچھ اور ہی نکل جاتا ہے۔

راویان حدیث کی سبق لسان یا سبق قلم یا وہم | امام بخاری اپنی اصح الکتاب بعد کتاب اللہ بخاری شریف کی کتاب الفہم میں حضرت ام المؤمنین صدیقہ سے ایک روایت لائے ہیں جس میں ایک جملہ ہے فدخل على حفصة یعنی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت المؤمنین حفصہ کے گھر تشریف لائے۔ دیوبندیوں کے پیشوا مولوی انور شاہ کشمیری کہتے ہیں کہ: وهو وهم وانما هي قصة في بيت زينب (فیض الباری ج 4 ص 306 و ص 487 طبع دہاتیل) یہ اس حدیث کے راویوں میں سے کسی راوی کا وہم ہے۔ یہ واقعہ حضرت حفصہ کے گھر نہیں ہوا بلکہ حضرت زینب کے گھر ہوا ہے۔

امام بخاری نے یہ روایت کتاب النکاح باب دخول الرجل علی نسائه (بخاری ج 2 ص 785 اور کتاب اہل باب ما یکرہ من ارجال المرافع الزوج بخاری ج 2 ص 1031 میں درج کی ہے اور دونوں جگہ فدخل علی حفصة درج کر گئے ہیں۔ حالانکہ اتنے بڑے محدث کو بھی کسی راوی کے وہم یا سبق قلم یا سبق لسان پر اطلاع نہیں ہوئی۔ اسی لئے ایسی سبق و فرد گذشت در اندراج حدیث کے متعلق مولوی محمد انور شاہ مذکور بار بار واویلا کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وما آفته الأخبار إلا روايتها (فیض الباری ج 4 ص 488) حدیث کے راوی ہی احادیث کے لئے آفت ثابت ہوئے ہیں۔

ای بخاری شریف میں راویوں کے ہم چنین سبق قلم یا سبق لسان یا وہم کا ایک اور نمونہ ملتا ہے۔

امام بخاری کتاب بدأ الخلق باب ما یکرہ من افشاء (بخاری ج 1 ص 460) پر سہل بن سعد سے روایت لائے ہیں جس کے الفاظ دیوبندی مولوی محمد انور شاہ نے فیض الباری میں نقل کئے ہیں۔

السلح الجنة من امسى سبعون الفاً و سبع مائة الف میری امت سے ستر ہزار اور سات لاکھ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔

وہابی پیشوا محمد انور شاہ مذکور لکھتے ہیں کہ اس روایت میں لفظ و سبع مائة الف صحیح نہیں معروف روایات میں لفظ ومع کل منهم سبعون الفاً ہے۔

والظاہر انه وهم من الراوی یہ راوی کا وہم ہے (فیض الباری ج 4 ص 40) یعنی صحیح لفظ ومع کل منهم سبعون الفاً تھا جسے راوی کے وہم یا سبق قلم یا سبق لسانی نے و سبع مائة الف بنا دیا۔ جس کا معنی ہے ستر ہزار اور اس ستر ہزار میں سے ہر شخص کے ساتھ ستر ہزار داخل جنت ہوں گے۔

محمد انور شاہ نے و سبع مائة الف نقل کیا ہے۔ ہمارے پاس نسخہ بخاری میں او سبع مائة الف ہے۔ انور شاہ کی نقل کے مطابق وہم راوی ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے پاس والے نسخہ بخاری کے الفاظ "او" کے لحاظ سے وہم راوی نہیں بلکہ تردد راوی ہے۔ اس صورت میں وہم یا سبق قلم انور شاہ ہے۔

امام بخاری کا سبق قلم | سبق قلم یعنی لکھنا کچھ اور تھا مگر لا شعوری طور پر قلم سے کچھ نکل ہوا۔ یہ بڑے بڑے محدثین سے بھی واقع ہوا ہے۔ امام بخاری نے صحیح بخاری ج 2 ص 785 میں محمد بن اسحاق سے غزوہ مریض 6ھ میں لکھا پھر موسیٰ بن عقبہ سے اسے 5ھ میں لکھتے ہیں کہ سبق قلم سے 4ھ میں لکھ گئے۔ امام زرقلی شرح مواہب اللدنیہ میں کہتے ہیں:

کذاہ سبق قلم من البخاری (زرقلی ج 2 ص 96) امام بخاری سے یہ سبق قلم ہوا ہے۔

آجوں کے سبق قلم | اسی دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق مجموعہ خانی کے ایک نسخہ میں ہے "اما نخواند" چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے اور دعا مانگے۔ دوسرے نسخہ میں ہے "و دعا مانگے" اور دعا مانگے۔ یہ سبق قلم کا تب ہے کہ بخواند کو نخواند کروی یا نخواند کو بخواند لکھ دیا۔ اس کی کج توجہ ہم حوالہ جات ظاہر الروایۃ بابت دعا متنازع فیہ در نماز جنازہ میں مفصل کر آئے ہیں۔

دیوبندیوں کے پیشوا مولوی محمد انور شاہ کشمیری کی فیض الباری میں سہو قلم مولوی بدر عالم میرٹھی کہتے ہیں کہ فیض الباری باب الاذان یوم الجمعة ج 2 ص 335 میں نماز اذانوں کا اندراج لعلہ سہو من قلمی یعنی مولوی محمد انور شاہ سے فیض الباری ملا کرتے وقت "شاید مجھ سے جمعہ کی دو اذانوں کو غلطی سے تین اذانیں لکھا گیا ہے۔ اذانیں تو دو ہی ہیں تکبیر کو تیسری اذان لکھنے میں مجھ سے غلطی ہو گئی تھی" مقرر بطور کہتا ہے کہ مولوی بدر عالم نے اپنا حاشیہ "البدر الساری" لکھتے وقت یہ لفظ صحیح کیوں نہیں کر دیا۔ اپنے سہو قلم کو باقی رکھا اور شریعت کا حلیہ بگاڑنا ہی کیا ضروری تھا۔ بہر حال مولوی انور شاہ کے سہو کو اپنے اوپر لے کر اس کے سہو کو چھپایا تو جاسکتا ہے مگر سہو ذہن یا سبق قلم ضرور ہے۔ دیکھو البدر الساری حاشیہ فیض الباری (فیض الباری ج 2 ص 335)

سبق اسان کا ایک واقعہ | حدیث میں ہے کہ کسی شخص کی سواری معد سامان خورد و نوش کسی جنگل میں گم ہو گئی تو وہ مایوس ہو کر سو گیا۔ اچانک سواری خود اس کے پاس آگئی تو شدت فرحت میں اس کی زبان سے نکل گیا "اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب ہوں"۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ شدت فرحت سے اس کی زبان سے ایسا کلمہ نکل گیا۔ مشکوٰۃ باب الاستغفار والتوبۃ ص 203 (ملا علی قاری صاحب اس کی شرح میں کہتے ہیں کہ یہ غلطی اس سے سبق لسان کی وجہ سے ہو گئی کہ کہنا چاہتا تھا "اے اللہ میں تیرا بندہ ہوں تو میرا رب ہے" مگر سبق لسانی سے ایسا کہہ بیٹھا۔ ابن نجیم کی البحر الرائق میں قلمی غلطی ہم "فیض الباری" مولوی محمد انور شاہ دیوبندی کے حوالہ سے لکھ آئے ہیں کہ ابن نجیم نے مسائل سمجھنے میں غلطی کی ہے کہ لعنت کو جو کبیر گناہ ہے اس نے صغیرہ بنا دیا ہے۔ اسی طرح نماز جنازہ کے سلام کے بعد والی دعا کے متعلق اس کا لانا لا یدعو بعد التسلیم یا تو صاحب خلاصہ کے قول کے فہم میں غلطی ہوئی ہے یا خلاصۃ الفتاویٰ سے مسئلہ دیکھا اور ذہن سے اتر گیا پھر یادداشت کی غلطی سے ایسا لکھ دیا اور مذکورہ بالا علما کے قلم یا زبان کے سہو کی طرح ایسی غلط عبارت لکھ بیٹھے۔

ابن نجیم کی دعا بعد سلام نماز جنازہ کی ممانعت والی عبارت کے غلط ہونے پر صریح شواہد نمبر 1۔ صاحب کنز الدقائق نے اس مسئلہ میں چار فقرے ایک طریقہ سے لکھے ہیں۔

(1) بشیٰ بعد الاولی (2) وصلیٰ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ (3) ودعا بعد الثالثۃ (4) ونسلیمتین بعد الرابعۃ ابن نجیم نے صرف بعد الثالثۃ کو ذکر کے لئے قید استرازی قرار دے کر اس سے دعا بعد سلام کو خارج کیا ہے۔ بعد الاولی و بعد الثانیۃ

ابن نجیم کی دعا بعد سلام نماز جنازہ کی ممانعت والی عبارت کے غلط ہونے پر صریح شواہد نمبر 1۔ صاحب کنز الدقائق نے اس مسئلہ میں چار فقرے ایک طریقہ سے لکھے ہیں۔

(1) بشیٰ بعد الاولی (2) وصلیٰ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ (3) ودعا بعد الثالثۃ (4) ونسلیمتین بعد الرابعۃ ابن نجیم نے صرف بعد الثالثۃ کو ذکر کے لئے قید استرازی قرار دے کر اس سے دعا بعد سلام کو خارج کیا ہے۔ بعد الاولی و بعد الثانیۃ

ابن نجیم کی دعا بعد سلام نماز جنازہ کی ممانعت والی عبارت کے غلط ہونے پر صریح شواہد نمبر 1۔ صاحب کنز الدقائق نے اس مسئلہ میں چار فقرے ایک طریقہ سے لکھے ہیں۔

(1) بشیٰ بعد الاولی (2) وصلیٰ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ (3) ودعا بعد الثالثۃ (4) ونسلیمتین بعد الرابعۃ ابن نجیم نے صرف بعد الثالثۃ کو ذکر کے لئے قید استرازی قرار دے کر اس سے دعا بعد سلام کو خارج کیا ہے۔ بعد الاولی و بعد الثانیۃ

ابن نجیم کی دعا بعد سلام نماز جنازہ کی ممانعت والی عبارت کے غلط ہونے پر صریح شواہد نمبر 1۔ صاحب کنز الدقائق نے اس مسئلہ میں چار فقرے ایک طریقہ سے لکھے ہیں۔

(1) بشیٰ بعد الاولی (2) وصلیٰ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم بعد الثانیۃ (3) ودعا بعد الثالثۃ (4) ونسلیمتین بعد الرابعۃ ابن نجیم نے صرف بعد الثالثۃ کو ذکر کے لئے قید استرازی قرار دے کر اس سے دعا بعد سلام کو خارج کیا ہے۔ بعد الاولی و بعد الثانیۃ

بلکہ خلاصۃ الفتاویٰ میں چوتھی تکبیر کے بعد دعا کی ممانعت پائیں الفاظ مذکور ہے :

وَلَا يَعْقِدُ بَعْدَ تَكْبِيرِ الرَّابِعِ لِأَنَّهُ لَا يَبْقَى ذِكْرُ مَسْنُونٍ حَتَّى يَتَعَقَّدَ فَالصَّحِيحُ أَنْ
يَحُلَّ السَّابِقُ ثُمَّ يَسْلَمُ تَسْلِيمَتَيْنِ (خلاصۃ الفتاویٰ طبع کھنؤ ص 225) اور چوتھی
تکبیر کے بعد چونکہ کوئی ذکر دعا وغیرہ نہیں ہے اس لئے چوتھی تکبیر کے بعد فوراً ہاتھ کھول
دے اور ہاتھ کھول کر پھر دونوں طرف سلام پھیر دے ۔

دیکھ لیا آپ نے البحر الرائق میں ابن نجیم کا سبق قلم کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں چوتھی تکبیر اور
سلام کے درمیان والی دعا جو کہ ظاہر الروایۃ امام اعظم میں منع ہے سے روکا جا رہا ہے اور ابن
نجیم اس کے حوالہ سے سلام کے بعد والی دعا منع لکھ رہے ہیں ۔ ظاہر ہے کہ ابن نجیم
خلاصۃ الفتاویٰ میں مسئلہ دیکھا ضرور ہوگا مگر اس سے مسئلہ نقل کرتے وقت کتاب سامنے نہ تھی
اور یادداشت غلط ہو گئی اور لاشعوری طور پر مسئلہ غلط نقل کیا یا سبق قلم سے بجائے بعد الرائق
کے بعد تسلیم لکھ گئے جو کہ عقلاً فحواً و فقہاً و حوالاً غلط ہے ۔

باقی رہا صاحب خلاصۃ الفتاویٰ کا آگے چل کر یہ لکھنا کہ وَلَا يَقُومُ بِالْإِدْعَاءِ فِي قِرَاءَةِ الْقُرْآنِ
لِأَجْلِ الْحَبِثِ بَعْدَ صَلَوةِ الْجَنَازَةِ وَقَبْلَهَا تَوَيُّهُ خُودَ فَقَاهُ كَزَدِيكَ مَتَرَدِّدٍ هُوَ كَأَكْثَرِ فَتَاهُ
نَمَازِ جَنَازَةٍ وَقَبْلَ نَمَازِ جَنَازَةٍ مِيتَ كَلِّ لِقَرَاتِ قُرْآنٍ مُجِيدٍ كَوَاجِزَ قَرَارٍ دَعَا رَهْ هُوَ هُوَ ۔ اس کی
بحث ہم مفصل حوالوں سے پہلے کر چکے ہیں ۔ ملاحظہ کر لئے جائیں ۔

اسی لئے امام عبدالقادر قرشی متوفی 775ھ نے خلاصۃ الفتاویٰ کو غیر معتبر کتاب قرار دیا ہے ۔ لکھتے ہیں :
وَقَدْ وَقَعَ فِي كِتَابِ الْهَدَايَةِ وَالْخُلَاصَةِ لَوْهَامٍ كَثِيرَةٍ (الجواهر المفيدة في طبقات الخلفاء
ج 2 ص 440) ہدایہ اور خلاصۃ الفتاویٰ میں بہت ہی وہم اور غیر یقینی مسائل درج ہیں ۔

نمبر 4 ۔ ابن نجیم نے بعد الشاہ کو قید احترازی قرار دے کر اس سے بعد سلام نماز جنازہ دعا کو
خارج کیا ہے ۔ حالانکہ قیود سے بوجہ مشابہت ہم جنس و تشابہات کو خارج کیا جاتا ہے ۔ تکبیر
الشاہ کی ہم جنس و شبہ تکبیرۃ الرابعۃ ہے ۔ سلام نہیں ۔ تکبیرۃ الرابعۃ جس کے بعد اختلاف کے
نزدیک دعا ممنوع ہے کو چھوڑ کر سلام کے بعد والی دعا کو خارج کرنا بعید از علم و دانش ہے اس
لئے اسے سبق قلم پر محمول کئے بغیر ابن نجیم کی فتاوت و دانش و علم کا بھی تختہ لگانا ہے ۔

نمبر 5 ۔ ابن نجیم کی یہ عبارت خود دیوبندیوں کے فتویٰ کے بھی خلاف ہے کیونکہ اس نے مطاع
اجتماعاً و فرداً ہر طرح کی دعا سے لائنہ لا یدعو بعد التسلیم کہہ کر منع کیا ہے اور خود مفتی
کفایت اللہ اور منڈی چشتیاں کے علمائے فرداً دعا مانگنا جائز تسلیم کیا ہے ۔ لہذا دیوبندی علماء یا اللہ
الرائق کی عبارت کی کوئی تاویل کریں یا سبق قلم یادداشت غلطی تسلیم کریں یا اپنا فتویٰ غلط قرار
دیں ۔ فتویٰ کی نقل گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے ۔ اصل فتویٰ ہمارے پاس محفوظ ہے ۔

ہم لکھ آئے ہیں کہ البحر الرائق کا فقرہ لائنہ لا یدعو بعد التسلیم دعا بعد الشاہ کی
دعا مانگا گیا ہے حالانکہ فنی طور پر سلام کے بعد دعا نہ مانگنا تیسری تکبیر کے بعد دعا کی مسنونیت
کی علت نہیں ہو سکتا کیونکہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگنا سنت ہے ۔ معلول بعدم دعا بعد سلام
حلالۃ الجنائزہ نہیں ۔ لہذا یہ عبارت درست نہیں اور یقیناً سبق قلم ہے ۔ اسے ممانعت دعا بعد نماز
الجنائزہ میں پیش کرنا محض تحکم و جہالت ہے ۔

نمبر 6 ۔ ابن نجیم نے تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگ کر سلام کے بعد ممانعت کا ذکر تو کیا درمیان
میں چوتھی تکبیر کے بعد کیا کرتا ہے اس کا ذکر کیوں چھوڑا ؟ حالانکہ ایسے موقع پر دعا محل نزاع
کی الذرا یقیناً یہ سبق قلم ہے ۔

دیوبندیوں کی عبارت البحر الرائق میں بددیانتی

میرے پاس دیوبندی مولوی عبدالرشید ارشد کا رسالہ ” نماز جنازہ کے بعد دعائیں ” اور اس
کے راتب خور بہاول نگر کے ایک نیم ملاں خطہ ایمان کی رسائی ” نماز جنازہ کے بعد دعا کی حقیقتہ
” بھی ہے ۔ دونوں نے ابن نجیم کی البحر الرائق کی عبارت یوں نقل کی ہے :

وَلَا يَدْعُو بَعْدَ التَّسْلِيمِ (رسالہ اولی ص 73 - رسالہ ثانیہ ص 3) اور سلام کے بعد
دعا نہ مانگے ۔

حالانکہ البحر الرائق میں ہے لائنہ لا یدعو بعد التسلیم (البحر الرائق ج 2 ص 183 طبع مصر)
اس کا ترجمہ ہے اس لئے کہ بعد سلام دعا نہ مانگے ۔

دیوبندیوں کی منقولہ عبارت میں لا یدعوا الف کے ساتھ ہے اور اصل عبارت میں لا یدعو بغیر
الف ہے ۔ لا یدعو واحد ہے اور لا یدعوا الف جہالت نازل ہے ۔ اگر صرف بہاول نگر کی
رسائی میں ہی ہوتا تو ہم اسے اس کی ناخواندگی پر محمول کر کے چھوڑ دیتے ۔ ہم تو عبدالرشید
ارشد کے کرتب پر حیران ہیں کہ اس نے لائنہ لا یدعو کو ولا یدعوا کیوں بنایا ۔ اس کے
راتب خور جاہل نے تو ایسا کرنا ہی تھا ۔ ارشد صاحب نے یہ پاؤں کیوں بیلا ؟ اس لئے کہ اسے
علوم تھا کہ لائنہ لا یدعو نہ بیان مسئلہ ہے نہ الظہار حکم شریعت اور نہ ہی دعویٰ ہے بلکہ وہ
دعا بعد الثالثۃ کی علت کھڑی کی گئی ہے جو مفید قطعیت مسئلہ نہیں ہو سکتی ۔ کیونکہ ” دعا بعد
الثالثۃ ” کی علت کوئی اور بھی ہو سکتی ہے لہذا حسب عادت علمائے دیوبند البحر الرائق کی عبارت کو
لائنہ لا یدعو علت کی صورت سے دعویٰ کی صورت میں ولا یدعوا بنا دیا کہ ” گویا کھائے تو

باقی کا تو کھائے۔ تاکہ معلوم ہو کہ صاحب البحر الرائق صاحب کنز الدقائق کے کسی دعویٰ سبب بیان نہیں کر رہے بلکہ خود کہہ رہے ہیں کہ سلام کے بعد دعا مانگے۔
 ماشاء اللہ! اسے کہتے ہیں اغٹائی گیری۔ جس میں یہ حضرات ماہر انجینئر ہوتے ہیں۔
 ایک اور بد دیانتی | ان دونوں مذکورہ رسالوں میں ابن تیمیہ کی عبارت بدلنے کے علاوہ اس کے حوالے سے ایک خود ساختہ فقرہ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ڈبڈبی یہ ماری ہے کہ اس کی پوری عبارت درج نہیں کی کیونکہ اس سے اگلی عبارت میں دعا کو جائز و مستحب لکھا گیا ہے۔
 البحر الرائق کی پوری عبارت یہ ہے:

وقيد بقوله بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة و عن الفضلي لا بأس به فقره و عن الفضلي لا بأس به كما معني به ان الامام فضلي منقول ہے کہ سلام کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔

گزشتہ صفحات میں بھی ابو بکر بن خالد کے قول کہ بعد نماز جنازہ دعا مانگنا مکروہ ہے کو برجندی کا اس امام فضلی کے قول لا بأس بہ سے رد کر دینا برجندی کی عبارت کی تشریح میں ہم مفصل لکھ آئے ہیں کہ ابو بکر بن خالد کا قول کراہت دعا بھی ظاہر الروایۃ کے مطابق چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کے متعلق ہے اور امام فضلی کا قول بھی جواز و استحباب دعا مطابق و اختصار بعض مشائخنا مذکور در عبارات ظاہر الروایۃ مندرجہ رسالہ ہذا اسی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کے متعلق ہے۔ سلام کے بعد والی دعا قطعاً متنازع فیہ نہیں کیونکہ یہ تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فرمان اذا فرغ احدکم من صلاته فليدع الخ۔ جسے ہم گزشتہ اوراق میں مفصلاً درج کر آئے ہیں اور عمومی فضیلت دعا بعد نماز کے تحت مستحب ہے۔

ایک مناظرہ میں البحر الرائق کی اسی عبارت سے دیوبندیوں کی یادگار شکست منڈی صادق خنچ ضلع بہاول نگر کے علاقہ میں پاک بھارت بارڈر کے قریب واقع گاؤں "جبل موسیٰ" میں بریلوی و دیوبندی مسلک کی حقانیت کی موضوع پر مورخہ 7 ربیع الاول 1409ھ مطابق 30 اکتوبر 1988ء بروز جمعرات ایک مناظرہ منعقد ہوا تھا۔ اہل سنت بریلوی مسلک کی طرف سے خطیب اہل سنت مولانا سید محمد زمان شاہ صاحب بہاول نگری اور دیوبندیوں کی طرف سے مولوی قطب الدین صاحب محمد پوری اس مناظرہ کے بانی تھے۔ اہل سنت کی طرف سے محرر طور مناظرہ مدعو تھا اور دیوبندی گویا نوالہ سے مولوی محمود الحسن صاحب کو مناظرہ کے لئے لائے تھے۔ محرر طور اپنے ہمراہ و حسن حضرت پیر سید عبدالستار شاہ صاحب و حضرت پیر سید احمد شاہ صاحب بہاول والے کے ہمراہ 10 بجے مقام مناظرہ پر پہنچ گئے تھے جب کہ دیوبندی مولوی 12 بجے آئے۔

علمائے اہل سنت کے جم غفیر و مجمع عام میں علاقہ کے با اثر زمیندار میاں رشید احمد صاحب کو کی زیر صدارت و ثالثی مناظرہ کی کارروائی شروع ہوئی۔ موضوع مناظرہ پر بات چلی تو علمی مناظرے کا کہ یہاں دعا بعد نماز جنازہ کا جھگڑا ہے لہذا ہم اس موضوع پر مناظرہ کرنے کے لئے آئے ہیں۔ محرر طور نے کہا کہ ہمیں منظور ہے مگر آپ کے اکابر کی گستاخی رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم میں کفریہ عبارات کا بھی یہاں اور ہر جگہ سب سے بڑا جھگڑا ہے۔ ہماری طرف سے یہ موضوع مناظرہ اور تمہاری طرف سے دعا بعد نماز جنازہ۔ دونوں پر بحث کے لئے علمایا گیا ہے۔ پہلے آپ کے اکابر کی گستاخی والی عبارات پر مناظرہ کر لیں اور پھر دعا بعد نماز دعا پر مناظرہ ہوگا۔

میرے پاس تمہارے مولوی اشرف علی تھانوی کا رسالہ نام نہاد "حفظ الایمان" ہے اس کے مطابق اس نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم غیب کہنے کا رد کرتے ہوئے آپ کی شان میں کتب میں یہ گستاخی کی ہے کہ:

اور اس سے بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی ہی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب زید و عمر بلکہ ہر صبی و بھون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ پھر چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ (حفظ الایمان طبع دیوبند ص 8)

یہ ناپاک عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہے اور اس لفظ "ایسا" سے پہلے بعض علوم غیبیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مذکور ہیں جو تشبیہ ہیں اور اس لفظ "ایسا" کے بعد زید و عمر یعنی غیر انھو خیرا اور بچوں و پاگلوں و حیوانوں کے علوم غیبیہ مذکور ہیں جو تشبیہ ہیں اور تھانوی نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علوم غیبیہ کو پاگلوں اور حیوانوں وغیرہ کے علم سے تشبیہ دی ہے جو صریح گستاخی اور توہین نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور کفر ہے۔

دیکھئے! میرے پاس یہ کتاب "براہین قاطعہ" ہے یہ آپ کے پیشوا مولوی خلیل احمد بریلوی مدرس مدرسہ دیوبندیہ سارن پور کی معتمد اور آپ کے قطب عالم مولوی رشید احمد گیلانی کی تصدیق شدہ ہے۔ اس میں آپ کے ان دونوں مسلم پیشواؤں نے شیطان لعین کا علم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وسیع و زیادہ مانا ہے۔ عبارت یہ ہے:

شیطان اور ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی طرف قلعی ہے کہ جس سے تمام نعوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے (براہین قاطعہ طبع دیوبند ص 51)

یہ ناپاک عبارت میں یہ کہا جا رہا ہے کہ جو شخص ساری روئے زمین کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مانتا ہے وہ شرک کرتا ہے کیونکہ ساری روئے زمین کا علم شیطان و ملک الموت کے

لئے تو قرآن شریف و احادیث سے ثابت ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے یہ ثابت نہیں۔

اور ائمہ نے صاف لکھا ہے کہ جو شخص کسی بھی مخلوق کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زیادہ عالم مانے وہ گستاخ ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سب کرتا ہے اور کافر ہے۔ (شہاب الدین خفاجی لکھتے ہیں:

من قال ان فلانا اعلم منه صلى الله عليه وسلم فقد عابه ونقصه (المنقول)
والحكم فيه حكم السباب (نسيم الرياض شرح "الشفاء" قاضی عیاض ج 4 ص 338 طبع مصر) جو شخص یہ کہے کہ فلاں (شیطان یا ملک الموت یا کوئی بھی شے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عالم و وسیع اعلم ہے تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عیب لگایا ہے اور آپ کی تنقیص و توہین کی ہے۔ اس کا حکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالی دینے والے کا ہے کہ وہ مرتد ہو گیا۔

اور دیکھئے! میرے پاس آپ کے قاسم العلوم بانی مدرسہ دیوبند مولوی محمد قاسم نانوتوی کی یہ کتاب "تخذیر الناس" ہے۔ اس میں آپ کے اس پیشوا نے لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو قرآن مجید میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمایا گیا ہے تو آپ کی خاتمت کو سمجھنا کہ آپ کے زمانہ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں آسکتا۔ خاتمت کا یہ مطلب عوام یعنی بے لوگوں کا خیال ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الزمان نبی سمجھنے میں آپ کی اصلاح کی فضیلت بھی نہیں بقی بلکہ خاتمت کا معنی ہے کہ آپ اپنی ذات سے نبی ہیں اور باقی نبی آپ سے وسیلہ سے اور بالعرض نبی ہیں اور خاتمت کے اس فضیلت والے معنی کی رو سے اگر بالفرض تم کے بعد بھی کوئی نیا نبی آجائے تو آپ کی شان ختم نبوت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ایسے ہی پکڑ چلا کر آپ کے بعد نئے نبی آجانے کو جائز بنایا اور نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ مولوی محمد قاسم قاطع عقیدہ ختم نبوت زمانی کی عبارات یہ ہیں:

(1) سو عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلعم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیائے سابق کے زمانہ کے بعد اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہو گا کہ تقدم یا تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔ پھر مقام درج میں ولکن رسول اللہ و خاتم النبیین فرمانا اس صورت میں کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے (تخذیر الناس طبع دیوبند ص 2)

(2) سو اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمت کو تصور فرمائیے یعنی آپ موصوف بوصف نبوت بالذات ہیں اور سوا آپ کے اور نبی موصوف بوصف نبوت بالعرض

انہوں کی نبوت آپ کا فیض ہے پر آپ کی نبوت کسی اور کا فیض نہیں۔ آپ پر سلسلہ نبوت منتقل ہو جاتا ہے۔ (تخذیر الناس ص 4)

(3) بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمت کوئی میں کچھ فرق نہ آئے گا (تخذیر الناس ص 24)

یہی محمد قاسم کی یہ اور اس قسم کی اس کی تمام عبارتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ذاتی نبی ہیں باقی نبی بالعرض نبی ہیں اور آپ کے زمانہ سے پہلے ہو چکے یا آپ کے بعد تقدیر الہی میں آنے والے ہوں۔ آپ کے بعد بھی کوئی نبی پیدا ہو جائے تب بھی آپ کی شان ختم نبوت بحال ہی رہے گی کہ آپ کے فیض سے ہی وہ آئے گا۔ خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا اجماع امت کا انکار اور کفر ہے۔ کیونکہ آیت میں وارد خاتم النبیین کا معنی آخری نبی ہونے میں اجتماعاً مخصوص ہے کوئی اور معنی کرنا کفر ہے۔ اس کی تفسیل کے لئے دیکھئے ہماری کتاب "دیوبندی مذہب"۔ اسی وجہ سے علمائے عرب و عجم نے "سبام الحرمین" میں ان چاروں مولویوں کی ان عبارات کو کفریہ قرار دے کر حکم لگایا کہ جو ان کی عبارت دیکھ سن کر کافر نہ کہے وہ خود کافر ہے۔

یہاں تم ہمیں بتاؤ کہ یہ عبارات کفریہ ہیں یا تم ان کے لکھنے والوں کو بزرگ و پیشوا مانتے ہو؟ صورت اول دیوبندیہ سے توبہ کرو ورنہ تم اہل سنت و جماعت و مسلمان نہیں ہو۔ اس کا جواب وہ اور پھر دعا بعد نماز جنازہ اور ہر مسئلہ پر جتنے دن چاہو مناظرہ کر لو۔

دیوبندی مناظرے جب یہ سنا تو منہ میں رکھا ہوا بیڑا تمباکو اگل دیا اور نیا ایندھن بھر کر نکلتے ہو گئے۔ کہنے لگے کہ ہم اس موضوع پر ہرگز ہرگز گفتگو نہیں کر سکتے کیونکہ ہمارے پاس اس قسم کی کتابیں نہ ہیں۔ ہم تو صرف دعا بعد نماز جنازہ پر مناظرہ کریں گے۔ مگر سطور نے ان کو بتائیں ان کو دینے کا اعلان کر دیا کہ کتابیں مجھ سے لے لو مگر ان گستاخی رسول اور انکار اجتماع عبارتوں کا تعصیب کرو۔ مگر دیوبندی مناظرہ بالکل انکار کرنے لگا تو صدر مجلس مناظرہ میاں رشید صاحب کھڑے ہو گئے اور دیوبندی مناظرے سے کہا کہ تمہارے اکابر پر یہ ایک پرانا اعتراض ہے۔

آپ کیوں صفائی پیش نہیں کرتے؟ اہل میں کچھ کالا کالا ضرور ہے۔ دیوبندی مناظرہ محمود الحسن کو ایندھن پر بیٹھ آ رہا تھا۔ کہنے لگا کہ اس سے ہمارے بزرگوں کی توہین ہوتی ہے۔ مگر سطور نے کہا کہ تمہارے بزرگوں نے حضور سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی تو تم نے کتابیں بھاپ کر ملک میں پھیلادیں۔ اس سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی توہین کا کچھ فائدہ ہوا۔ اب ہم اگر توہین رسول والی وہی عبارات ظاہر کر کے آپ سے جواب مانگتے ہیں تو تم کہتے ہو کہ اسے علماء کی توہین ہوتی ہے۔ کیا تمہارے ان گستاخ رسول مولویوں کی عزت حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی عزت سے زیادہ ہے؟

میرا یہ کہنا تھا کہ دیوبندی مولوی کتابیں سمیٹنے لگ گئے کہ ہم جاتے ہیں۔ مناظرہ کرتے ہی نہیں میاں رشید احمد نے جب دیکھا کہ یہ لوگ تو بھاگ رہے ہیں تو مطابق مالا پلرک کدہ یا پلرک کدہ دیوبندیوں سے کہا کہ کیا ان کفریہ عبارات پر تیاری کر کے پھر مناظرہ کرو گے دیوبندی مولوی نے کہا کہ پھر کسی اور تاریخ پر ہم مناظرہ کر لیں گے۔ تاریخ مقرر ہو گئی (اور اس تاریخ پر پھر ہم وہاں پہنچے مگر دیوبندیوں نے نہ آنا تھا نہ آئے) میاں رشید احمد نے کہا کہ پھر ہمیں بات معلوم ہو گئی۔ اب آپ دعا بعد نماز جنازہ پر ہی بات شروع کرو۔ محرر سطور نے نماز جنازہ کے بعد دعا کے مستحب ہونے کے دلائل شروع کئے۔

دلائل اہل سنت

محرر سطور نے آیات قرآنیہ و افادہ شریعت عبادی عنی فانی قریب احیاء دعوتہ الداع اذا دعان جس کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی دعا مانگے اللہ تعالیٰ اس کی قبول کرتا ہے یعنی اذا دعان جب کوئی دعا مانگے ہر وقت کو عام ہے اور اذا جس کا معنی ہے جس وقت "کا عموم بتا رہا ہے کہ ہر وقت دعا مانگنے کے لئے مستحب ہے تو نماز جنازہ سے پہلے ہو بعد یہ بھی ایک وقت ہے۔ جب تک کسی خاص قطعی دلیل سے اس وقت کو استحباب سے خارج نہ کیا جائے اذا کا فہم عمومی عالم کی رائے سے خاص ہو کر کسی مستحب دعا کا مانع نہیں ہو سکتا ہے۔ لہذا بعد نماز جنازہ دعا مانگنا عموم نص سے مستحب ہے اور ساتھ ہی میں نے آیت کریمہ فاذا فرغت فانصب پڑھی اور فانصب کا مضمون تفاسیر قرآن سے بتایا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب بھی کسی نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگو۔ نماز جنازہ بھی ایک نماز ہے۔ فاذا فرغت میں عام ہے کہ کسی بھی نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگو لہذا بعد نماز جنازہ دعا مانگنا اس آیت کریمہ کے عموم سے بھی مستحب ہے۔ کیونکہ شریعت میں بہت سے احکام عموم سے ثابت ہیں۔ پھر سالہی میں نے قرآن مجید کی آٹھ آیات کے عموم سے بعد نماز جنازہ دعا کا مستحب ہونا ثابت کیا اور دیوبندی مولوی سے مطالبہ کیا کہ آپ قرآن کی کسی ایک آیت سے ہی عموماً یا خصوصاً دعا مانگو دکھائیں ورنہ ہمارا دعویٰ ثابت ہے۔

دیوبندی مولوی صاحب کھڑے ہوئے تو دعا کی ممانعت میں تو کوئی آیت پیش نہ کر سکے جس کے عموم سے دعا بعد نماز جنازہ منع دکھاتے۔ البتہ میری پیش کردہ آیات سے احیاء دعوتہ الداع اذا دعان کے حرف اذا کے متعلق کہنے لگے کہ اذا یہاں عموم وقت کے لئے ہے ہی نہیں تاکہ یہ ثابت ہو کہ جس وقت دعا مانگے جائز ہے اور قبول ہوتی ہے اور مجھے مخاطب کر کے کہ لگے کہ مولوی صاحب! آپ کا دعویٰ تب صحیح ہو سکتا ہے کہ آپ اذا کا عموم وقت کے لئے ثابت کریں اور آیت فاذا فرغت فانصب کے متعلق کہنے لگے کہ فانصب کا مطلب یہ

اور فرض نماز کے بعد دعا کرنا چاہئے۔ نماز جنازہ فرض ہے نہ نفل نہیں۔ لہذا آپ کی دلیل درست نہیں۔ باقی آیات جن میں عموماً دعا کا ذکر ہے نماز جنازہ کا اس سے تعلق نہیں۔ آپ اس نماز جنازہ کے بعد دعا کا ثبوت دیں کہ نماز جنازہ کا نام ہو اور پھر دعا کا ذکر ہو ورنہ عموم سے ہم میں چل سکتا۔ کیا نئی خانہ میں بھی دعا جائز ہے وغیرہ۔

مقام مبر علی

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا جو چیرا تو اک قطرہ خون نکلا میں نے سنا تھا کہ آپ گوجرانوالہ کے کسی مدرسہ میں مدرس ہیں مگر آپ کی گفتگو سے معلوم ہو رہا ہے کہ آپ کو اصول فقہ کی مستند کتاب نور الانوار میں حرف اذا کی بحث کا بھی پتہ ہے۔ نور الانوار میں صاف مذکور ہے کہ "اذا" کی صرف دو قسمیں ہیں یا شرط کے لئے آتا ہے یا وقت کے لئے۔ اگر شرط و جزا پر داخل نہ ہو تو وہاں وقت کیلئے متعین ہوتا ہے اس آیت میں اذا و جزا نہیں لہذا اذا دعانی میں وقت کیلئے متعین ہے۔ دیکھو نور الانوار ص 139 میں ہے۔

وعند نوحاة الكوفة تصلح للوقت والشرط على السواء (السخ) وعند نوحاة البصرة في الوقفة حقيقة (السخ) اور یہ دیکھئے نور الانوار ص 140 کا حاشیہ نمبر 2 مولانا عبدالحلیم رحمتی نور الانوار صاف لکھ رہے ہیں کہ شرط و جزا پر داخل نہ ہونے کی صورت میں کعبلم ان اذا عموم وقت معلوم ہو گیا کہ یہاں "اذا" عموم وقت کے لئے ہے اور آپ کا مطالبہ پورا ہو گیا کہ اگر میں اذا دعانی میں "اذا" کو عموم وقت کیلئے ثابت کر دوں تو بعد نماز جنازہ دعا کا جائز ہونا ثابت ہو جائے گا۔ لہذا دعا کا جائز ہونا ثابت ہو گیا۔ دوسری آیت میں "فانصب" کے متعلق آپ کا کہنا ہے کہ "فانصب" سے مراد صرف ہنگامہ فرضوں کے بعد دعا ہے۔ یہ بالکل تحکم اور غلط ہے۔ دیکھئے آپ کے نزدیک بھی مستند تفسیر مظہری میں ہے:

ابن عباس و مقاتل و ضحاك والكلبي اذا فرغت من الصلوة المكتوبة او مطلق الصلوة فانصب الي ريك في الدعاء وارغب اليه في المسئلة

حضرت عبداللہ بن عباس نماز فرض یا مطلق ہر نماز سنت یا نفل کا عام ارشاد فرما رہے ہیں کہ نماز کے بعد بھی فرض ہے۔ اور مطلق نماز میں شامل نماز ہے۔ حکم قرآن مجید اس سے فارغ ہونے کے بعد بھی دعا مستحب ہے۔ آیات کے تمام احتمالات درست ہوتے ہیں۔ متضاد نہیں ہوتے اور حد نبوی اذا فرغ احدکم من صلاته فليدع باربع۔ تہمتی ج 2 ص 154 میں بھی عام نماز کا ہے کہ کسی بھی نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگے سے بھی "فانصب" کا یہی مضمون مثید ہے۔

پھر میرے پاس یہ مایہ ناز تفسیر روح المعانی ہے۔ جسے آپ کے پیشوا محمد انور شاہ کشمیری "مشکات القرآن" کے مقدمہ "تہذیب البیان" میں تفاسیر میں سے حرف آخر تفسیر لکھا گیا ہے۔

اس میں ج 30 ص 171 طبع مصر میں ہے:

انما فرغت من الصلاة فانصب في الدعاء اور اس کے 5 سطر بعد ہے لان الصلاة من العبادات البدنية والدعاء من العبادات فیهما هما جس کا مطلب ہے کہ نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگ کیونکہ نماز ام العبادات ہے اور دعا عبادت کا مغز ہے۔

یہاں نماز فرض "مبتدع" کی کوئی قید نہیں بلکہ مطلقاً ہر نماز کے بعد دعا مانگنا مستحب فرمایا گیا ہے۔ لہذا اس آیت سے بھی ہر نماز کی طرح نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا مستحب ثابت ہے۔ آپ نے میری پیش کردہ دلیلوں پر جو خود ساختہ اعتراض کئے تھے وہ ہباءً مٹورا ہو گئے ہیں۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ نئی خانہ میں دعا؟ وقت کی خرابی کی وجہ سے نہیں بلکہ جگہ کے نامناسب ہونے کی وجہ سے نہیں مانگی جاتی۔ کیا آپ لوگ نئی خانوں میں نماز جنازہ پڑھاتے ہیں؟ (فقہ) ہم تو باوجود ہو کر پاک جگہ پر نماز جنازہ پڑھاتے ہیں۔ آپ کو معلوم نہیں کہ اطلاقات و احکام شرعیہ میں ایسے مواقع از خود عرفاً مستثنیٰ ہوتے ہیں۔

ابتداءً عشق ہے روتا ہے کیا آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا

دیوبندی مولوی صاحب | نئی خانہ کی مثال تو دے بیٹھے مگر جواب میں اپنے کئے پر وہ ان قدر پشیمان ہوئے کہ ان کے پاؤں اکھڑ گئے اور جلدی سے منہ سے پیرا (تمباکو) اگل کر پانی اچھٹھ بھرنے میں ادھر ادھر ہاتھ مارنے لگ گئے اور بیڑے سے ٹپکی فل کر کے اٹھے اور کہے لگے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کل محدث بدعة و کل بدعة ضلالة۔ نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگی۔ کسی حدیث میں بعد نماز جنازہ دعا ثابت نہیں۔ لہذا یہ بدعت ہے اور گمراہی ہے نجاست ہے وغیرہ وغیرہ۔

غلام مہر علی | میری پیش کردہ آیات قرآن کے عموم فضیلت دعا مشتمل ہر وقت فضیلت دعا آپ نے کوئی جواب نہیں دیا اور اب حدیث شریف کی طرف پناہ لینے کے لئے ہاتھ مارنا شروع کر دیئے۔ مگر یہاں بھی آپ کو پناہ نہیں مل سکتی کیونکہ قرآن مجید کی بیان کردہ عمومی فضیلت دعا کی حدیث میں ممانعت نہیں مل سکتی۔ آیات سے دلائل کا قرض آپ پر قائم ہے اور اب میری آپ کی پیش کردہ حدیث کل بدعة ضلالة سے آپ کے غلط استدلال کا جواب دیتا ہوں اور ثابت کرتا ہوں کہ ہر وہ کام جو سنت ثابت نہ ہو وہ صرف بدعت ہی نہیں ہوتا بلکہ مستحب ہی ہوتا ہے۔ آپ نے جو حدیث خان کل محدث بدعة و کل بدعة ضلالة پڑھی ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عام طور پر ہر بدعت کو گمراہی اور برا کام فرمایا ہے یہ حدیث مقلد کے صفحہ 30 پر موجود ہے۔ تم نے حدیث نبوی کے بیان میں بد دینا قی کی ہے کہ اسی بدعت کے

اسی صفحہ 30 پر اس مذکور حدیث کے صرف 5 سطر بعد دوسری حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں ومن ابتدع بدعة ضلالة (الہی) کان علیہ من الاثم الخ۔ دیدہ دانستہ چھوڑ دی ہے۔ آپ پہلی حدیث کے لفظ کل بدعة ضلالة کے حرف "کل" کے عموم سے ہر بدعت کو ماقام ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے کل بدعة ضلالة کے عموم کو دوسرے ارشاد و من ابتدع بدعة ضلالة میں بدعت کے ساتھ ضلالة کی بنا پر منسوخ فرما دیا ہے اور اشارہ فرما دیا ہے کہ صرف بدعت یہی گمراہی ہے نیک بدعت کی بدعت حسنہ کا ثواب ہوتی ہے۔ آپ نے بار بار مشکوٰۃ پڑھی پڑھائی ہوگی۔ دیکھئے اس مشکوٰۃ کی حدیث کل بدعة ضلالة کے لفظ "ضلالة" کے تحت "مرقاہ شرح مشکوٰۃ" ملا علی قاری کے حاشیہ سے لکھا ہے لا احصی یعنی ہر بدعت ضلالة نہیں بلکہ اس سے بدعت حسنہ خاص ہو سکتی ہے کہ وہ بری نہیں ہوتی اور دوسری حدیث نبوی ومن ابتدع بدعة ضلالة جس نے کل بدعة ضلالة کے عموم کو منسوخ کیا ہے کے لفظ "ضلالة" کے نیچے بین السطور اسی مرقاہ سے لکھا ہے قیّد بہ لإخراج البدعة الحسنة یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر بدعت کی صفت ضلالة فرما کر خود اپنے ارشاد کل بدعة ضلالة کو خاص فرما دیا ہے یعنی کل بدعة ضلالة کا عموم باقی نہیں رہا کیونکہ صفت موصوف کے لئے مخصوص اور قید ہوتی ہے اصول میں یہ بات بھی واضح ہے کہ کسی عام کو اگر مخصوص علیحدہ کلام میں لاحق ہو تو اسے خاص کہتے ہیں۔ چنانچہ نور الانوار کے صفحہ 71 پر یہ پڑھے:

و کذا ان لم یکن موصولاً بل مترخياً لا یسمى تخصیصاً بل نسخاً الخ۔
(نور الانوار ص 71)

اس لحاظ سے دوسری حدیث ومن ابتدع بدعة ضلالة پہلی حدیث کل بدعة ضلالة کے عموم کی ناسخ ہوگی۔ بہر حال خصوص ہو یا نسخ ہر بدعت کو برا کہنے کا آپ کا استدلال باطل ہو گیا۔ اسی مسئلہ میں صرف ایک حدیث پڑھ دینا اور دوسری حدیث نظر انداز کر دینا حدیث نبوی سے بدعت قی ہے۔ آپ مشکوٰۃ شریف سے دوسری حدیث کو چھپا کر ڈنڈی مار رہے ہیں۔ خوف خدا کیجئے۔ منہ منت شوافع کے شیخ الاسلام ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں اور غیر مقتدوں کے شیوخ اشوکانی نے نیل الاوطار میں اور اہل سنت احناف کے امام الفقہ حاکمی نے الدر المختار میں اور علامہ شامی نے رد المحتار میں اور خود آپ کے پیشوا تھانوی نے ہدایہ النواہر ص 777 میں حدیث کل بدعة ضلالة کا دوسری حدیث "بدعتہ ضلالة" سے عموم منسوخ تسلیم کر کے ہی دعا ہر بدعت کو برا تسلیم نہیں کیا بلکہ بدعت کی پانچ قسمیں مان کر بدعت واجبہ و بدعت مندوبہ و بدعت مباحہ بھی تسلیم کی ہے۔ (پھر میں نے اس سلسلہ میں ہر کتاب سے عبارات

دکھائیں جو اس رسالہ میں مفصلاً پہلے گزر چکی ہیں) اور تمہارا یہ کتنا بھی سرے سے غلط ہے
وہ بعد نماز جنازہ ثابت نہیں۔ لہذا بدعت سیئہ ہے۔

اولاً اس لئے کہ خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا ثابت ہے
دیکھئے (کنز العمال ج 8 ص 114 طبع حیدر آباد دکن) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بچہ کی
جنازہ پڑھا کر پھر فرمایا (دعا مانگی) :

اللهم اَعِزَّهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ اے اللہ اس کو قبر کے عذاب سے پناہ دے۔

اور شہدائے جنگ موتہ کے جنازے اٹھوا کر اور سامنے رکھوا کر ان پر نماز جنازہ پڑھی و دعاء
اور اس کے لئے دعا فرمائی اور صحابہ سے بھی فرمایا کہ اسْتَعْفِرُوا لَهٗ اس کے لئے بخشش کی
کہو۔ اور یہ دعا نماز کے اندر والی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ صحابہ کے لئے دعا کا ارشاد نماز
اندر نہیں ہو سکتا کیونکہ نماز میں بولنا منع ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ سے
فرمایا کہ جب میت پر نماز جنازہ پڑھ لو تو فَاخْلَصُوا لَهٗ الدُّعَاءَ بعدہ اس کے لئے خالص دعا
جنگ موتہ میں شہداء پر نماز کے بعد دعا مانگنا ”فتح القدیر شرح ہدایہ“ وغیرہ میں ہے اور بعد نماز
خالص دعا مانگنے کی حدیث مشکوٰۃ میں موجود ہے۔ اس پر میں نے حدیث سے کافی حوالے پیش

کے دیوبندی مناظر سے مطالبہ کیا کہ تم ایک حدیث ہی دکھا دو جس میں نماز جنازہ کے بعد دعا
منع کیا گیا ہو۔ تمہارے مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری نے فیض الباری ج 2 ص 67
تصریح کی ہے کہ امور خیر جو ثابت نہ بھی ہوں تو انہیں بدعت سیئہ ممنوعہ نہیں قرار دیا جاسکتا
جیسے کہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر اجتماعاً دعاؤں کی موجودہ صورت کہ ثابت نہیں مگر بدعت و منع
بھی نہیں لَا يَحْكُمُ عَلَيْهِ بِالْبِدْعَةِ (فیض الباری ج 2 ص 67) اور یہ دعا تو حضور صلی اللہ
علیہ وسلم و صحابہ کرام سے ثابت بھی ہے۔ (حوالہ جات ہمارے اس رسالہ میں پیش کئے جاچکے
ہیں) میں نے مطالبہ کیا کہ ہم نے احادیث سے دعا ثابت کر دی ہے تم ایک حدیث ہی ممانعت
دکھاؤ؟

دیوبندی مولوی صاحب نے نہ تو قرآن مجید کی آیات کے عموم یعنی ہر وقت دعا
استحب اور نماز جنازہ کے بعد والی دعا کے عمومی فضیلت دعا میں شمولیت سے انحراف و ممانعت
کی کوئی آیت پیش کی اور نہ ہی میرے دلائل حدیث کے مقابلہ میں ممانعت دعا کی کوئی حدیث
پیش کی۔ کتاب اللہ و حدیث نبوی سے ماپوس ہو کر کھڑے ہوئے اور فقہ کی کتابوں کی طرف
بھاگے اور کہنے لگے کہ دیکھو مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھا ہے :

وَلَا يَدْعُو لِلْمَيِّتِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ لِأَنَّهُ يَشْبِهُهُ الزِّيَادَةُ فِيهَا نماز جنازہ کے بعد
میت کے لئے دعا نہ مانگئے کیونکہ اس طرح نماز کے اندر زیادتی کا شبہ پڑتا ہے۔

قادی بزاز یہ میں لکھا ہے :

لَا يَقُومُ بِالْدُّعَاءِ بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ لِأَنَّهُ دَعَا مَرَّةً چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر
دے اور دعا کے لئے دیر نہ کرے کیونکہ وہ ایک دفعہ دعا مانگ چکا ہے۔

قادی بزاز یہ میں ہے :

لَا قَرَعَ مِنَ الصَّلَاةِ لَا يَقُومُ بِالْدُّعَاءِ

محیط میں ابو بکر بن خالد کا قول ہے :

لَا يَدْعُو بَعْدَ صَلَاةِ الْجَنَازَةِ مَكْرُوهٌ

اور برجندی میں بھی ایسا ہی لکھا ہے اور جامع الرموز میں ہے :

وَلَا يَقُومُ دَاعِيًا لَهٗ اس کے لئے دعا کے لئے دیر نہ کرے وغیرہ وغیرہ۔

علامہ مہر علی | آپ نے مرقاۃ کا حوالہ پیش کیا ہے یہ برجندی شرح نقایہ کی عبارت ہے اور
جندی نے اسے محیط کے حوالہ سے نقل کیا ہے اور محیط غیر معتبر کتاب ہے۔ مولانا عبدالحی
حسینی لکھتے ہیں :

لَمْ يَجْعَلِ النُّقْلَ مِنْهُ وَلَا الْإِفْتَاءَ عَنْهُ (درر ہیپ ص 190) محیط سے مسئلہ نقل کرنا جائز
نہیں اور نہ ہی محیط کے کسی قول پر فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔

اور ابو بکر بن خالد کا قول خود صاحب برجندی نے محمد بن فضل کے قول سے رد کر دیا ہے کہ دعا
دعا جائز ہے۔ آپ فقہاء کی ان عبارات سے دھوکہ دے رہے ہیں کیونکہ نماز جنازہ کے متعلق
دعاؤں کا جھگڑا ہے۔ چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا کا جھگڑا امام اعظم اور امام شافعی
الحدود کے درمیان ہے۔ امام اعظم صاحب اس سے منع کرتے ہیں اور امام شافعی وغیرہ مانگتے ہیں۔
موسط مرعشی میں اسے ظاہر الروایۃ میں منع لکھا گیا ہے اور سبھی فقہاء بعض بحوالہ ظاہر الروایۃ
بعض بغیر ذکر ظاہر الروایۃ یا ظاہر المذہب اسی اپنے امام کی طرف سے ممنوع دعا سے ہی منع
کرتے ہیں۔ سلام کے بعد والی دعا جسے آپ نے بلا وجہ متنازع فیہ بنا رکھا ہے قطعاً کسی فقہ کی
کتاب میں ممنوع نہیں ہے ورنہ آپ ظاہر الروایۃ کے حوالہ سے کسی فقہ کی کتاب میں بعد سلام
دعا منع دکھائیں۔

لی رہا آپ کا مغالطہ کہ ان عبارات میں بعد صلوة الجنائزہ کا لفظ ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے۔
چوتھی تکبیر پر نماز جنازہ مکمل ہو جاتی ہے اسی لئے کتب فقہ میں ہے کہ چوتھی تکبیر کے بعد ہاتھ
مکمل دے اگر چوتھی تکبیر سے آخر سلام کے درمیان آدمی نماز میں رہتا تو آخر سلام تک اسے
دعا مانگنا ممنوع ہوتے۔ فقہاء کے نزدیک ارکان نماز کی تکمیل پر نمازی نماز سے فارغ ہو گیا اور
امام اعظم کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد کوئی آدمی نماز میں شامل نہیں ہو سکتا ہے۔ اس لئے

ولا يقوم داعياً له وفيه إشارة إلى أن ليس بعد الرابعة ذكر وقيل هو ما في
العدة الخ - نماز کے بعد یعنی چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیر دے اور دعا کے لئے کھڑا نہ
ہے فوراً ہاتھ کھول کر سلام پھیر دے اور لا يقوم داعياً له سے مراد یہ ہے کہ چوتھی
تکبیر کے بعد ذکر (دعا) نہیں ہے اور بعض مشائخ احناف نے کہا ہے کہ قعدہ والی دعا مانگ
بھی سکتا ہے۔

دعا کی فضیلت کو مد نظر رکھتے ہوئے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان ظاہر الروایۃ میں دعا
کے ہونے کے باوجود بعض مشائخ احناف اس دعا کو جائز قرار دے رہے ہیں مگر آپ ہیں کہ سلام
کے بعد والی دعا جو قطعاً امام اعظم سے ظاہر الروایۃ میں ممنوع نہیں اپنے خود ساختہ قانون بدعت
اسی سے منع کر رہے ہیں۔ (فیما عجبہ علی ہذا العقل والعلم) دعا خ العبادۃ اور غیر موقوفہ عبادت
یہ اس کے لئے کوئی وقت بھی ممنوع نہیں ہے اور نہ ہی اس کے لئے یہ ضروری ہے کہ یہ
دعا جائز ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت اور جس جگہ دعا مانگی وہیں مانگی جائے اور
دوسری جگہ نہ مانگی جائے۔ دیکھئے میرے پاس آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب کے کتاب
اور النواور ہے اس کے صفحہ 623 پر یہ صاحب لکھتے ہیں:

یا معترض صاحب ہر دعا کے لئے نقل کو شرط نہیں گے؟ (بواور النواور ص 623 طبع دیوبند)

اس کا مطلب ہے ثبوت یعنی دعا خ العبادت ہے اس کی فضیلت عمومی کتاب و سنت میں موجود
ہے اور یہ غیر موقوفہ عبادت ہے اب کسی وقت یا کسی موقع پر دعا مانگنے کے لئے کسی آیت یا
حدیث و فقہ سے ثبوت و نقل کی ضرورت ہی نہیں جس کا جس وقت دل چاہے جو چاہے دعا مانگ
سکتا ہے۔

کسی بھی دعا کے لئے کسی بھی وقت کسی ثبوت کی ضرورت ہی نہیں تھانوی صاحب
نے حضرات صوفیائے کرام کی ریس میں عمر کے آخری پینے میں چیری مریدی کا جعلی دھندا بھی
شروع کیا تھا اور صوفیائے کرام کے اوراد و وظائف کی طرح اپنے مریدوں کو حدیث سے غیر ثابت
حکایات مقبول وغیرہ بھی پڑھاتے تھے اور پھر اس مجبوری میں صوفیائے کرام کے غیر ثابت اوراد و
وظائف و لائل الخیرات درود تاج چلے مراقبوں کو جائز بھی گروانتے تھے تو تھانوی صاحب کے ایک
سورہ نے ان پر اعتراض کر دیا کہ:

جائے اس امر کے کہ جناب (تھانوی صاحب) قرآن و سنت کی حمایت پر زور دیتے گمراہ

صوفیوں کے اقوال و افعال کی تائید کر رہے ہیں (بواور النواور ص 622 طبع دیوبند)

اس باغی دیوبندی مرید کو تھانوی صاحب جواب دیتے ہیں کہ حضرات صحابہ کرام بھی تلبیہ حج
سک اللهم لبیک والے ذکر و دعا میں اپنی طرف سے غیر ثابت و غیر منقول لفظ لا المعامل

فقہاء نے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا کو بعد صلوٰۃ الجنائزہ کہہ دیا ہے۔ اس سے
متعلق میں نے وہ سب حوالے پیش کئے جو گذشتہ صفحات میں مفصل گزر چکے ہیں۔ دیوبندی مولوی
ایک دوسرے کا منہ دیکھتے رہ گئے کہ ”یہ کیا ہو گیا؟ ہمارا آخری سارا بھی تنگ کی طرح بند کیا
میں نے کہا کہ ان عبارات میں لائنہ يشبه الزيادة فیہا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ یہ دعا
چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا سے منع کر رہے ہیں۔ سلام کے بعد والی دعا سے
نہیں کر رہے کیونکہ اس عبارت کا مطلب ہے کہ دعا سے نماز کے اندر زیادتی کا شبہ ہوتا ہے۔
شبہ بعد تکمیل ارکان نماز چونکہ صورت نماز باقی ہے۔ لہذا چوتھی تکبیر کے بعد بغیر دعا مانگنے سے
پھیر دے تاکہ نماز میں زیادتی کا شبہ نہ ہو۔ سلام کے بعد شخصیں ٹوٹ گئیں نمازیوں نے دعائے
پسین لئے۔ اب نماز میں زیادتی کے شبہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور خود صاحب جامع الرموز نے
تشریح کر دی ہے کہ لا يقوم داعياً له یعنی دعا کے لئے دیر نہ کرے کا مطلب ہی یہ ہے کہ
چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہ مانگے۔ جامع الرموز کی عبارت اس رسالہ میں گزر چکی ہے۔ اس سے
مفسرین کی اس دھوکہ منڈی کا دیوالیہ نکال کر رکھ دیا ہے کہ فقہاء کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد
سلام سے پہلے دعا منع ہے اور یہی ظاہر الروایۃ مندرجہ مبسوط سرخسی اور فتاویٰ عالمگیری سے
مطابق ہے۔ سلام کے بعد والی دعا کا ان عبارات سے کوئی تعلق نہیں۔ آپ بعض فقہاء کے ہر
الفاظ سے غلط فائدہ اٹھا کر دھوکہ دے رہے ہیں۔ ہوش کے ناخن لیجئے منڈی مت ماریجئے۔

دیوبندی مولوی | کہاں لکھا ہے کہ لا يقوم بالدعاء یا لا يقوم داعياً له سے مراد چوتھی
تکبیر کے بعد دعا نہ مانگنا مراد ہے اور ابو بکر بن خالد کے قول کے بعد محمد بن فضل کا قول کہ
جائز ہے کس کتاب میں ہے؟ ہم نے تو یہی پڑھا ہے کہ سب فقہاء کے نزدیک سلام کے بعد دعا
مانگنا بدعت ہے۔

غلام مہر علی | یہ میرے پاس برہندی شرح نقایہ ہے۔ اس کی ج 1 ص 180 میں یہ لکھا ہے:

وعن ابی بکر بن حامد ان الدعاء بعد صلوٰۃ الجنائزہ مکروہ وقال محمد بن
الفضل انه لا یاءس بہ کذا فی القنیۃ۔ ابو بکر بن خالد سے منقول ہے کہ دعا بعد نماز
جنائزہ (یعنی چوتھی تکبیر کے بعد) دعا مانگنا مکروہ ہے (کیونکہ ظاہر الروایۃ امام اعظم میں
چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا مانگنا درست نہیں) اور محمد بن فضل نے کہا ہے کہ
دعا بعد نماز جنائزہ یعنی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان دعا مانگنا جائز ہے (کیونکہ اسے
احناف کے بعض مشائخ نے مستحسن جانا ہے)

یہ میرے پاس جامع الرموز شرح نقایہ بھی موجود ہے اس کی جلد 1 ص 125 میں یہ عبارت
موجود ہے جو آپ کے سب بہانوں کا صفایا کر رہی ہے:

کا اضافہ کر لیا کرتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی زبان سے یہ اضافہ سن کر خاموشی اختیار فرمائی معلوم ہوا کہ دعا و ذکر کے لئے ثبوت و نقل و اجازت کی ضرورت ہی نہیں ورنہ صحابہ کرام اس اضافہ کی آپ سے اجازت لے لیتے تو معلوم ہوا کہ ہر دعا کے لئے علیحدہ ثبوت کی ضرورت ہی نہیں بلکہ اس کے لئے صرف یہ قاعدہ کلیہ کافی ہے کہ صحابہ کرام نے اس اضافہ ذالمعارج کا جواز قواعد کلیہ شرعیہ سے سمجھا کہ ذکر اور دعا خود مطلوب ہے اور زیادت کسی حکم شرع سے متصادم نہیں اس لئے جائز ہے (بواور النوادر ص 623)

لہذا ہم بھی کہتے ہیں کہ دعا خود مطلوب ہے اور نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا کسی حکم شرع سے متصادم نہیں اس لئے جائز ہے۔ آپ کے تھانوی صاحب کے ذکر و دعا کے لئے قواعد کلیہ شرعیہ کے الفاظ نے آپ کی تمام بدعت بازی کا مستی ناس کر دیا ہے۔ دین کو سمجھنے اسے کھلوانا نہ بنائیے میں نے دیوبندی مولوی صاحب کے فقہ کی کتب میں ممنوع دعا کے مفاد کی جب گرہ کھول دی اور مناظرہ میں صرف 10 منٹ باقی رہ گئے اور اب دیوبندی مناظر کی صرف آخری تقریر ہوتی تھی تو وہ کھڑا ہوا اور اس نے آخری ویل میں کتاب البحر الرائق کی عبارت پیش کی۔

البحر الرائق کی عبارت اور دیوبندیوں کی حیرت انگیز شکست کا جواب منظر دیوبندی مولوی | دیکھو البحر الرائق شرح کنز الدقائق ابن نجیم نے صاف لکھا ہے کہ:

وفیہ بقولہ بعد الثالثة لانه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة - (البحر الرائق ج 2 ص 183) صاحب کنز الدقائق نے دعا کو تیسری تکبیر کے بعد اس لئے مفید کیا ہے کہ وہ سلام کے بعد دعا نہ مانگے۔

غلام مہر علی | ابن نجیم کی یہ عبارت چند وجوہ سے غلط ہے۔ یہ یا تو سبق قلم ہے یا اس کی یادداشت کی غلطی ہے۔ اس عبارت کے کسی وجہ سے بھی غلط ہونے کی وجہ یہ ہیں۔

(1) خلاصۃ الفتاویٰ میں سب مسئلے صحیح نہیں۔ الجواہر المفیڈ سے حوالہ گزر چکا ہے۔
(2) ابن نجیم نے یہ عبارت اور یہ مسئلہ کتاب خلاصۃ الفتاویٰ سے نقل کیا ہے جیسا کہ ان کے الفاظ کما فی الخلاصۃ سے ظاہر ہے اور یہ خلاصۃ الفتاویٰ ہمارے پاس موجود ہے۔ اس میں دیکھ لیجئے۔ یہ خلاصۃ الفتاویٰ ج 1 ص 225 طبع لکھنؤ ہے۔ اس میں یہ مسئلہ اس عبارت سے اور اس طرح درج ہی نہیں بلکہ اس میں مسئلہ یوں ہے۔

نمبر 1۔ لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة

نمبر 2۔ ولا يقوم بالدعاء في قولة القرآن لاجل الميت بعد صلاة الجنازة واللہ اعلم (ردالمحتار میں اس کے خلاف لکھا ہوا ہے)

دونوں عبارتوں میں بعد التسليم کا مسئلہ ہی نہیں بلکہ لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة کے الفاظ ہیں اور بعد التسليم اور لا يقوم بالدعاء بعد صلاة الجنازة کے الفاظ میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امام قسطلانی نے جامع الرموز شرح نقایہ ج 1 ص 125 طبع لکھنؤ میں لکھا ہے ولا يقوم داعياً له کا مطلب فقہاء کے نزدیک یہ لکھا ہے کہ: ولا يقوم بالدعاء في قولة القرآن لاجل الميت بعد الرابعة ذکر یعنی چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کوئی دعا نہ پڑھے بغیر دعا سلام پھیر دے۔

یہ حکم ارکان نماز کے پورے ہو جانے پر نماز سے فراغت قرار دے کر اس کے بعد اگر کچھ دعا پڑھے تو اس کو بعد نماز بھی کہہ دیتے ہیں۔ چنانچہ جنگانہ فرض نمازوں میں آخری قعدہ میں دعا یا بعد بقدر تشدد پر ارکان نماز مکمل ہو گئے تو فقہاء کہہ رہے ہیں فرغ من الصلاة نماز فارغ ہو گیا۔ دیکھئے ردالمحتار میں ہے:

فأفرغ من صلاته فلما قال السلام الخ (ردالمحتار ج 1 ص 328)۔ پوری عبارت "صلوات گذشتہ میں دیکھ لیں" نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب اس نے لفظ السلام کہہ دیا۔ الخ

ابن نجیم میں ہے کہ:

بعد ما فرغ من الصلاة قبل ان يسلم نماز سے فارغ ہونے کے بعد اور سلام سے پہلے پیشانی سے مٹی پونچھ سکتا ہے (بدائع الصنائع ج 1 ص 219)

دونوں عبارتوں میں سلام سے پہلے نماز سے فراغت اور سلام بعد از نماز قرار دیا گیا ہے۔ اس طرح بلا علی قاری مرقاة شرح مشکوٰۃ میں امام احمد بخوالہ امام سیوطی صاحب لکھتے ہیں کہ نماز میں بقول بعد صلاة التسبیح قبل السلام الخ۔ یعنی نماز کے بعد اور سلام سے پہلے امام ابی المنکک الخ۔ دعا مانگ کر سلام پھیرے۔

ان تصریحات سے واضح ہے کہ نماز جنگانہ میں رکن نماز آخری تشدد پر نماز مکمل ہو گئی اور بعد جنازہ میں بھی آخری رکن نماز چوتھی تکبیر پر نماز جنازہ مکمل ہو گئی۔ اب اس کے بعد نماز یا نماز جنازہ میں کچھ بھی پڑھے گا دعا ہو یا سلام وہ بعد الصلوٰۃ اور بعد صلوٰۃ الجنازہ ہی کہے گا۔ اس وجہ سے بعض فقہاء نے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی جو ظاہر الروایۃ امام اعظم میں ممنوع ہے کو ہی ولا يدعو بعد صلاة الجنازة کہا ہے کہ نماز کے بعد یعنی چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہ مانگے اور سلام پھیر دے۔ اسی لئے حضرت امام اعظم کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد کوئی آدمی نماز جنازہ میں شامل نہیں ہو سکتا کہ چوتھی تکبیر پر نماز ختم ہو گئی۔ ان بات متعلقہ پیش کئے گئے جو گزشتہ صفحات میں گزر چکے ہیں تو چونکہ ظاہر الروایۃ امام

صاحب میں چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا ممنوع ہے صاحب خلاصۃ الفتاویٰ اور فقہا اسی دعا کے بارے میں لا یقوم بالدعا یا لا یدعو بعد صلاۃ الجنائزہ کہہ رہے ہیں سلام کے بعد والی دعا کا قطعاً اس سے تعلق نہیں ہے۔ یا تو البحر الرائق میں مسئلہ لکھتے وقت انجیم نے بعد صلاۃ الجنائزہ سے استنباطی غلطی سے بعد التسلیم لکھ دیا ہے یا غلط الفتاویٰ میں مسئلہ دیکھا اور ذہن میں بعد صلاۃ الجنائزہ کی بجائے بعد التسلیم رہ گیا۔ ذہنی یادداشت کی غلطی سے بعد التسلیم لکھ گئے اور زیادہ تر موجد یہ ہے کہ سبق قلم کے بجائے بعد الرابعة کے بعد التسلیم درج کر گئے کیونکہ سلام کے بعد دعا کی ممانعت بھی امام سے ظاہر الروایۃ یا ظاہر المذنب کے حوالہ سے ممنوع نہیں۔ البتہ کتب اصول میں ظاہر الروایۃ امام صاحب کے حوالہ سے چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان والی دعا ممنوع ہے۔ تو انجیم کا فرض تھا کہ وہ امام کے مقلد ہونے کی وجہ سے اسی دعا کی ممانعت لکھتے اور عبارت پر ہوتی۔ وقید بقولہ بعد الثالثة لانه لا یدعی بعد الرابعة یعنی صاحب کنز نے تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگنے کا اس لئے ذکر کیا ہے کہ احناف کے نزدیک چوتھی تکبیر کے بعد دعا نہیں۔ ظاہر الروایۃ میں ممنوع دعا کے مطابق ابن نجیم کی تشریح صحیح ہوتی ورنہ ظاہر الروایۃ میں ممنوع دعا کا ذکر چھوڑ کر اور تیسری تکبیر کے بعد دعا کا ذکر کر کے چوتھی تکبیر کے بعد کیا کرنا ہے یا کیا نہیں کرنا کا ذکر ہی نظر انداز کر کے سلام کے بعد دعا مانگ سکتا ہے یا نہیں کا مسئلہ چھیڑنا اور امام اعظم سے سلام کے بعد والی غیر ممنوع دعا کو اپنی طرف سے منع کرنا یہ ابن نجیم کو قطعاً حق حاصل نہیں۔ اس لئے یہ سبق قلم ہے یا یادداشت کی غلطی ورنہ یہ عبارت درایت و روایت قطعاً غلط ہے۔ (3) اور تیسری وجہ اس عبارت کے غلط اور سبق قلم کی یہ بھی ہے کہ سلام کے بعد دعا اصول فقہ کی کتاب ظاہر الروایۃ میں امام اعظم صاحب یا ان کے تلامذہ سے قطعاً ممنوع نہیں ہے اور ابن نجیم نے لانه لا یدعو بعد التسلیم سے از روئے افتائیہ مسئلہ نہیں لکھا بلکہ تیسری تکبیر کے بعد دعا مانگنے کی علت بیان کی ہے اور علت مسلمہ اور مصرعہ امام اعظم سے ہونا ضروری ہے ایسے اہم مسئلہ جس کی عمومی فضیلت کتاب و سنت میں مصرعہ ہے کو اپنی رائے سے علت قرار دے کر اس سے منع کرنا کسی قیید کو زیبا نہیں دیتا اور ایسے انفرادی آرائی مسائل میں فقہائے بہت سے فقہاء کی آرا کو غلط بھی قرار دیا ہے۔ کتب فقہ میں بے شمار مسائل میں یجوز اور لا یجوز اور بیکرہ اور لا بیکرہ موجود ہے۔ اس کی کئی مثالیں کتب فقہ میں سے ہیں نے پڑھ کر سنائیں جو اسی رسالہ کے گزشتہ صفحات میں درج ہو چکی ہیں اور خود انہیں ابن نجیم صاحب کی اسی البحر الرائق میں اپنی رائے سے غلط مسئلہ بھی ابن نجیم صاحب کے موجود ہیں۔ چنانچہ کسی آدمی کا دوسرے مسلمان پر لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے مگر ابن نجیم نے اسے معتبت صغیرہ لکھ دیا۔

ہم کے معتبر محدث و عالم مولوی محمد انور شاہ صاحب کشمیری ابن نجیم کی اس غلطی کی نشان دہی کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

قال ابن نجیم صاحب البحر ان اللعنة صغیرة (الی قولہ) ولیس بشئی (فیض الہاری شرح بخاری کتاب التفسیر ج 4 ص 214 طبع ڈھاتیل) یعنی ابن نجیم نے البحر الرائق میں لعنت کو صغیرہ گناہ قرار دیا ہے ولیس بشئی یہ اس نے غلط لکھا ہے۔

امام اعظم کی ممنوع دعا چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان کے خلاف بعد التسلیم دعا کو منع اور دینا بھی ابن نجیم کی غلطی ولیس بشئی یا سبق قلم یا سو ہے اور بڑے بڑے مصنفین سے سبق قلم واقع ہوا ہے۔ جس کی مثالیں میں نے جلد میں پیش کیں۔ جو اس رسالہ کے گزشتہ صفحات میں درج ہو چکیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔ پھر میں نے چشتیاں کے دیوبندیوں کا ذکر کیا کہ انہوں نے اور مفتی کفایت اللہ دہلوی کی کتاب "خیر السلوۃ فی حکم الدعاء للموات" ص 19 طبع دہلی سے بھی پڑھ کر سنایا کہ نماز جنازہ کے بعد فردا فردا دعا مانگنا جائز مانا ہے۔

حکمت گزشتہ میں بدستخط و مدرسہ درج ہو چکا ہے اور مناظرہ گاہ میں محرر مقرر نے اس کی فوٹو لیاں بھی تقسیم کیں اور کہا کہ ابن نجیم نے مطلقاً لا یدعو بعد التسلیم کہا ہے کہ کسی طرح اس سلام کے بعد دعا نہ مانگے۔ حالانکہ مفتی کفایت اللہ اور چشتیاں کے دیوبندی مولوی صاحبان کے فتویٰ سے فردا فردا دعا مانگنا جائز ہے تو ابن نجیم کی یہ عبارت خود آپ کے فتویٰ کے بھی خلاف ہے۔ کہ وہ مطلقاً اجتماع ہو یا فردا منع کر رہا ہے اور آپ فردا جائز کر رہے ہیں۔ لہذا یہ عبارت غلط و سبق قلم ہے جسے آپ پیش نہیں کر سکتے۔ پھر میں نے کہا کہ آپ نے "البحر الرائق" کی عبارت پڑھنے میں بھی ڈنڈی ماری ہے۔ اس عبارت سے آگے دعا بعد نماز جنازہ کو مانگنا لکھا گیا ہے۔ عالم دین کہلا کر آپ سے اس قسم کی خیانت؟ کہ بیٹھا بیٹھا ہضم اور کڑوا کڑوا کر۔ اسی البحر الرائق کی اگلی عبارت پوری پڑھئے آپ کا پول ابھی ظاہر ہوتا ہے۔

دیوبندی مولوی | میں پوری عبارت پڑھ رہا ہوں کہ لانه لا یدعو بعد التسلیم سلام کے بعد دعا نہ مانگے۔

امام مہر علی | آپ غلط کہہ رہے ہیں اس سے آگے دعا مانگنا جائز لکھا ہوا ہے۔

دیوبندی مولوی | بالکل نہیں لکھا ہوا آپ غلط کہہ رہے ہیں۔

اب یہ معاملہ عوام الناس کے سامنے ایک فیصلہ کن صورت اختیار کر گیا اور پورا مجمع حق و باطل کی اس کشمکش میں آخری فتح و شکست کا بڑی بے چینی سے منتظر نظر آ رہا تھا کہ دیکھتے ہیں کہ کیا ظفر چلتا ہے وہ بی کامیاب ہے اور جو جھوٹ بول رہا ہے وہ جھوٹا ہے۔

میں نے دیوبندی مولوی صاحب سے مطالبہ کیا کہ آپ اپنی کتاب البحر الرائق مجھے دیں۔ میں اس میں دکھاتا ہوں کہ اس سے آگے دعا مانگنا جائز لکھا ہوا ہے۔ جسے آپ چھپا رہے ہیں۔ اب دیوبندی مولوی کی حالت زار وقت نزاع سے بھی نازک ہو رہی تھی۔ کہنے لگے ”میں کتاب نہیں دیتا“۔

البحر الرائق خود میرے پاس بھی موجود تھی مگر میں اس کا پول اسی کی کتاب کے نسخہ سے ظاہر کرنا چاہتا تھا۔ میں بار بار مطالبہ کرتا تھا کہ ”کتاب دو میں اسی سے پڑھتا ہوں کہ آگے لکھا ہوا ہے دعا مانگنا لا باس بہ“۔ وہ انکار کر رہا تھا۔ اب مجمع سمجھ گیا کہ وال میں کچھ کا کلا ضرور ہے اور سارے مناظرہ کا لب لباب ”البحر الرائق“ میں اس عبارت سے آگے دعا کے جائز ہونے کی عبارت پر متعین ہو گیا۔ اسی کشمکش میں کوئی 10 منٹ گزر گئے تو میں نے صدر مناظرہ میاں رشید احمد صاحب وٹو سے کہا کہ آپ مولوی محمود الحسن کو کہیں کہ وہ کتاب دے دے تاکہ میں اس کا جھوٹ فاش کروں۔ میاں رشید احمد صاحب نے دیوبندی مناظرہ سے کہا کہ کوئی بات نہیں آپ کتاب دے دیں۔ مگر دیوبندی نے صدر صاحب کو بھی انکار کر دیا اور

آگنی جان شنبہ دلوچہ جیوں وچہ کلماڑی گناں

میاں رشید صاحب نے مجھے کہا کہ یہی کتاب آپ کے پاس بھی ہے یا نہیں۔ میں نے کہا ”کتاب موجود ہے“ اس نے کہا کہ پھر کیا فرق پڑتا ہے کتاب تو ایک ہی ہے۔ ابھی ہم دیکھ لیتے ہیں کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا ہے۔ میں نے کتاب البحر الرائق اٹھا کر اس کی جلد دوم صفحہ 183 سے عبارت پڑھی:

لأنه لا يدعو بعد التسليم كما في الخلاصة و عن الفضلي لا باس به اس لئے کہ وہ سلام کے بعد دعا نہ مانگے جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے اور امام محمد بن فضل سے منقول ہے کہ دعا مانگنا جائز ہے۔

دیکھو یہی عبارت و عن الفضلي لا باس به دیوبندی مولوی صاحب چھپا رہے تھے اور لا باس بہ کا معنی خود اس دیوبندی مسلک کے پیشوا مولوی خلیل احمد سارن پوری نے ”جائز ہے“ قرار دیا ہے۔ دیکھئے میرے پاس مولوی کفایت اللہ کا رسالہ ”شیر الملوہ“ ہے اس کے ص 63 پر یہ سارن پوری صاحب لکھتے ہیں:

”دوسری عبارت جو بطور روایت فضلی سے نقل کی ہے۔ جس میں لا باس بہ مذکور ہے وہ شیر بجواز ہے“

ثابت ہو گیا کہ ابن نجیم نے اپنی رائے لا يدعو بعد التسليم کے بعد امام محمد بن فضل فضلی کا لا باس بہ ذکر کر کے اپنی رائے کو رد کر کے آخری فیصلہ امام فضلی کے قول کو قرار دے دیا

دعا مانگنا جائز ہے۔ لا باس بہ کا مطلب ”شیر بجواز“ لکھ کر خود دیوبندی مان رہے ہیں کہ ہمارا جنازہ دعا مانگنا جائز ہے۔

میرا اس عبارت کا پڑھنا تھا اور دیوبندی مولوی کی عبارت میں ڈنڈی مارنا ظاہر ہوتا تھا۔ مجمع اٹھ کھڑا ہوا اور نعرہ تکبیر و نعرہ رسالت سے فضا گونج اٹھی۔ بریلوی مسلک زندہ باد، مولوی جھوٹا، مولانا غلام مہر علی زندہ باد اور بیڑا تمباکو مولوی مردہ باد کے شور سے حشر برپا ہوا۔ میں نے دیکھا کہ دیوبندی مولوی کتابیں اکٹھی کر کے قتل رو ہو کر یکے بعد دیگرے کھسک رہے تھے کہ صدر مناظرہ میاں رشید احمد صاحب نے اعلان کیا کہ:

”میں یہ شور نہ کرو! مناظرہ ختم ہوا اور میں اعلان کرتا ہوں کہ ہم نے فریقین کی ویلیں لیں۔ ثابت ہو گیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا جائز ہے۔“

یہ تھا۔ بانی مناظرہ مولوی قطب الدین سکنہ منشی المعروف بہ قطب الدین محمد پوری آگے آگے حرکت پڑھتے جارہے تھے اور باقی علمائے دیوبند ان کے پیچھے ”بل توں جلال توں آئی بلا ٹال“ کا ورد کرتے جارہے تھے اور اس طرح اس علاقہ سے دیوبندیت کا خاتمہ بالمناظرہ ہوا۔

میں نے اس کی طرف سے دعا بعد نماز جنازہ کی مخالفت کی اصل وجہ آپ نے گزشتہ صفحہ میں اپنی آنکھوں سے پڑھ لیا ہے کہ نماز جنازہ کے بعد فرما فرما دعا مانگنا خود علمائے دیوبند کا یہ یقین بھی جائز ہے مگر اس کے باوجود انہوں نے عمر بھر میں کبھی بھی فرما بھی دعا نہیں مانگی۔ بلکہ اس کے خلاف پروپیگنڈا بلکہ قتال و جدال تک کرنے سے بھی یہ لوگ گریز نہیں کیا۔ اس کی وجہ مطلقاً اس دعا کا ناجائز ہونا نہیں بلکہ اسلامی معاشرہ میں ان کا وہابیت سے متعلق ہونا ہے۔

پیشوا مولوی کفایت اللہ صاحب دیوبندیوں کی طرف سے دعا بعد نماز جنازہ کی مخالفت کا ظاہر کرتے ہیں:

”کرنے والے کو برا بھلا کہنا یہ مکروہ و بدعت ہے (رسالہ خیر الملوہ ص 15)

میں نے آپ کے دعا نہ مانگنے والوں کو برا بھلا کہنا مکروہ و بدعت ہے۔ یعنی ممانعت دعا بعد نماز کی اصل وجہ سینوں کا دیوبندیوں وہابیوں کو برا بھلا کہنا ہی ممانعت دعا کی ایک وجہ و وجہ مفتی صاحب کے اندر جو ممانعت دعا کی اصل تکلیف تھی وہ بالآخر اٹل دی کہ چونکہ دعا مانگنا مانگتے اور سنی ان کو برا بھلا کہتے ہیں اس لئے یہ دعا نہیں مانگنی چاہئے۔ میرے مفتی صاحب اس گڑبڑ کا جو حل پیش کر رہے ہیں وہ کامیاب نہیں۔ بلکہ مفتی صاحب کا دعا دیوبند میری تجویز پر عمل کر لیں تو ان کو برا بھلا کہنا بھی بند ہو جائے گا اور فوت شدگان زندہ ہو جائے گا کہ دیوبندی صاحبان فرما فرما ہی نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنا شروع کر دیں۔

جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے
(بیان القرآن تھانوی ترجمہ ج 1 ص 44)

تھانوی صاحب اس آیت کا یہ ترجمہ کر کے اس کی تفسیر میں "مسائل السلوک" کے عنوان
تحت لکھتے ہیں:

عن عبادتی اے عن دعائی یعنی عبادت سے سرتابی سے مراد دعا سے سرتابی کرنا ہے
کہ جو لوگ دعا سے نفرت و سرتابی کرتے ہیں وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔

تو وہابی و دیوبندی علماء و جہان نماز جنازہ کے بعد فردا فردا دعا کو جائز ماننے و لکھنے کے باوجود (جیسا
اس رسالہ میں ان کے فتوے گزر چکے ہیں) پھر اس سے نفرت کرتے ہیں۔ بلکہ بھاگ جاتے
تھانوی سے معلوم کر لیں کہ وہ کہاں جاتیں گے۔

باوجود بدعت ہونے کے نیک کاموں سے نہ روکا جائے | ذی الحج کے پہلے 10 دنوں
بلند آواز سے بازاروں میں تکبیریں پڑھنے کے بارے میں صاحب خلاصۃ الفتاویٰ لکھتے ہیں:

وقال الفقيه ابو جعفر سمعت عن مشايخنا يرون ذلك بدعة والذى عندي
لا ينبغي ان يمنع العامة لقلّة رغبتهم في الخيرات (خلاصۃ الفتاویٰ ج 1 ص 113)
فقيد ابو جعفر کہتے ہیں کہ ہم نے مشائخ فقہاء سے سنا ہے کہ یہ تکبیریں پڑھنا بدعت ہے
اور میرا (ابو جعفر کا) فتویٰ یہ ہے کہ باوجود بدعت ہونے کے عوام کو اس سے نہ روکا
جائے کیونکہ باوجود بدعت ہونے کے کام تو نیک ہی ہے اور لوگوں کی نیک امور کی طرف
پہلے ہی رغبت کم ہے تو نیک کام سے نہ روکا جائے۔

دیوبندی صاحبان بتائیں کہ دعا تو مخ العبادۃ ہے اور عموم فضیلت دعا شامل ہر وقت استحباب
اور پھر خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بھی ثابت امر خیر سے منع کرنے کا ٹھیکہ
حضرات نے کس محکمہ سے لیا ہوا ہے؟ جس میں خسارہ کے خوف سے شب و روز دعا بعد
جنازہ کے خلاف اعلان جنگ ہو رہا ہے فاعتبر وایا اولی الابصار۔

مسئلہ صلوٰۃ و سلام و دعا بعد نماز جنازہ پر ایک غیر مقلد وہابی عالم سے گفتگو | آن
کوئی 30 سال قبل سفر کے دوران ریل گاڑی میں ایک غیر مقلد عالم سے (جواب مرکب منی
مل چکے ہیں) دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق محرر سطور کی یہ گفتگو ہوئی۔

انہوں نے کہا: دعا بعد نماز جنازہ بدعت ہے کیونکہ یہ حدیث سے ثابت نہیں۔

میں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز جنازہ کے بعد جنگ موتہ کے شہداء کے
دعا فرمائی تھی ایسے ہی کئی اور جنازوں پر آپ کا اور صحابہ کرام کا دعا مانگنا ثابت ہے۔

انہوں نے کہا: میں ایسی روایتیں نہیں مانتا۔

میں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ اذا فرغ احدکم من صلاتہ فليدع
الحی۔ تم میں سے جب بھی کوئی نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگے۔ (سنن کبریٰ امام بیہقی ج 2 ص
1) نماز جنازہ بھی نماز ہے تو اس کے بعد بھی دعا مانگنا مستحب ہوا۔

میں نے کہا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ایک عام ارشاد ہے اور گو یہ نماز جنازہ کو بھی بوجہ
عموم لفظ "صلوٰۃ" سے شامل تو ہے مگر آپ کا نماز جنازہ کے بعد دعا مانگنے کا دعویٰ خاص ہے اور
دعویٰ خاص کے لئے دلیل بھی خاص ہونی چاہئے جس میں دعا بعد نماز جنازہ کے الفاظ ہوں تب
قانون کا وزن نہیں۔

میں نے کہا: یہ قانون آپ کا خود ساختہ اور غلط ہے۔ عموم الفاظ سے احکام ثابت ہوتے رہتے
ہیں ورنہ آپ نماز جنازہ کے بعد دعا کا بدعت ہونا ثابت کریں۔

میں نے کہا: حدیث میں ہے کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة الخ۔ ہر نیا کام بدعت
ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

میں نے کہا: آپ ابھی اپنے خود ساختہ قانون سے مکر گئے۔ کل محدث بدعة وکل بدعة
ضلالة بھی لفظ کل کی وجہ سے عام ہے۔ نماز جنازہ کے بعد دعا کے بدعت ہونے کا آپ کا
دعویٰ خاص ہے تو اس کے لئے دلیل بھی خاص ہونی چاہئے کہ جس میں نماز جنازہ کے بعد دعا کے
بدعت ہونے کے الفاظ ہوں۔ اذا فرغ احدکم کے اذا عام شامل ہر وقت استحباب دعا کے
عموم سے تو آپ دعا بعد نماز جنازہ ثابت نہیں مانتے مگر کل بدعة کے عموم کل سے دعا بعد نماز
جنازہ کا بدعت ہونا ثابت کر رہے ہیں۔ عقل راجح شد؟

میں نے کہا: پھر تو میری دلیل عموم اور آپ کی دلیل عموم دونوں ناکام ہو گئیں۔

میں نے کہا: یہ بھی غلط ہے آپ کی پیش کردہ دلیل کل محدث بدعة وکل بدعة ضلالة
کا عموم دوسری حدیث ومن ابتدع بدعة ضلالة میں بدعت کے ساتھ قید ضلالة سے کہ
بدعت بری بدعت ہی گمراہی ہے نیک بدعت گمراہی نہیں سے خاص یا منسوخ ہو چکا ہے۔ مشہور
الحسن مشکوٰۃ ملا علی قاری مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں لکھ رہے ہیں قید بہ لاخراج البدعة الحسنة
اور ہر مشکوٰۃ کے بین السطور یہ شرح درج ہے۔ اس لئے آپ کا اس کے حدیث کے عموم سے
دعا بعد نماز جنازہ کو بدعت کہنا بھی غلط ہے۔ مگر اس کے برعکس میری پیش کردہ حدیث فضیلت
دعا بعد ہر نماز کا عموم اپنی جگہ قائم ہے اور اس سے دعا بعد نماز جنازہ ہر صورت مستحب ثابت
ہے۔ ورنہ کسی حدیث میں دکھائیے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں بھی نماز جنازہ کے بعد
دعا سے منع فرما کر اپنے ارشاد اذا فرغ احدکم من صلاتہ فليدع کو خاص فرما دیا ہو۔
اب ان آخری الفاظ پر بے قرار ہو کر سیٹ سے اٹھے اور جلدی سے لیٹرن میں کھس گئے۔

اور جب تک نیا شیخ نہ آیا اندر ہی تشریف فرما رہے۔ جب گاڑی رکی تو ڈبہ بدل کر دوسرے ڈبہ میں گھس گئے۔

مستحب کاموں سے روکنے کے دیوبندی و وہابی مکاید پر آخری ضرب

مسلمانوں کو بدعتی بنانے کا ایک نرالا فارمولا | دیوبندی علماء مسلمانوں کو بدعتی بنانے کے شوق میں آئے دن نیا سے نیا جھروا کھڑے رہتے ہیں چنانچہ مولوی رشید احمد ارشد نے اپنے رسالہ "نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں" میں ایک نیا خود ساختہ بدعت گر نسخہ تیار کیا ہے۔ لکھتے ہیں: جس فعل کا سبب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موجود ہو اور کوئی رکاوٹ بھی نہ ہو اس کے باوجود اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ کیا ہو تو ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے دین کو بدلنا ہے کیونکہ اس کام میں اگر کوئی مصلحت ہوتی تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اس کام کو ضرور کرتے یا ترغیب فرماتے اور جب آپ نے نہ خود کیا نہ کسی کو ترغیب دی تو معلوم ہوا کہ اس میں کوئی بھلائی نہیں بلکہ وہ بدعت قبیحہ سیئہ ہے۔ (رسالہ مذکورہ ص 153 بحوالہ نفائس الاطہار ترجمہ مجلس الابرار)

ان کے اس قانون سے کون کون دین کے بدلنے والے بنتے ہیں؟

نماز پڑھتے وقت دل میں ارادہ و نیت نماز شرط ہے۔ مگر منہ سے بھی نیت کے الفاظ بول لینا یہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت نہیں۔ منہ سے الفاظ نیت بولنے کا سبب بقول صاحب رد المحتار عزیمت قلب (رد المحتار ج 1 ص 291) حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و صحابہ تابعین کے زمانہ میں بھی موجود تھا اور کوئی رکاوٹ بھی نہ تھی اس کے باوجود اسے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نہ کیا نہ ترغیب فرمائی اس کے متعلق دیوبندی فرقہ کے سب سے بڑے بدعت باز مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کہتے ہیں:

لَمْ يَنْفَعْلْ عَنِ الْمُصْطَفَى وَلَا الصَّحَابَةِ وَلَا التَّابِعِينَ يَهْ مِنْهُ مِنْ نِيَّتِ الْفَاعِلِ بِلَا حُضُورِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَوْ صَحَابَةٍ وَتَابِعِينَ مِنْ حَابِتِ نِيَّتِهِ -

مگر اس کے باوجود فقہائے اسلام کے نزدیک یہ فعل سنت علماء و مستحب ہے۔ خود تھانوی صاحب اس کے سنت علماء و مستحب ہونے کی تائید کرتے ہوئے علمائے اسلام و فقہائے احناف کے اقوال یوں ذکر کرتے ہیں:

فِي الدَّرَالِ الْمُخْتَارِ بَحْثُ النِّيَّةِ اِنْ - ورمختار میں نیت کی بحث میں ہے کہ نیت کے الفاظ منہ سے کہنا مستحب ہے اور یہی مختار قول ہے اور ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ سنت ہے یعنی اس کو علماء سلف نے محبوب جانا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ بدعت ہے۔ رد المحتار

من ہے کہ سنت ہے۔ صاحب تحفہ اور صاحب اختیار نے امام محمد کا یہی قول بتایا ہے۔ اس کے مستحب و سنت ہونے کا ایک ہی مطلب ہے کہ یہ فعل علماء کے محبوب ہونے کی وجہ سے مستحب ہے اور اچھا طریقہ ہونے کی وجہ سے سنت کہلاتا ہے۔ ایسا ہی البحر الرائق میں ہے۔ اور یوں کہنا بھی مناسب ہے کہ یہ اچھی بدعت (بدعت حسنہ) ہے۔ صاحب حلیہ نے کہا ہے کہ دل میں نیت کو منہ کے الفاظ سے پکا کر لینا نیک کام ہے۔ ایسا ہی مسوط اور ہدایہ اور کافی میں ہے اور اسے مکروہ کہنا درست نہیں۔ اور ہر بدعت بری نہیں ہوتی بدعت واجبہ بھی ہوتی ہے اور بدعت مخرمہ بھی بدعت مندوبہ مستحبہ بھی ہوتی ہے اور بدعت مکروہہ و مباحہ بھی (مختصر از بوادر النور تھانوی ص 777 طبع دیوبند)

اب دیوبندی علماء سے ہمارا مطالبہ ہے | کہ پوری دنیا کے دیوبندی علماء مع مفتی کفایت اللہ صاحب دہلوی و مولوی عبدالرشید صاحب ارشد اور قاضی محمد ابراہیم صاحب مصنف مجالس الابرار اور اگر ہو سکے بلکہ ضروری طور پر بدعت گری کے اٹھارے کے رستم ملوان مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کو بھی قبر سے کھینچ کر ساتھ کھڑا کر لیں اور بتائیں کہ تَلَفُظُ نِيَّةٍ بِكَلِمَةٍ نَمَازُ كَوَاجِبُو دِیْنِ نَبَوِیْ نہ ہونے کے سنت و مستحب و بدعت حسنہ کہنے والے ان مذکورہ بالا ائمہ فقہ و علماء سلف صاحب درمختار و رد المحتار و حلیہ و اختیار و امام محمد و ابن نجیم صاحب البحر الرائق و صاحب مسوط و ہدایہ و کافی حتیٰ کہ خود تھانوی صاحب نے یہ قانون مفتی کفایت اللہ اور مولوی عبدالرشید اللہ تعالیٰ کے دین کو بدلا اور بدعت سیئہ کا ارتکاب کیا یا نہیں؟ بصورت اولیٰ یہ سب علماء اللہ دوزخی ہو گئے اور بصورت ثانیہ مفتی کفایت اللہ و مولوی عبدالرشید مع اپنے پیرو پیروا مولوی محمد سرفراز صاحب لعنت اللہ علی الکاذبین کے مصداق ہوئے یا نہیں؟ ابھی تو ہم نے صرف ایک مستحب کا نمونہ پیش کر کے جواب کا مطالبہ کیا ہے۔ ایسے بیسیوں افعال مثلاً نمازوں کے بعد خود دیوبندی معمول اجتماعی دعائیں۔ خطبہ عید کے بعد دعا وغیرہ کے جوابات دیوبندیوں کے ذمہ ہمارا قرض باقی ہے۔

آخری دھوکہ | ہر نیک کام کو بدعت سیئہ بنانے کے لئے دیوبندی اور غیر مقلد علماء آئے دن نئے نئے گرتیاں کرتے رہتے ہیں۔ ان کا ایک یہ بھی گرتیہ ہے کہ انہوں نے تین چار لفظ رٹ دیے ہیں۔ اہتمام۔ اجتماع۔ التزام ملا یلزم۔ اور کہتے ہیں کہ مستحب کام اہتمام اور اجتماعی طور پر اور ہمیشہ کرنے سے بدعت سیئہ بن جاتے ہیں۔ ان کے اس جھروا کے بانی مفتی کفایت اللہ صاحب نے اسے اپنے رسالہ "دلیل الخیرات" و "خیرا صلوٰۃ" میں گھڑا اور پھر اس کے راتب اس کے خلاف نے خوب بیہوش بھر کر کھایا۔ مفتی مذکور صاحب اسے یوں جنم دیتے ہیں:

اور اجتماع و اہتمام کا قصد نہ کریں: اجتماع و اہتمام کرنا اور پھر اسے ضروری سمجھنا: اجتماع

و اہتمام بدعت مکروہ ہے : اجتماع و اہتمام سے دعا کرنا اور اسے لازم سمجھنا بدعت و مکروہ ہے (رسالہ خیر الصلوٰۃ ص ۱۶ وغیرہ)

اس سلسلہ میں علمائے دیوبند نے کچھ روایات اور فقہاء کی بعض عبارات کا سہارا بھی لیا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم ان کے موضوع مختص و دلائل کا جائزہ لے لیں کہ ان روایات کی استدلالی حیثیت کیا ہے اور انہوں نے ان کے نقل کرنے میں کس طرح ہاتھ کی صفائی سے دہن دی ماری ہے۔

پہلی روایت مفتی صاحب اپنے رسالہ "دلیل الخیرات فی ترک المنکرات" میں اپنے ذاتی بیٹی بھائی محمد ابراہیم کی مجالس الاررار سے حضرت عبداللہ بن مسعود کا ایک قول یوں روایت کرتے ہیں :

حضرت عبداللہ بن مسعود کو خبر دی گئی کہ ایک جماعت بعد مغرب بیٹھتی ہے اور ان میں سے ایک شخص کہتا ہے کہ اتنی مرتبہ اللہ اکبر کہو اور اتنی مرتبہ سبحان اللہ کہو اور اتنی مرتبہ الحمد للہ کہو۔ اور سب لوگ ایسا ہی کرتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود اس جماعت میں گئے اور جب ان کی یہ باتیں سنیں تو کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میں عبداللہ بن مسعود ہوں اور اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں کہ تم لوگوں نے نہایت تاریک بدعت اختیار کی ہے یا تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے علم میں آئے گئے ہو۔ (دلیل الخیرات فی ترک المنکرات ص 3)

مجالس الاررار سے یہ عبارت نقل کرنے کے بعد مفتی صاحب لکھتے ہیں :

اس پر بدعت کا حکم لگانے کی وجہ کیا تھی۔ صرف یہی کہ ذکر اللہ اگرچہ ہر وقت مطلوب اور محبوب ہے مگر اس کے لئے یہ اہتمام و اجتماع کرنا حدود شریعت سے تجاوز کرنا تھا۔ (رسالہ مذکورہ ص 3)

حضرت ابن مسعود کی طرف منسوب نماز کے بعد ایک صحابی کا دوسرے صحابہ کرام کو نماز کے بعد 33 مرتبہ سبحان اللہ 33 مرتبہ الحمد للہ اور 34 مرتبہ اللہ اکبر کی تعلیم دینے کو ہو صحیح مسلم شریف باب الذکر بعد الصلوٰۃ ج 1 ص 219 میں حضرت کعب بن عجرہ کی صحیح روایت سے ثابت ہے کہ "بدعت ظلماء" تاریک بدعت کہنا مفتی مذکور نے مجالس الاررار سے نقل کیا ہے۔ یہ نہ تو مدعی کی کوئی مستند کتاب ہے نہ فقہ کی۔ اس کے مصنف قاضی ابراہیم بھی اسی قسم کے مہرود حنفی ہیں جس طرح کے دیوبندی حنفی کہلاتے ہیں۔ ایسے غیر معروف کئی مصنفین کی کتابوں میں بے شمار حدیثیں نقل کی گئی ہیں اور بے سند باتیں درج ہیں۔ محققین احناف کے نزدیک نماز کے التحیات میں السلام علیک ایہا النبی بوجہ حقیقت محمدیہ حاضر ناظر ہونے کے ہر نمازی خود اپنے دل اور

اللہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام دے:

وَلَا بُدَّ مَنْ أَنْ يَقْصِدَ بِالْفَظِّ التَّشْهَدَ مَعَانِيَهَا الَّتِي وَضَعَتْ لَهَا مِنْ عِنْدِهِ الْخ -
اللائی عالمگیری - در مختار و رد المحتار ج 1 ص 358) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دل کے ارادہ سے ندا کرنے اور پکار کر سلام دے۔

بعض علمائے یہ روایت گھڑ رکھی ہے کہ معراج کی شب اللہ تعالیٰ نے آپ کو السلام دعا کی سلام دیا تھا۔ لہذا نماز میں اس سلام کی محض نقل کا حکم ہے۔ دل سے سلام دینے کا حکم نہیں۔ اس بے اصل روایت کے متعلق خود دیوبندی پیشوا ترمذی شریف کے حاشیہ عرف الشذی "میں کہتے ہیں ولکنی لم أجده سندا" (عرف الشذی ص 139 طبع رائے پور) میں مجھے اس حکایت و نقل کی روایت کی کوئی سند نہیں مل سکی۔ اسی طرح قاضی ابراہیم کی منقولہ روایت بدعت ظلماء بھی بے سند اور بے اصل ہے۔ دعا جیسی عبادت نیکی جس کی ہر وقت عمومی فضیلت حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے مجالس الاررار کی ایسی بے سند روایت سے فضیلت دعا کے عموم شامل ہر وقت سے بعد نماز جنازہ کے وقت کو ممانعت دعا سے ضرور کرنا محض ڈوبنے کو تنگے کا سہارا کے سوا کچھ بھی نہیں۔ اس روایت اور اس میں حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس ذکر کرنے والی جماعت کو بدعت دینے کا مرتکب قرار دینے کے ان کی طرف منسوب الفاظ بدعت ظلماء کی صحت وچند وجوہ محل نظر ہے۔

۱۔ حضرت عثمان غنی 35 ھ میں شہید ہوئے اور حضرت عبداللہ ابن مسعود 32 ھ یا 33 ھ میں وفات پا گئے تھے (دیکھو تاریخ الخلفاء و تقریب التہذیب ج 6 ص 28 طبع حیدر آباد) اور یہ سب جلیل القدر صحابہ کرام کا دور ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ روایت مذکورہ میں نماز عرب کے بعد فرمودہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تسبیحات پڑھانے والے (شخص) اور سننے والی (جماعت) بھی کوئی تیرہویں یا چودھویں صدی کے زید و عمرو مسلمان نہیں تھے۔ بلکہ سب جلیل القدر صحابہ کرام ہی تھے اور ان کے نزدیک کسی بھی مستحب امر کو فرداً فرداً یا اہتماماً یا اجتماعاً دونوں طرح ہی ادا کر لینا جائز تھا۔ اس لئے حضرت ابن مسعود کا ان کے اس فعل کو تاریک بدعت کہنا شیعہ شہستان نبوت سے منور اور جگمگاتے نجوم ہدایت کو بدعتی قرار دینا بصورت اصل صحت روایت بھی حضرت ابن مسعود کی ذاتی رائے تو ہو سکتی ہے مگر ان جمہور صحابہ کے اس محبوب فعل کے بارے میں صاحب مجالس الاررار کی اس بے سروپا روایت میں لفظ بدعت ظلماء کو دیکھ کر اور نشہ بدعت سے مدہوش ہو کر اس روایت سے جماعت صحابہ کے بدعتی ہونے کا تصور جما کر اس روایت سے مفتی کفایت اللہ کا یہ استدلال اور خوشی کی چھٹاقلیس اس کی کم

کسی ایک صحابی کے اکثریت صحابہ سے اختلاف رائے اور اکثریت کے فعل سے استدلال کی مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ نماز میں رکوع کے وقت رفع یدین اکثر صحابہ کرام نہیں کرتے تھے۔ مگر حضرت عبداللہ بن عمر رفع یدین نہ کرنے والوں کو پتھر کی ٹنگریاں مارتے تھے کہ رفع یدین کیوں نہیں کرتے ہو۔ کتب احناف میں یابود عبد اللہ بن عمر اکثریت صحابہ سے اس مسئلہ کے اختلاف کے احناف نے استدلال کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر کے اس پتھر مارنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کی اکثریت رفع یدین نہیں کرتی تھی اس لئے رفع یدین نہ کرنا ہی درست ہے۔ اسی طرح اگر بفرض صحت روایت اور یابود حضرت عبداللہ بن مسعود کے اس مستحب فعل سے اہتمام و اجتناع سے کرنے کو بدعت کہنے کے چونکہ اکثریت صحابہ اسے جائز سمجھتی تھی اور کئی تھی ہم بھی کہتے ہیں کہ اکثریت صحابہ کے نزدیک کسی مستحب کو اہتمام و اجتناع سے کرنا قطعاً بدعت شریعت سے تجاوز نہیں بلکہ جائز و درست ہے۔ جس روایت سے نشہ بدعت میں مدہوش ہو کر مفتی صاحب مذکور نے مستحب امور کو اہتماماً و اجتناعاً بدعت قرار دینے میں کئی صفحے سیاہ کر ڈالے وہی روایت النامفتی صاحب کے گلے پڑ گئی اور اسی سے اس کا جواز و استحباب ثابت ہو گیا۔

نمبر 2۔ از روئے روایت و سیاق عبارت اس روایت کے حضرت عبداللہ بن مسعود کی طرف غلط منسوب ہونے کی ایک یہ وجہ بھی ظاہر ہے کہ خود اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ کہنا کہ تم اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے علم میں بڑھ گئے ہو ایک صحابی دوسرے صحابہ کو نہیں کہتا اور اگر کہہ بھی دے تو مفتی صاحب جیسے چودھویں صدی کے ملاں کو اس پر بغلیں بجانا اسے اچھالنا قطعاً نازیبا بات ہے۔

نمبر 3۔ پوری دنیا کے علما نماز مغرب ہو صبح ہو یا عشا نماز کے بعد نمازیوں کی جماعت کو دین کی تعلیم دیتے ہیں۔ درس دیئے جاتے ہیں۔ اور ایک آدمی کھڑا ہو کر جماعت کو مسائل نماز یا سنتوں کی تعلیم دیتا ہے تو کیا یہ سب لوگ "بدعت ظلماء" کے مرتکب ہوتے ہیں اور خصوصاً تبلیغی جماعت والے کیا اصحاب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھے ہوئے ہیں؟

نمبر 4۔ دیوبندی مدارس کے جلسوں یا سیرت کانفرنسوں کے لئے اشتہارات کے ذریعہ تداویٰ و اجتماع و اہتمام کسی سے مخفی نہیں۔ صحابہ کرام کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی فرمائی ہوئی تسبیحات کا اجتماع بدعت ہو مدرسوں کے لئے اجتماع درست ہو یہ کس شریعت کا قانون ہے

نمبر 5۔ دعا مانگنا ہر وقت جائز ہے مگر دیوبندی تبلیغی "تبلیغی نصاب" کے ایک نو ٹیکیشن کے ذریعہ پابند ہیں کہ "سب مل کر حق تعالیٰ سے دعا مانگیں" (تبلیغی نصاب ص 835 حوالہ مفصل گزر بھی چکا ہے) تو یہ تداویٰ و اہتمام و التزام کیوں بدعت ظلماء نہیں؟

نمبر 6۔ دیوبندیوں کے مولوی عبدالرشید ارشد نے دعا بعد نماز جنازہ کے ثبوت کے لئے کسی

کسی کے لئے یہ شرائط لگائی ہیں:

1۔ مولیٰ محدثین اہل سنت کی کسی معتد اور مشہور کتاب میں موجود ہو۔ الخ
2۔ وہ دلیل فقہ حنفی کی کسی معتد اور مشہور کتاب میں مفتی بہ قول کی صورت میں موجود ہو۔ الخ (رسالہ نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں ص 69 طبع لاہور)

3۔ کفایت اللہ مذکور کا مجالس الابرار جیسی غیر معتد و غیر مشہور و غیر مفتی بہ کتاب سے اصحاب جلی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف بے سند منسوب بدعت ظلماء کا فتویٰ نقل کر دینا قطعاً جہل استدلال ہے۔

4۔ بدعتوں کا دوسرا فراڈ کسی نقل یا مستحب کام کو اجتماعاً و اہتماماً کرنے سے اس کے بدعت و بدعت ہونے کے سلسلہ میں مفتی کفایت اللہ صاحب نے ردالمحتار کی ایک جگہ سے عبارت نقل کر کے اور دوسری جگہ سے عبارت چھوڑ کر پھر ایک کامیاب ڈنڈی ماری ہے۔ لکھتے ہیں:

"یہین کی راتیں اور شبان کی پندرہویں رات (الی قول) ان راتوں میں نماز پڑھنا اور ذکر الہی میں مشغول رہنا بہت ثواب کا کام ہے مگر فقہان نے یہ قید لگا دی ہے کہ نماز تمام راتیں پڑھی جائے۔ الخ (خیر الصلوٰۃ ص 15)

5۔ بعد مفتی صاحب نے ردالمحتار ج 1 ص 481 سے الہام کے حوالہ سے ویکرہ الاجتماع علی احياء ليلة من هذه الليالي کی عبارت نقل کر کے اسی علامہ شامی کی ردالمحتار سے یہ عبارت دیدہ و انت شیرمار کی طرح ہضم کر لی کہ اسی ردالمحتار میں صرف 18 صفحے ج 1 ص 497 پر خود علامہ شامی لکھتے ہیں:

لكن في الخلاصة عن القلوري انه لا يكره خلاصه میں قدوری سے ہے کہ کسی عمل کا باجماعت ادا کر لینا مکروہ نہیں۔

6۔ مفتی صاحب طوطا چشتی سے اسی ردالمحتار سے بدائع الصنائع میں یہ تصریح بھی چھوڑ گئے کہ: فان نفى السنة لا يستلزم الكراهة کہ اگرچہ کسی نقل و مستحب کا اجتماع پڑھنا سنت نہیں مگر اس سے اس کا مکروہ ہونا بھی لازم نہیں آتا (ردالمحتار ج 1 ص 497)

7۔ طبرق کرام نے دیوبندیوں کے اجتماع و اہتمام کے بہانے اور اس پر ان کے جعلی استدلال کا نقہ شہرہ کیا اب کتب حدیث سے ان کی دھوکہ دہی بھی ملاحظہ کر لیں۔

8۔ کسی مستحب کے اجتماعاً و اہتماماً بدعت ہو جانے کے متعلق حدیث سے دیوبندی استدلال اور نقل روایت میں ان کی طوطا چشتی

9۔ سلسلہ میں مولوی کفایت اللہ صاحب نے ایک یہ روایت نقل کی ہے:

عن مجاهد قال دخلت انا و عروة بن الزبير المسجد فاذا عبدالله بن عمر

جالس الى حجرة عائشة و اذا ناس يصلون في المسجد صلاة الضحى قال
فسللتاه عن صلاتهم فقال بدعة - الحديث (بخاری ج ۱ ص 238) مجاہد فرماتے ہیں
کہ میں اور عروہ بن زبیر مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو دیکھا کہ حضرت عبداللہ بن عمر
حضرت عائشہ کے حجرے کی طرف بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ مسجد میں چاشت کی نماز پڑھ
رہے ہیں تو ہم نے حضرت عبداللہ بن عمر سے اس نماز کا حکم دریافت کیا تو انہوں نے
فرمایا کہ بدعت ہے (رسالہ خیر السلفہ ص 16)

مفتی صاحب کے نقل کردہ الفاظ حدیث فقال بدعة کے بعد لفظ الحدیث کا مطلب یہ ہے کہ
اس سے آگے حدیث کے الفاظ اور بھی ہیں - مفتی صاحب نے کسی حکمت کے تحت پوری
حدیث نقل نہیں کی - آگے حدیث کے الفاظ یہ ہیں :

ثم قال له كم اعتمر النبي صلى الله عليه وسلم قال ربيع احدىهن في رجب
فكرهنا ان نرد عليه قال وسمعنا استناب عائشة ام المؤمنين في الحجرة قال
عروة يا ام المؤمنين لا تسمعين ما يقول ابو عبد الرحمن قالت
ما يقول قال يقول ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اعتمر اربع عمرات
احديهن في رجب قالت برحمة الله ابا عبد الرحمن ما اعتمر عمرة الا وهو
شاهد وما اعتمر في رجب قط (بخاری ج ۱ ص 238) پھر عروہ نے عبداللہ بن عمر
سے پوچھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے عمرے فرمائے تھے تو عبداللہ بن عمر نے کہا کہ
چار - ان میں سے ایک عمرہ ماہ رجب میں فرمایا تھا - تو ہم نے مناسب نہ سمجھا کہ عبداللہ
کے اس قول کا رد کریں اور ہم نے آواز سنی کہ حضرت عائشہ حجرہ میں مسواک کر رہی ہیں
تو عروہ نے آواز دی کہ اے ام المؤمنین کیا آپ نے عبداللہ کی بات نہیں سنی - تو مائی
صاحبہ نے کہا کہ عبداللہ کیا کہتے ہیں - عروہ نے کہا کہ وہ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے چار عمرے ادا فرمائے تھے - ان میں سے ایک عمرہ رجب میں فرمایا تھا - مائی
صاحبہ نے فرمایا کہ عبداللہ پر اللہ رحم کرے یعنی وہ بھول گئے ہیں - حضور صلی اللہ علیہ
وسلم نے ان کے سامنے ہی تو چار عمرے فرمائے تھے - رجب میں تو آپ نے کوئی عمرہ ہی
نہیں فرمایا -

مفتی صاحب نے حضرت عبداللہ کے رجب میں عمرہ کے قول پر ام المؤمنین کے افسوس کرنے کی
وجہ سے پوری حدیث نقل نہیں کی - امام محمود بن احمد عینی شرح بخاری میں ام المؤمنین کے
عبداللہ بن عمر کے متعلق برحمة الله ابا عبد الله - الخ - کہنے کے بارے میں کہتے ہیں :
قالت ذلك مبالغة في نسبة الى النسيان - ام المؤمنین نے یہ الفاظ عبداللہ بن عمر

کے بھول جانے کے لئے مبالغہ کرنے ہیں (عمدة القاری ج 5 ص 7)
پھر خود مفتی صاحب کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر نے بخاری کی اس مجمل روایت میں بلا تفصیل
تعمایا یا انفراداً کے مطلقاً نماز چاشت کو بدعت کہا ہے جو کہ ظاہر پر محمول نہیں بلکہ خود قابل
حمل ہے کیونکہ :

ہم اتنی بات تو یقینی ہے کہ وہ ایک نماز تھی اور نماز افضل الاعمال اور خیر موضوع ہے
اور وقت بھی کوئی مکروہ وقت نہ تھا پھر انہوں نے اسے بدعت کیوں کہا - (دلیل الخیرات
ص 16)

مفتی صاحب اس کی تاویل بحوالہ فتح الباری یوں نقل کرتے ہیں :

مسند النکح ابن عمر ملازماتها و اظهارها في المساجد (فتح الباری ج 3 ص 53)
(فتح لاہور) یعنی اس کی تاویل یہ ہے کہ عبداللہ بن عمر نے نماز چاشت کو بدعت نہیں کہا
بلکہ اسے بیش لازمی طور اور ظاہر کر کے پڑھنے کو بدعت کہا ہے -

ماضی عیاض مالکی سے یہ تاویل نقل کرنے میں مفتی صاحب نے پھر ہاتھ کی صفائی دکھائی
کہ اسی تاویل کی عبارت سے و صلاتها جماعة کا فقرہ شیر مادر سمجھ کر اس لئے ہضم
کے نماز چاشت باجماعت اجتماعی طور پر اور التزامی طریقہ سے پڑھنے والی جماعت کوئی چودھویں
صدی کے عام مؤمنین نہ تھے بلکہ صحابہ کرام کی مقدس جماعت تھی کیونکہ بخاری کی روایت میں
و اذا ناس يصلون کا لفظ ناس واقع ہے صحابہ کرام کے دور میں اس سے صحابہ ہی مراد
ہوئے ہیں خود دیوبندی پیشوا تھانوی صاحب نے بموقع حج تلبیہ حج کے الفاظ ماثورہ نبویہ میں
والناس یزیدون ذا المعارج کے متعلق الناس سے صحابہ کرام مراد لیتے ہوئے لکھا ہے
صحابہ نے اس (تلبیہ حج میں ذا المعارج کے اضافہ) کا جواز قاعدہ کلیہ شریعہ سے سمجھا کہ
(ابو اور دعا خود مطلوب ہے) (ابو اور التواور ص 622)

پھر باوجود عبداللہ بن عمر کے نماز چاشت کو باجماعت و التزاماً ادا کرنے کو بدعت کہنے کے خود
صحابہ کرام کے اس مستحب کو باجماعت التواوراً و جماعتاً ادا کر لینے سے اکثریت صحابہ سے اس کا
اذا و استحباب ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے بھی نماز کے خیر موضوع اور افضل الاعمال ہونے اور
کی بھی نفس میں کسی مستحب کو جماعتاً ادا کر لینے کی ممانعت نہ ہونے کے قاعدہ کلیہ شریعہ سے
اس کا جواز سمجھا ہوگا تو صلوة و سلام قبل اذان و دعا بعد نماز جنازہ کا التزاماً و جماعتاً پڑھنا بھی اسی
قاعدہ کلیہ سے کہ یہ بھی ذکر اور دعا ہے اور خود مطلوب ہے خود ثابت ہو گیا -

اب ہم چاشت کے متعلق بخاری کی روایت میں حضرت عبداللہ بن عمر کے الفاظ فقال بدعة
کے متعلق بھی کچھ وضاحت کر دیتے ہیں -

بخاری کی یہ روایت مجمل ہے اسی لئے خود مفتی صاحب نے فتح الباری و عمدۃ القاری میں اس کی تاویل کی ہے کہ یہ حدیث ظاہر پر محمول نہیں بلکہ مؤول ہے اور ایک مؤول لفظ پر مسئلہ کی اساس رکھنا مفتی صاحب جیسے مفتی کو ہی زیبا ہے۔ کوئی صاحب عقل آدمی ایسی روایت کو کسی مستحب کے اجتماع و اظہاراً بدعت ہونے کی بنیاد قرار نہیں دے سکتا۔

مفتی صاحب کی سب سے زیادہ ستم ظریفی یہ ہے کہ مفتی صاحب نے بخاری کی اس روایت کی تاویل "فتح الباری" سے نقل کی اور جہاں سے یہ تاویل نقل کی اسی صفحہ پر اسی واقعہ سے متعلق حضرت ابن عمر سے حضرت عبداللہ بن عمر سے مفصل روایت موجود ہے جس کے الفاظ ہیں:

فَقَالَ بَدْعٌ وَنَعَمَتِ الْبَدْعَةُ هَذِهِ يَهْتَبِي بِدْعَتِ هِيَ (فتح الباری ج 3 ص 53)

مفتی صاحب نے طوطا چشمی سے بخاری ہے اَلْفَالَا فَقَالَ بَدْعٌ تو بڑے دھڑلے سے نقل کر دیئے مگر فتح الباری سے ہی وَنَعَمَتِ الْبَدْعَةُ هَذِهِ کے الفاظ دیدہ و انت نقل نہیں کئے۔ کیونکہ بخاری کے مجمل الفاظ فَقَالَ بَدْعٌ سے وہ اسے بدعتاً بیش ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے مفصل روایت کو ہاتھ تک نہیں لگایا کہ اس سے آج کی بدعت بازی کی ساری عمارت زمین بول ہوئی تھی اور ساتھ ہی حضرت سالم کی روایت بھی ہضم کر گئے کہ اس واقعہ کے متعلق حضرت عبداللہ نے کہا تھا کہ:

مَا أَحَدَثَ النَّاسُ شَيْئًا أَحَبَّ إِلَيَّ مِنْهَا (فتح الباری ج 3 ص 52) یعنی مستحب سنت

چاشت کو اجتماعاً و اظہاراً پڑھنا میرے نزدیک امور محدث سے سب سے زیادہ محبوب امر ہے۔ دیکھئے حضرت عبداللہ بن عمر کے ان الفاظ نے مفتی صاحب کے سارے پروگرام کا دیوالیہ کر دیا کہ ایک امر محدث صحابہ کے نزدیک محبوب بھی ہے۔

پھر مفتی صاحب کی ایک اور دیانت داری دیکھئے کہ انہوں نے بخاری کی اسی روایت فَقَالَ بَدْعٌ کی عمدۃ القاری شرح بخاری سے بھی تاویل کرنے میں کامیاب ڈنڈی ماری کہ عمدۃ القاری سے اپنے مطلب کی یہ تاویل تو نقل کرتے ہیں:

وَقِيلَ إِرَادَ أَظْهَارَهَا فِي الْمَسْجِدِ وَالْاجْتِمَاعِ لَهَا هُوَ الْبَدْعُ لَا أَنْ نَفْسِ الصَّلَاةِ بَدْعٌ وَهُوَ الْأَوْجَهُ

مگر عادت ثانیہ بلکہ عادت اولیٰ کے مطابق "عمدۃ القاری" سے یہ تصریح کہا گئے:

وَقِيلَ إِرَادَ أَنَّهَا مِنَ الْبَدْعِ الْمُسْتَحْسَنَةِ كَمَا قَالَ عُمَرُ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُ فِي صَلَاةِ التَّبَرُّجِ نَعْمَةُ الْبَدْعَةِ هَذِهِ (عمدۃ القاری ج 5 ص 7) یعنی نماز چاشت کو اجتماعاً و اظہاراً پڑھنا عبداللہ بن عمر کے نزدیک بدعت حسنہ (نیک بدعت) ہے جیسا کہ ان کے

مفتی نے عمر نے تراویح کے متعلق کہا ہے کہ یہ اچھی بدعت ہے۔

ال رہا مفتی صاحب کا ابن ابی شیبہ کی روایت میں عبداللہ بن مسعود کا یہ قول نقل کرنا کہ کمال لا بد ففی بیونکم (دلیل الخیرات ص 17) یعنی نماز چاشت گھر میں پڑھنی چاہئے۔

مفتی صاحب مر کر مٹی میں مل چکے در نہ ہم ان سے ضرور پوچھ لیتے کہ بولوگ مسجد میں نماز چاشت پڑھ رہے تھے۔ کیا وہ صحابہ کرام نہ تھے؟ عبداللہ بن مسعود کی رائے سر آنکھوں پر۔ مگر کرام کی آرا کے اختلاف کی صورت میں عمل اکثریت کی رائے و عمل پر ہوتا ہے نہ کہ ایک یا دو رائے پر۔ اس کی یہ واضح مثال ہمارے سامنے موجود ہے کہ صحابہ کرام کی اکثریت رکوع چار ہوتے وقت تکبیر کے ساتھ رفع یدین نہیں کرتی تھی مگر عبداللہ بن عمر رفع یدین نہ کرنے کو پتھر کی کنکریاں مارا کرتے تھے کہ رفع یدین کیوں نہیں کرتے ہو۔ دیکھو (جز القراءۃ بخاری ج 1 ص 14)

اگر احتلاف نے حضرت عبداللہ بن عمر کے اکثر صحابہ کرام کی رفع یدین نہ کرنے والی بات کو کنکریاں مارنے سے استدلال کیا ہے کہ اس سے اکثریت صحابہ کا رفع یدین نہ کرنا ثابت ہے کہ رفع یدین نہ کرنا معمول صحابہ تھا اور یہ عمل رفع یدین منسوخ و متروک ہو چکا تھا۔

حضرت عبداللہ بن مسعود کے قول کے مقابلہ میں نماز چاشت کو اجتماعاً و اظہاراً مسجد میں ادا کرنا بھی جماعت صحابہ کا عمل ثابت کرتا ہے کہ کسی بھی مستحب کام کو اجتماعاً و اظہاراً کرنا بھی معمول صحابہ تھا اور اسے بدعت میں قرار دینا شان صحابہ میں گستاخی بھی ہے اور جماعت صحابہ معمول کا انکار بھی۔ کسی مستحب امر کے اجتماعاً ادا کر لینے کے بدعت میں ہونے کے متعلق کفایت اللہ صاحب کے مطلب کی عبارات نقل کر دینے اور باقی روایات و عبارات سے اس نظر کے اس مختصر بیان کے بعد اب ہم ان کے موضوع لفظ "التزام" کا بھی جائزہ لے لیتے ہیں کہ کسی مستحب امر کا التزام جسے مفتی صاحب التزام مالا یلزم کہہ کر بدعت قرار دیتے ہیں۔

مفتی صاحب سے یہ ثابت ہے یا بدعت میں ہے۔ وضو کے نفل لازم نہیں صرف سنت مستحب ہے۔ حضرت بلال التزام مالا یلزم کے حامل تھے۔ وضو کے نفل لازم نہیں صرف سنت مستحب ہے۔ حضرت بلال نے انہیں لازم کیا ہوا تھا۔ حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فجر کے وقت بلال سے فرمایا "اے بلال۔ میں نے بہشت میں تیری جگہ کی آہٹ سنی تھی تو تمہارا بہشت میں پہنچنے کا کون سا سب سے بڑا عمل ہے۔ بلال نے کہا کہ حضور میں جب بھی غسل وضو کرتا ہوں میں نے اپنی طرف سے اپنے اوپر دو نفل واجب و لازم کر لئے ہوتے ہیں۔ اَنْ اُصَلِّيَ کہ بیشہ پڑھوں (مشکوٰۃ باب التنوع ص 176 طبع نو رجمہ)

اس حدیث کی شرح میں شیخ الحدیث شاہ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں:

واجب گردانیدہ سند برمن بواجب گردانیدن من آترا بر نفس خود بمواظبت والتزام بر خود کہ بگذارم آترا (اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ ج ۱ ص 555 طبع لکھنؤ) یعنی وضو و غسل کے بعد کے نفلوں کو جو سنت مستحب ہے میں نے ان کو اپنی طرف سے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے کہ انھیں ہمیشہ پڑھتا ہوں۔

اس سے عیاں ہے کہ بمطابق ارشاد نبوی احب الاعمال الی اللہ تعالیٰ انومہا یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کسی نیک کام کو ہمیشہ التزام کرتے رہنا محبوب ہے۔ حضرت بلال نے التزام یلزم کیا ہوا تھا۔ لہذا کسی بھی قیدی یا مفتی کا صلوٰۃ و سلام قبل اذان یا دعا بعد نماز جنازہ کو مل کر ہمیشہ ادا کرنے کو بدعت سیئہ قرار دینا شریعت و عمل صحابہ کے قطعاً مخالف و بے اصل ہے۔ خود علمائے دیوبند امر مستحب کو تداعی و التزام مالا یلزم سے ادا کرنے کے حامل ہیں تبلیغی جماعت اس فرقہ کی بڑی شرعی جماعت کہلاتی ہے۔ رائے ونڈ میں سالانہ اجتماع آخر میں مولوی لوگ بڑی لمبی چوڑی دعا مانگتے ہیں یہ دعا کیا ہے؟ فرض، واجب یا سنت تو نہیں مستحب ہی ہو سکتی ہے۔ دیوبندی فرقہ کے لوگ اس دعا میں شمولیت کی دوسرے لوگوں کی دعوت دیتے ہیں۔ یہ دعوت تداعی و اہتمام اگر محافل میلاد و صلوٰۃ و سلام و دعا کے لئے درجہ نہیں تو رائے ونڈ والی دعا کے لئے کیسے جائز ہے؟ نیز اس جماعت کے لوگ جب تبلیغ کے نفلتے ہیں تو انہیں باقاعدہ طور ہدایت کی گئی ہے کہ وہ:

”جب اس جگہ پہنچیں جہاں تبلیغ کرنی ہو تو پھر مل کر حق تعالیٰ سے دعا کریں“ (تبلیغی نصاب رسالہ بستی کا علاج ص 835 طبع ملتان)

ایسے موقع پر یہ دعا جو مل کر منگائی جا رہی ہے نہ فرض ہے نہ سنت مباح یا مستحب ہی ہو سکتی ہے تو اس ”مالا یلزم“ یعنی غیر ضروری اور صرف مستحب فعل کا التزام اور اس کا باقاعدہ توفیق کیوں بدعت سیئہ نہیں؟ دعا بعد نماز جنازہ تو فرداً فرداً مانگنے کے فتوے یعنی مل کر دعا کریں کہ بدعت سیئہ نہ بن جائے مگر یار لوگوں کی یہ دعا مستحب مل کر کرنے سے جنت کا کیا تیار ہو آخر یہ کیا تماشا ہے؟ کسی بھی ذی شعور ذہن میں یہ سوال ابھرے بغیر نہیں رہ سکتا رائے ونڈ کے اجتماع باقاعدہ تداعی بلکہ شدت حال اور اجتماعی دعا کی صورت اور تبلیغ کی گردش وقت بھی اجتماعاً اور مل کر ہمیشہ لازماً طریق تبلیغ کی ہدایت و داعی عمل تو شرعاً جائز و معمول۔ صلوٰۃ و سلام قبل اذان کا داعی عمل اور دعا بعد نماز جنازہ مل کر اور ہمیشہ کرتے رہنا بدعت سیئہ۔ آخر دین اسلام کے نمبرداروں کو اس طرح کی ڈھال باچھ خود تیار کر لینے کا اختیار کس نے

صلوات فی الدین کے مجرم | تمام اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ عبادات دو قسم کی ہیں۔ موقوفہ (2) غیر موقوفہ۔ موقوفہ عبادات وہ ہیں کہ شارع علیہ السلام نے جن کی ادائیگی کا امر اوقات مقرر کیا ہوا ہے۔ امر سے مراد یہ ہے کہ اس کے ادا کرنے کا وقت مقرر کر دیا گیا ہے کہ نماز فرض، جنگانہ کہ شارع علیہ السلام نے ہر نماز کا وقت مقرر فرما دیا ہے کہ اس وقت تک فلاں نماز ہو سکتی ہے اور نیا سے مراد یہ ہے کہ اس عبادت کو ایسے وقت میں ادا کرنے سے منع فرما دیا گیا ہو جیسے کہ سجدہ یا سجدہ والی کوئی بھی نماز طلوع و غروب و وقت پڑھنی ممنوع قرار دی گئی ہے (الا مانع) اور عبادات غیر موقوفہ وہ ہیں جن کے ادا کرنے کا وقت مقرر کیا گیا اور نہ ہی کسی امکانی وقت میں ان کے ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے بغیر کسی تقرر وقت کے ہر وقت ان کے ادا کرنے کی ترغیب فرما دی گئی ہے جیسے کہ درود شریف، تلاوت قرآن مجید، زیارت حرمین شریفین، دعا و استغفار وغیرہ۔ کہ یہ سب عبادات ہیں موقوفہ ہیں کہ شارع علیہ السلام نے ان کے کرنے یا نہ کرنے کا کوئی وقت مقرر فرمایا۔ کسی بھی عبادت کو موقوفہ یا غیر موقوفہ قرار دینے کا حق صرف اور صرف شارع علیہ السلام کو ہے۔ کسی امام یا عالم یا قیدی کو ہرگز ہرگز حق نہیں پہنچتا کہ وہ کسی موقوفہ عبادت کو غیر موقوفہ کر دے بلکہ ایسا کرنا بداعتل فی الدین اور شرعی جرم کا ارتکاب ہے۔

صلوٰۃ و سلام اور دعا دونوں غیر موقوفہ عبادات ہیں۔ ان کے متعلق یہ کہنا کہ صرف فلاں وقت میں ادا ہو سکتی ہیں یا یہ کہنا کہ فلاں وقت جیسا کہ اذان سے اول صلوٰۃ و سلام یا نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں مانگی جاسکتی اور یہ کہ یہ اوقات ان کے ادا کرنے کے لئے ممنوعہ ہیں۔ ایسا کہنا بداعتل فی الدین اور کوئی نئی شریعت ایجاد کرنا ہے۔ باقی رہا یہ عذر ٹٹک کہ فلاں وقت فلاں عبادت سنت سے ثابت نہیں اس لئے بدعت ہے تو اس کا دیا خدا ارادہ جواب بالکل آسان ہے کہ یہ بھی مستحب کا ادا جب سنت ہوتا ہی ضروری نہیں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت سے اس کی صرف ترغیب ہی کافی ہوتی ہے جیسا کہ مستحب کی اصح تعریف امام ابن ہمام نے بیان فرمائی کہ ہر امر ہام روا المختار سے ہم نقل کرتے ہیں کہ مستحب کے لئے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کرنا ضروری ہوتا ہی نہیں۔ (وإن لم یأمرنا) اور جب اصل فعل مستحب کے مستحب کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا کرنا ہی ضروری نہیں تو اس کی ادائیگی کے لئے اس کی سنت کا سنت ہونا کس طرح ضروری ہو سکتا ہے۔ مستحب کی تعریف جانتے ہوئے ان سنت کی ادائیگی کے لئے وقت کا مسنون ہونا ضروری سمجھنے اور دوسری صورت میں اسے سنت کا قرار دینے والے مفتیان احباب سے اگر انصاف کی توقع کی جاسکتی ہے تو مسئلہ بالکل بے

غبار ہے کہ فرض واجب اور سنت کے لئے تو یہ دیکھنے کی ضرورت ہو سکتی ہے کہ ان کا ادا کیا کس وقت سنت ہے اور کس وقت بدعت ہے مگر مستحب یا مباح افعال جن کی تعریف ان اور ان کی ابتدا میں علمائے اصول و فقہ علامہ ابن رشد بدایت الجہد و نہایت المتقدم اور امام مصطفیٰ کی مختار و خاتما للفقہین امام الفتا امام سید ابن عابدین کی رد المختار وغیرہ کے متعدد حوالوں سے مفصل ذکر کر چکے ہیں۔ ایسے امور مستحب یا مباح کے کسی موقع پر ادا کرنے میں اس بات دیکھنے کی از روئے شریعت قطعاً ضرورت نہیں ہوتی کہ ایسے کام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صحابہ کرام علیہم الرضوان نے ایسے وقت میں کئے تھے یا نہ۔ بلکہ کوئی بھی امتی ایسے امور میں کو جس وقت چاہے ادا کر کے ثواب حاصل کر سکتا ہے اور یہ بھی آپ پڑھ چکے ہیں کہ مستحب نبوی بھی ہوتے ہیں اور مستحب علماء بھی۔ کسی کام کا کسی وقت میں ادا کرنا مخصوص سنت کاملہ میں تو ملحوظ ہوتا ہے۔ عمومی مستحب کاموں میں نہیں۔ گستاخ رسول اور خارجی مودی علماء و عوام کو دھوکہ دے کر سنت و مستحب میں فرق کئے بغیر ہر نیک کام کو بدعت میں بنا کر اپنی عافیت خراب کر رہے ہیں۔

لوٹا مذہب

مشرقی و جنوب ویل دور سے پہلے چابی زمینیں چاہات پر بانٹ کر اس پر مائل اور مال پر مٹی کے لوٹے باندھ کر بانٹریلوں کے ذریعہ بھرا جاتا تو لوٹے پانی سے بھر کر پانی باہر لے آتے۔ چونکہ ایسے چابی لوٹوں کو زمین پر رکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی تھی اس لئے لوٹا ساز کھاران لوٹوں کو پیچے سے گول ہی رکھ کر (بے پینڈے) بنا دیتے تھے اور وہ پیچے سے گول ہونے کی وجہ سے سیدھے نہیں ٹک سکتے تھے بلکہ یا ادھر یا ادھر گر جاتے تھے۔ انکیشن کے دفنوں میں ان الوقت یعنی کبھی ادھر کبھی ادھر قسم کے انکیشن بازوں کو "لوٹا، لوٹا" کہہ کر "بالٹے" انکیشن یا خوب بدنام کرتے ہیں۔ سیاست یا خباثت میں تو "لوٹا بازی" مشہور ہے ہی مگر مذہب میں یہ پالیسی اگر چشم خود دیکھنی ہو تو دیوبندی علماء کا ہر نئے موقع پر تجدید مذہب دیکھ لیجئے۔ فتویٰ کچھ علماء کچھ۔ ایک عالم کچھ کہتا ہے دوسرا کچھ اور فرماتا ہے۔ "لوٹے" کی طرح کبھی ادھر کبھی ادھر اس کی تفصیل کے لئے تو ہماری کتاب "دیوبندی مذہب" کے باب دیوبندیوں کے چار سو قسم کے فتوے ملاحظہ کر لیں۔ یہاں اس گہری اتار چڑھاؤ تکمیل مذہب کے چند عجوبے ملاحظہ لیں۔ مگر پہلے گہری اتار چڑھاؤ محاورہ کا موضوع لبر سن لیجئے۔

مشہور ہے کہ کسی گہری اور طوطی کی دوستی ہو گئی تھی۔ ایک دن گہری ملاقات کے لئے طوطی کے پاس گئی تو طوطی نے سیب اتار وغیرہ سے گہری کی خوب تواضع کی۔ پھر طوطی کو خیال آیا کہ گہری سے ملاقات کرے تو وہ گہری کے پاس پہنچی اور جتنی دیر گہری کے پاس

گہری حسب عادت درخت کی ٹہنیوں پر کبھی چڑھتی رہی اور کبھی اترتی رہی۔ کافی دیر بعد گہری نے کہا کہ میں تو جاتی ہوں کچھ تو کھاؤ پلاؤ بھی۔ گہری نے کہا کہ "کھانے والے کو چھوڑو۔" (اتار چڑھاؤ دیکھو)۔ دیوبندی فرقہ کے علماء کا مذہب بھی اتار چڑھاؤ ان کے مرکزی مسلمات اور غازیان سپاہ صحابہ کی شیعہ فرقہ کے متعلق لوٹا پالیسی۔ اتار چڑھاؤ یا نورائشی ملاحظہ کیجئے۔ دیوبندی فرقہ کے سب سے بڑے حکیم الامت مولوی اشرف علی تھانوی کا فیصلہ کوئی تھانوی صاحب سے پوچھتا ہے کہ سنی عورت کا نکاح شیعہ مرد سے ہو جاتا ہے یا نہیں اور نکاح کے بعد معلوم ہو جائے کہ وہ شیعہ نہیں یعنی ابو بکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما کو سب کرتا ہے اور تھنرا کرتا ہے تو پھر صورت حال کیا ہوگی؟..... تھانوی کا جواب

یہ ہے کہ نکاح سنی ہو گیا لہذا اولاد ثابت النجب اور صحبت حلال ہے (امداد الفتاویٰ ج ۱ ص ۱۰۰)

اب ایسی شیعہ سے نکاح منعقد ہو گیا اور صحبت حلال کے الفاظ آپ پڑھ رہے ہیں۔ تھانوی صاحب نے علی الاعلان رافضیوں کو بھی مسلمان تسلیم کر لیا کیونکہ کافر سے نہ نکاح ہو سکتا ہے نہ صحبت حلال ہو سکتی ہے۔

دیوبندی فرقہ کے سب سے بڑے امام ربانی مولوی رشید احمد گنگوہی مہتمم دارالعلوم دیوبند کا فیصلہ

میں شخص نے گنگوہی صاحب سے پوچھا کہ جو شخص صحابہ کرام کو کافر کہتا ہو اور ان پر لعنت لگا دے ایسے شخص کو امام بنانا درست ہے یا نہیں؟ اور ایسا شخص اہل سنت و جماعت ہے یا نہیں؟..... گنگوہی صاحب کا جواب پڑھ لیجئے۔

یہ شخص صحابہ کرام میں سے کسی کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے ایسے شخص کو امام مسجد بنانا امام ہے اور وہ اپنے کبیرہ گناہ کے سبب سنت جماعت سے خارج نہ ہوگا (فتاویٰ رشیدیہ ج ۲ ص ۱۶۱)

جماعت سے خارج نہ ہوگا کا مطلب واضح ہے کہ مسلمان ہی رہتا ہے کافر نہیں ہوتا۔ اب اس سپاہ صحابہ کا وہ نعرہ جو وہ تقریباً پاکستان کے ہر شہر کی دیواروں پر تلی بلکہ اعلیٰ الفاظ سے لکھتے ہیں یعنی:

کافر۔ کافر۔ کافر۔ شیعہ۔ کافر... جو نہ مانے وہ بھی کافر

میں آکر تھانوی و گنگوہی صاحب کا حشر کیا ہوا؟

گنگوہی صاحبان شیعوں بلکہ رافضیوں حیرانیوں کو بھی کافر نہیں مانتے اور "جو نہ مانے وہ بھی

آخری گذارش

کافر سے سپاہ صحابہ والوں کے نزدیک یہ دونوں صاحبان کافر ہو گئے یا ان کو ملک اسلام سے باہر کرنے کے لئے سپاہ صحابہ کو انڈیا سے کوئی بلند دروازہ کرنا پڑے گا؟

کتاب و سنت اور علوم عربیہ کے خادین و مستبان دین متین کو ایسے فتوؤں کا صلہ نہ دینا اور لوٹا پالیسی و انداز چڑھا کر انہیں وارنہ دینا ان کی واقعی بڑی حق تلفی ہوگی۔

دعا بعد نماز جنازہ کے متعلق علمائے دیوبند کی لوٹا پالیسی | دعا بعد سلام نماز جنازہ بدعت سیہ ہونے کے عنوان پر علمائے دیوبند کے کئی رسالے میدان میں موجود ہیں اور غارتگی کی تربیت یافتہ یہ فوج ہر قسم کے سامان فتویٰ سے لیس ہو کر جمہور اہل اسلام کے خلاف صف بستہ ہے جیسا کہ کشمیری مسلمانوں کے خلاف ہندوستان کی فوج معرکہ آرا ہے اور علمائے دیوبند چیخ چیخ کر یہ دوا بلا کر رہے ہیں کہ گویا جنازہ کے بعد دعا مانگنا پاکستان کی جڑیں بو رہی ہیں اور میت کے لئے ایصال ثواب کر کے لوگ ملک دست کو عظیم نقصان پہنچا رہے ہیں اس سلسلہ میں مولوی عبدالرشید کا رسالہ ”نماز جنازہ کے بعد دعا نہیں“ اور ہمدان محمد اسود قبری کی رسالی ہمارے سامنے موجود پڑی ہیں۔ سکر گھری پالیسی کے ماہر اس فرقہ کے ایک فنٹ اوپری ٹولی پوش حضرات کا عمل دیکھئے۔

جنرل ضیاء الحق کی نماز جنازہ کے بعد دیوبندی علمائے دعا مانگی | مورخہ ۱۶ اگست ۲۰۰۵ء کو جنرل محمد ضیاء الحق بہاول پور کے قریب ہستی لال کی حدود سے گزرتے ہوئے ہوائی جہاز حادثہ میں جاں بحق ہو گئے تو ان کی نماز جنازہ کے بعد پاکستان کے دیوبندی علماء کے سرخیل مولانا مولوی عبدالملک کاندھلوی شیخ الحدیث جامعہ اشرفیہ لاہور اور سنی بریلوی شنشہ عالمگیر اور گلگت کی تیار کردہ شامی مسجد لاہور کے کچے غاصب دیوبندی امام مولوی عبدالقادر آزاد نے بڑے زور اور جذبہ سے اس طرح ہاتھ لپے کر کے دعا بعد جنازہ مانگی جس طرح کہ غیر اللہ سے دعا بردار یا چندہ بلن شریف کے لئے لوگوں کا کوئی تمہید وصول کر رہے ہیں اور امیر المؤمنین عثمان غنی و امیر المؤمنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما پر بدعتی و مشرک ہونے کا فتویٰ دیا ان کو شہید کر دینے والے خار جیوں کی زندہ جاوید یادگار ان مولویوں کی اس ریاکارانہ حرکت دیکھ کر دنیا کے کھڑوں لوگوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

دعا بعد نماز جنازہ کے مسئلہ پر شہر بہ شہر قریب بہ قریب اور گلی گلی صرف فساد ہی نہیں بلکہ دھوکا و خون تک کرو سینے والے ان بھگتوں کی نہ توحید گئی اور نہ ہی سنت میں کوئی ہلچل مچی۔

رند کے رند رہے اور ہاتھ سے جنت بھی نہ گئی

دور لگی پکڑ لے یک رنگ نہ ہو کمانی کا طریقہ آج ہے یہ

میں نے اپنے اور آپ کے چشم دید دلائل سے مندرجہ ذیل امور ثابت کر دیئے ہیں۔

۱۔ صلوٰۃ و سلام قبل اذان حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث:

”اللہم کام جس کی ابتدا میں حمد الہی اور مجھ پر صلوٰۃ نہ پڑھی گئی وہ کام ناقص اور ہر برکت سے محروم ہے“ کی رو سے مستحب ہے۔

۲۔ دعا بعد سلام نماز جنازہ قول و فعل نبوی و عمل صحابہ سے سنت بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث:

”تم میں سے کوئی بھی جب نماز سے فارغ ہو تو دعا مانگے“ الخ۔ کی رو سے مستحب بھی ہے۔

۳۔ صلوٰۃ و سلام اور دعا عبادات... غیر موقوفہ ہیں ہر وقت ادا ہو سکتی ہیں۔ ان کو موقوفہ نہ کرنا صرف اس وقت ہی ادا ہو سکتی ہیں یا اس وقت منع ہیں۔ یہ مداخلت فی الدین ہے جو کہ حرام ہے۔

۴۔ فقہاء کی جن عبارات میں دعا بعد نماز جنازہ سے منع کیا گیا ہے وہ چوتھی تکبیر اور سلام درمیان والی دعا ہے۔ سلام کے بعد والی دعا نہیں۔ اور گزارشات کی عبارت میں لفظ بعد السلام سبق یا وداشت ہے یا سبق قلم ہے۔ حدیث نبوی اور اصول عبادات کے مقابلے میں ان کی کوئی حیثیت نہیں۔

حسبہ اللہ اور پوری دیانتداری سے ان مسائل پر مفصل بحث کے بعد اب فی الحال اسی مسئلہ کو ختم کرتا ہوں۔ میری سابق تصنیف ”دیوبندی مذہب“ اور یہ ”تحفۃ المناظرین“ تصنیف میری کے عین مطابق حق بھی ہیں اور تلخ حقیقت بھی۔ کتاب ”دیوبندی مذہب“ کے بارے میں آنے کے بعد سبکی اور کٹھنائی دیوبندیوں نے اپنے ”دشنام باڈوں“ کے اندر بھی اور ”مناظرین“ کے پورے شرح صدر سے گالیاں دیں اور میری اس بلا خوف کوفۃ لائیم تحریر ”تحفۃ المناظرین“ کے صلہ میں بھی مجھے بد زبانوں سے کوئی بھلائی کی امید نہیں۔ میری تصنیف کتاب ”دیوبندی مذہب“ کے جواب میں ”رضاخانی مذہب“ لکھنے والے نے اس کی بسم اللہ سفید جھوٹ سی نہیں بلکہ سیاہ جھوٹ سے کی کہ امام اہل سنت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمۃ موقوفات سے ایک مجذوب حضرت موسیٰ ساگ کا واقعہ نقل کرتے ہوئے اعلیٰ حضرت کے ”یہ کتنا تھا“ کے ساتھ ”ساگن پیوی“ کے الفاظ خود اضافہ کر کے ”ساگن پیوی کا یہ کہنا

تھا "کا جملہ گھر کر موسیٰ سہاگ کو خدا کی سہاگن بیوی کہنے کا الزام اعلیٰ حضرت علیہ السلام نے واروات میں ہی عین موقع نقب پر دھر لئے گئے تھے اور میں نے اس کے سہارے اس کے جوابات پر حاوی "علمائے دیوبند کے جھوٹ" کا مسودہ مکمل کر کے کاتب کے ہاتھ سے اس کے والد مولانا بشیر احمد صاحب کی مخزن ولایت حضرت پیر سید محمد اسماعیل علیہ السلام والے رحمت اللہ علیہ سے بیعت ان کے کام آگئی اور وہ میدان محشر میں اپنی "رضاخانی مذہب" کی فضیحت سے بچ گئے کہ وہ دیوبندی مذہب سے تائب ہو کر "رضاخانی" اس نے خود اپنی سابق تصنیف "رضاخانی مذہب" کے جھوٹے ہونے کا اشتهار کرنے کے بعد ہم نے اس کے جواب کی اشاعت غیر ضروری سمجھ کر اس کی طباعت ملائی

اور اب.....

دیکھتے ہیں کہ ہماری اس تالیف کے جواب میں زبان ورازی کا کون سا لایا ہے۔
ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو ہدایت بخشے اور ہماری اس سعی کو قبول فرمائے۔ آمین

وما علینا الا البلاغ المبین

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ

کتاب _____ تحفۃ المناظرین

نام مصنف _____ علامہ غلام مہر علی، چشتیہاں

سال اشاعت _____ 1997

صفحات _____ 208

قیمت _____ روپے

کمپیوٹر آپریٹر _____ فواد رضا خان

کمپوزنگ _____ ایف سی اے، اسلام آباد